انعاماتِ رحمٰن

بطفیل و بحرمتِ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی

انعاماتِ رحمٰن

تذکرہ

اویس زماں قیوم دوراں مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی

انعاماتِ رحمٰن

مؤلف

استاذ العلماء حضرت مولانا سید محمد عبد الغفار صاحب ندوی نگرامی مجددی قادری

انعاماتِ رحمٰن

ناشر: محمد نسیم صدیقی (مولوی) مجددی قادری

تذکرہ
انعاماتِ رحمٰن

بطفیل و بحرمتِ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحؒ

مؤلف

استاذ العلماء

مولانا سید محمد عبدالغفار صاحب

ندوی نگرامی مجددی قادری

---

(16) 84 پر مسجد میں دا بنا پاؤں پہلے رکھ کر درود شریف پڑھا کرو ۔ ...

(17) 90 ۔ پر عبدالعلی صاحب کو لڑکوں اور لڑکیوں کی بشارت دینا

(18) 101 ۔ نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خان صاحب شیروانی کی حاضری کا ...

(19) 105 تا 106 پر اخبار کی اہم باتیں ۔

(20) 114 پر ایک واقعہ (21) 116 ۔ پر تعزیہ داری سے متعلق ۔

(22) 117 ۔ پر یا رسول کہنے کی دلیل اور فاتحہ کی دلیل ۔

(23) (121 تا 124) پر اہل حدیث سے متعلق بیان ۔ امام ابو حنیفہ کا افضل ہونا ۔ اور اہل حدیث مولویوں کا مسلک حقا حنفیہ میں داخل ہونا ۔

(24) (125) پر مولود شریف کا بیان ۔ (25) حضرت شمس علیہ الرحمۃ سے متعلق 126

(26) 128 پر اللہ میاں سے بات چیت (27) 129 ۔ پر مختلف مسائل

(28) 130 پر ایک دعا اور ترجمہ ۔ نسبت کا معنی لگاؤ مرجانے ۔

(29) 131 تا 132 پر میلادِ مبارک کی تفصیل اور حضرت کا طریقہ ۔ اور صفحہ نمبر 132 پر رسولِ خدا کو بڑا بھائی کہنے کا ذکر ۔

(30) 140 پر ایک وظیفہ محلاتیہ ۔

(31) 211 تا 217 پر شاہ کمال کیتھلی رضی اللہ کا تذکرہ ۔

(32)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آں را کہ رہے ست بحضرتِ رحمٰن است
دُریاب کہ زیر سایۂ احسان است
سرمایۂ اُو زِفیضِ کوثر دائم
عِلم و عمل و محبّتِ ایمان است

نام کتاب	: انعاماتِ رحمٰن
	بطفیل و بحرمت مولانا فضل رحمٰن رح
مؤلف	: استاذ العلما مولانا سید محمد عبد الغفار صاحب ندوی نگرامی، مجددی قادری
تعداد	: ایک ہزار
صفحات	: ۲۷۶
سنِ اشاعت	: نومبر ۱۹۹۴ء
ناشر	: محمد نسیم صدیقی (مولوی) مجددی قادری
مطبع :	: الطاف ایجوکیشنل پرنٹرز، جنگالی گلی اردو بازار، لاہور
فنی مشورہ	: مولانا عبید الحق صاحب ندوی
معاونین	: ظہور ناظم - انور صدیقی، محمد عالم، غلام رسول اختر
خطاطی ٹائیٹل و رباعی	: امداد احمد بن خورشید عالم
مقام اشاعت	: ۵۱/ڈی - ایل ڈی اے - بلاک نمبر ۲۸ ریلوے کالونی نیو ملٹری بیرکس مغلپورہ - لاہور
اسٹاکسٹ	: ملک بک ڈپو، اردو بازار، لاہور
	صابری دار الکتب، قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور
ہدیہ	: مبلغ ساٹھ روپے (-/۶۰ روپے)

پتہ برائے خط و کتابت :

محمد نسیم صدیقی (مولوی)، مجددی قادری مکان نمبر ۵۱/ڈی - ایل ڈی اے بالمقابل بلاک نمبر ۲۸ ریلوے کالونی نیو ملٹری بیرکس، مغلپورہ، لاہور

تعارف

انعاماتِ رحمٰن

(تذکرہ)

اویسِ زماں، قیومِ دوراں

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ

کی سوانح، آپ کے ملفوظات، ارشادات، تعلیمات اور آپ کی محافل کی کیفیات پر مشتمل تالیف ہے، جس میں ۴۳ کتابوں سے حوالہ جات اکٹھے کئے گئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

باسمہٖ تعالیٰ

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

راقم السطور احقر الانام محمد نسیم صدیقی مولوی مجددی قادری

انعاماتِ رحمٰن بحرمتہٖ وبالطفیل مولانا فضل رحمٰن کی اشاعت کی عظیم ذمہ داری کا احسن طریق پر پایۂ تکمیل تک پہنچنا حقیقتاً رحمٰن الرحیم کا خصوصی انعام ہے ورنہ کہاں یہ ناچیز بے مایہ و کم فہم۔ اور کہاں اس عظیم دستاویز کی اشاعت۔

بہر حال مقام شکر و احسان ہے کہ کتاب شائع ہو کر منظر عام پر آگئی۔ دعا ہے کہ اللہ پاک اس عظیم تذکرہ سے عامۃ المسلمین کو عموماً اور اہل سلسلہ کو خصوصاً مستفید ہونے کی توفیق عطا کرے اور مؤلف تذکرہ کی پُرخلوص سعی کو اللہ پاک قبول فرما کر اہل اسلام کو فیضیاب کرے۔

اویس زماں قیوم دوراں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے ملفوظات اور ارشادات اور آپ کی روح پرور مجالس کی کیفیات پر کئی تذکرے لکھے گئے جن میں دو تو آپ کی زندگی میں ہی تصنیف ہوئے اور بعد میں بھی بہت کچھ لکھا جاتا رہا۔ لیکن اب یہ تمام تذکرہ جات کم و بیش نایاب ہیں۔

چنانچہ راقم السطور نے اپنے سرکار اعلیٰ حضرت سیدی مرشدی مولانا سید محمد عبدالغفار صاحب ندوی نگرامی مجددی قادری قدس سرہٗ عزیز کی خدمت عالیہ میں اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ سرکار بڑے اعلیٰ حضرت (حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰنؒ کے ملفوظات و ارشادات کے سلسلہ میں کوئی نئی

کتاب تصنیف فرمادیں، کیونکہ پُرانے تذکرہ جات اوّل تو ملتے ہی نہیں ہیں اور اگر کوئی کتاب دستیاب بھی ہے تو تشنگانِ ذوقِ طلب کے لئے ناکافی ہے۔

احقر کی فرمائش سے قطع نظر اعلیٰ حضرت نے "انعاماتِ رحمٰن" کی شکل میں زیرِ نظر تاریخی دستاویز کی تالیف پر بڑی جانفشانی کی اور یہ رُوح پرور گلدستہ تیار کیا۔

احقر راقم السطور "انعاماتِ رحمٰن" کی اشاعت پر اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہے اور دُعاگو ہے کہ اس کتاب کو جو ایک عظیم تاریخی دستاویز ہے اور حضرت مولانا فضل رحمٰنؒ کی مُرشدانہ اور معلمانہ زندگی کا مکمل عکس ہے۔ قبولیت خاص عطا فرمائے۔ مزید یہ کہ اسے منبعِ رُشد و ہدایت کی شکل میں مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے

احقر انعاماتِ رحمٰن کی اشاعت کے سلسلہ میں اُن تمام احباب کا ممنون ہے جو اس سلسلہ میں معاونت کرتے رہے ہیں۔ اللہ پاک ان سب کی خدمات کو قبول فرمائے اور اجر عظیم عطا کرے۔ آمین

احقر الانام

محمد نسیم صدیقی مراوی مجددی قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ سید المرسلین محمد ن الامین وعلیٰ آلہٖ الطاہرین وعلیٰ اصحابہٖ واولیاء امتہٖ اجمعین

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قوموں پر اپنے عذاب کی تین صورتیں بتائی ہیں جسکی وضاحت یہ آیت کریمہ کر رہی ہے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ

(ترجمہ) آپ فرما دیجئے اللہ کو اس پر قدرت ہے کہ تم پر تمھارے اوپر سے یا تمھارے پیروں کے نیچے سے عذاب نازل فرمائے یا تمکو متعدد ٹکڑوں میں کر دے تمھارا ایک دوسروں کو لڑائی کا مزہ چکھاتا رہے۔

گزری ہوئی معذب قوموں کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے وہ مذکورہ آیت کریمہ کی پہلی اور دوسری صورتوں والے عذاب میں مبتلا ہو کر دنیا سے نیست و نابود ہو گئی تھیں۔ اللہ کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا مانگ کر اپنی محبوب امت کو ان عذابوں سے محفوظ فرمالیا ہے جو پوری قوم کو فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں آپ نے یہ بھی چاہا تھا کہ مندرجہ بالا آیت کریمہ میں ذکر کی ہوئی تیسری صورتِ عذاب

سے بھی آپ کی امت محفوظ رہے لیکن اللہ نے آپکو اس دعا کے کرنے سے روک دیا۔ افسوس! آج پوری ملت اسلامیہ اسی تیسرے عذاب میں مبتلا ہے جسکو قرآن مجید میں تنازع کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور ہم مسلمانوں کو واضح طور پر ہدایت کر دی گئی ہے۔

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ

(ترجمہ) باہم تنازع نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ساکھ ختم ہو جائیگی۔

افسوس! اس تنازع نے پہلے ہماری مادی قوت کو خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کی شکل میں چھوٹی چھوٹی امارتوں میں منقسم کر دیا پھر اسی تنازع نے ہمارے علما کی باہمی رواداری کو فنا کر کے پوری امت کو متعدد طبقات میں تقسیم کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ سب اپنے علاوہ دوسروں کو خارج از اسلام قرار دینے لگے اس طرح ہماری روحانی و ایمانی قوت بھی بے اثر ہو گئی اس صورت حال میں ہمارے موجودہ زمانے کا مجدد وہی ہو سکتا ہے جسکی ہدایات سے یہ تنازع ختم ہو۔ باہمی رواداری پیدا ہو اور ہر ایک کے دلوں کے اندر پائے جانے والے ایمان کی ویسی ہی قدر و منزلت ہو جیسی احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ میں آج بھی پائی جا رہی ہے الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس شان کا ظہور قطب الاقطاب اویس زماں حضرت مولانا شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادی قادری نقشبندی مجددی رضی اللہ عنہ میں فرمایا اور ہمارے حضرت قبلہ کو مجدد العصر ہونے کا شرف عطا فرمایا۔

دین نے ہمیشہ سائنس کے مادی غرور کا مقابلہ اپنی شانِ اعجاز سے کیا ہے آج کے دور میں سائنس نے ہر ایک امر کو سہل الحصول اور سریع الوصول بنا دیا ہے اس لئے موجودہ زمانے میں ایسے مجدد کی ضرورت تھی جو اللہ کے قرب کی راہ کو بھی سہل الحصول اور سریع الوصول بنادے اللہ تعالیٰ نے اس شانِ تجدید کا ظہور بھی ہمارے حضرت قدس سرہٗ میں فرمایا ہمارے حضرت نے اللہ سے مقرب ہونے کیلئے صرف تین چیزوں کیلئے ہدایت فرمائی۔

۱۔ کثرت ذکر (۲) اتباع سنت (۳) مشائخ سے رابطۂ قویہ۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ جب مرید کا اپنے شیخ سے رابطۂ قویہ ہو گا تو شیخ کی توجہ کارفرما ہو گی پھر اسکی برکت سے دوسرے قیود و لوازم کے بغیر اللہ کا قرب میسر ہو جائیگا اور اس کے اثرات و ثمرات بیک وقت حاصل ہو جائیں گے یہ بھی ہمارے حضرت کے مجدد العصر ہونے کا یقینی ثبوت ہے۔

مجدد العصر اویس زماں حضرت مولانا شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادی قادری نقشبندی مجددی رضی اللہ عنہ کے کریمانہ حالات میں کتابیں نامور علماء ربانیین نے حضرت کی حیات طیبہ میں تصنیف کی تھیں اور چھپ بھی گئی تھیں حضرت کے خلیفۂ اعظم مولانا سید محمد علی مونگیری رحمتہ اللہ کی تصنیف ارشادِ رحمانی حضرت کے دوسرے خلیفہ علامہ سید سلیمان ندوی کے محترم چچا شیخ الحدیث مولانا سید تجمل حسین صاحب کی تصنیف کمالات رحمانی اب بھی مکتبۂ رحمانی مونگیر سے مل سکتی ہیں اور حضرت کے تیسرے خلیفہ نواب سید نور الحسن خاں صاحب ابن مصنف تصانیف کثیرہ نواب سید صدیق حسن خاں صاحب والی بھوپال کے مصنف رسائل آج کمیاب ہیں لیکن ہندوستان کے مشہور کتب خانوں میں موجود ہیں قریبی زمانہ میں مولانا سید ابوالحسن علی میاں ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا مصنفہ تذکرہ اویس زماں مولانا شاہ فضل رحمان مطبوع ہو کر تمام مشہور بکڈپو میں فروخت ہو رہا ہے لیکن یہ کتاب مؤرخانہ حیثیت سے مقبولِ عام ہونے کے باوجود حضرت قبلہ کی مرشدانہ ہدایات کو بخوبی واضح نہیں کرتی حالانکہ اسکی موجودہ زمانے میں عام مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے کیوں کہ امت مسلمہ بہتر سے طبقات میں منقسم ہونے کے باوجود اس پر متفق ہے کہ فرقۂ ناجیہ صرف اہل سنت والجماعت ہے ہر ایک طبقہ اہل سنت والجماعت ہونے کا مدعی ہے مگر وہ دوسروں کو کافر، بدعتی اور مشرک بنا رہا ہے عام مسلمانوں کو حقیقی اہل سنت والجماعت کا تعین کرنا دشوار ہو رہا ہے لیکن ہمارے حضرت قبلہ کو امت مسلمہ کے

تمام طبقات صاحب کشف وکرامات ،ولئ کامل ،قطب الارشاد بے مثال متبع سنت متفقہ طور پر مقتدائے اہل سنت والجماعت تسلیم کرتے ہیں اس لیے حضرت قبلہ کے حالات پر مشتمل ایسی کتاب شائع کرنے کی ضرورت ہوئی جس سے انکی مرشدانہ ہدایات سے واقف ہوکر عامۃ المسلمین گمراہی سے محفوظ رہ سکیں فرنگی محل کے ممتاز متبحر عالم فخر ہندوستان حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحیؒ فرنگی محلی ہمارے حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوکر فیض یاب ہوئے بریلی کے متبحر عالم جامع معقول ومنقول حضرت علامہ احمد رضاخاں صاحب بھی ہمارے حضرت کی بارگاہ میں حاضری سے مشرف ہوئے دیوبند کے ۔حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کئی بار ہمارے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر مستفیض ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے والد محترم مولانا حبیب اللہ فیض آبادی ہمارے حضرت کے عاشقوں میں تھے شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کا علم وعرفان ہمارے حضرت کے فیض توجہ کا مرہون منت ہے حضرت مولانا حکیم سید عبدالحیؒ ناظم ندوۃ العلماء اور ان کے خاندان کے اکابر علماء ہمارے حضرت کے ارادت مند اور اجازت یافتہ ہیں اس زمانے کے سلسلے عالیہ چشتیہ کے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواری نے ہمارے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر فیوض وبرکات حاصل کیئے ہیں جماعت اہل حدیث کے سرگروہ مولانا نذیرحسین صاحب ۔محدث دہلوی نے بھی اپنے صاحبزادے کو حقیقی تصوف حاصل کرنے کیلئے ہمارے حضرت کی خدمت میں حاضر کیا تھا دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سابق مہتمم حضرت مولانا حفیظ اللہ صاحب ۔اعظمی جماعت اہل حدیث کے متبحر عالم تھے انھوں نے ہم لوگوں سے دارالعلوم کے آخری درجہ میں طبقات نامی تصوف کی کتاب کا درس دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ میں صرف حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان گنج مرادآبادی کی جامعیت اور کمال اتباع سنت کا قائل ہوا ہوں ۔یہ پوری امت میں ہمارے حضرت کے مقبول ومقتدا ہونے کا واضح ثبوت ہے ۔

اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اللہ کے فضل وکرم سے میں نے یہ کتاب مقبول اور مستند کتابوں سے منتخب کرکے مرتب کی ہے اور ہر ایک ارشاد کے سامنے کتاب کا نام اور صفحہ کا نمبر درج کر دیا گیا ہے یہ ارشادات حسب ذیل چھ بابوں میں درج کئے گئے ہیں

اس کتاب میں حضرت یا حضرت قبلے یا حضور سے مراد حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی ،اعلیٰ حضرت سے مراد حضرت گنج مرادآبادی کے پیر ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد آفاق مجددی دہلوی ہیں اور نواب نورالحسن خاں صاحب کے رسائل کے اقتباسات میں پیر ومرشد سے مراد حضرت گنج مرادآبادی کے صاحبزادے حضرت احمد میاںؒ صاحب ہیں ۔

اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو مقبول ومنظور فرمائے اور اس نورانی سلسلہ عالیہ فضل الرحمانیہ کی برکتوں سے مجھ بندۂ گنہگار کو اور پوری ملت اسلامیہ کو ہمہ وجوہ فیض یاب اور دار آخرت میں ان مشائخ کرام رضی اللہ عنہم کی رفاقت نصیب فرماکر جنت الفردوس میں اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے ۔

آمین ٥

یکم ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ

ذرۂ بے مقدار سید محمد عبدالغفار ندوی قادری نقشبندی مجددی

باب اوّل

سوانح حضرت قبلہ

(۱) ہمارے حضرت ملانواں ضلع ہردوئی کے مشہور رسول حضرت مصباح العاشقین چشتی رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں آپ کے والد ماجد حضرت شاہ اہل اللہ لکھنؤ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ عبدالرحمٰن کے مرید تھے حضرت کا نام آپ کی پیدائش کی بشارت دیکر حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی نے فضل رحمان رکھدیا تھا (نشۂ عرفان ۵۱)

(۲) دہلی جانے سے پہلے حضرت نے لکھنؤ میں تحصیلِ علم فرمائی شرح وقایہ آپ نے مولوی نور صاحب سے پڑھا تھا آپ اور مرزا حسن علی محدث اور مولوی حسین احمد صاحب تینوں ہمراہ دہلی گئے تھے۔ (اسرار محبت ۶۵)

(۳) حضرت کو نوعمری میں اعلیٰ حضرت کے خلیفہ حضرت حیدر علی صاحب سندیلوی رحمۃ اللہ سے حصولِ فیض ہوا پھر آپ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں شرف یاب ہوئے سب کی صلاح تھی کہ آپ اعلیٰ حضرت کے سجادہ نشین ہوں آپ نے منظور نہیں فرمایا حاجی علاءالدین احمد صاحب سجادہ نشین ہوئے (نسخۂ حکمت ۸۴)

(۴) ہمارے حضرت کو حدیث شریف کی سند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے ہے اور صحاح ستہ بطور درس مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی سے جو بڑے عالم باعمل تھے پڑھی تھی۔ (سترہ آفاق ۹)

(۵) حضرت نے فرمایا کہ میں جب حدیث شریف پڑھکر اعلیٰ حضرت شاہ آفاق کی خدمت میں جاتا تو مجھے دیکھکر فرمایا کرتے تھے یہ نور حدیث۔ یہ بھی اعلیٰ حضرت فرماتے تھے کہ میں سب عزیز اقربا و دوست، آشناؤں کو چاہتا ہوں کہ ہو جائیں لیکن کوئی نہیں ہوتا جسکو خدا چاہتا ہے (یعنی ہمارے حضرت کو) وہ ہو جاتا ہے (اسرار محبت ۵۳)

(۶) ایک بار چند اشخاص امیدوار بیعت تھے نماز کے بعد حضرت نے ان سے بیعت لی پھر توجہ دی اور فرمایا کہ تم سب کے دل ذاکر ہو گئے لیکن معلوم ہو یا نہ ہو پھر فرمایا ہمارے حضرت فرماتے تھے جسکی استعداد عالی ہوتی ہے جلد معلوم کر لیتا ہے پھر یہ شعر پڑھا۔

دل ڈھونڈنا چاہئے میں میرے بوا الجھی ہے
اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے

پھر اس کے معنی فرمائے یعنی اگرچہ بوڑھے ہو گئے ہیں لیکن حرارت عشق ویسی ہی باقی ہے (سترۂ آفاق ۷۰)

(۷) ہمارے حضرت قبلہ مرید کرنے کے وقت اس طرح فرمایا کرتے تھے "بیعت ہے رسول اللہ کی طریقہ میں حضرت شاہ آفاق رضی اللہ عنہ کے" (نور احمد ۳۲)

(۸) ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہمارے حضرت شاہ محمد آفاق سنت کے موافق سب بات کہتے تھے لیکن کسرِ نفسی سے ایسا فرماتے تھے کہ ہم سے جو کوئی بات سنت کے موافق ہو جاتی ہے تو عرشِ عظیم سے ایسا فیض آتا ہے کہ ہم تر بتر ہو جاتے ہیں (اسرار محبت ۵۳)

(۹) حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری نے فرمایا کہ بعض مریدوں نے حضرت شاہ آفاق سے عرض کیا کہ جوان پر یعنی حضرت قبلہ پر عنایت ہے قدیم مریدوں پر یعنی نہیں اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تم کو میں چاہتا ہوں کہ ہو جاؤ اور ان کو خود خدا چاہتا ہے (اسرار محبت ۵۳)

(۱۰) حضرت نے فرمایا ہم نے ارادہ حضرت خواجہ سلطان الہند غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری کی زیارت کا کیا تھا سات کو خود ہم نے دیکھ لیا اور حضرت سے ایسا فیض آیا جو بیان سے باہر ہے پھر فرمایا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو یہ بزرگ نبی ہوتے (اسرار محبت ۵۳)

(١١) حضرت نے فرمایا ہم کو جو اللہ تعالیٰ جنت میں لے گیا اور حوریں ہمارے پاس آئیں گی ہم انسے کہیں گے تم میں کیا مزہ ہے تم ہم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سنو جو اس میں لطف ہے کسی میں نہیں۔ (اسرار محبت ۵۴)

(١٢) حضرت نے فرمایا میں دو مہینے تک بیمار رہا کہ ہوش نہیں رہتا تھا لیکن ایک نماز بھی قضا نہیں ہوئی (اسرار محبت ۵۵)

(١٣) حضرت پیر و مرشد نے حضرت کے ذکر میں فرمایا کہ سنت کا بڑا درجہ ہے ان سے مستحب بھی ترک نہیں ہوتا۔ (اسرار محبت ۵۶)

(١٤) حضرت نے فرمایا میں نفی اثبات "لا الہ الا اللہ" چار چار ہزار بار کرتا تھا اور شاہ آفاق ایک سانس میں ١٢-١٢ ہزار بار نفی اثبات فرماتے تھے (اسرار محبت ۵۶)

(١٥) حضرت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذکر میں فرمایا "اچھی نیکی بہن کا نبھانا بنسراہی (اسرار محبت ۵۷)

(١٦) حضرت نے فرمایا ہم کو اگر قرآن شریف کے بدلے جنت ملے تو جنت لینا منظور نہیں اگر قرآن شریف بھی ملے کچھ مضائقہ نہیں یہ بھی فرمایا ہمارے پاس جنت میں حوریں آئیں تو ان سے بھی ہم یہی کہیں گے آؤ بی بی بیٹھ جاؤ تم بھی قرآن شریف سنو (اسرار محبت ۵۷)

(١٧) ایک بار قرآن مجید میں قیامت کا ذکر آیا کہ وہ دن بہت سخت ہوگا حضرت نے ترجمہ کے بعد فرمایا یا اللہ جنکو آپ سے محبت ہے وہ تو بہت خوش ہوں گے آپ کی ملاقات ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونگے (اسرار محبت ۵۷)

(١٨) حضرت نے کئی ترجمے ارشاد فرمائے "اِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ" یعنی بندے خدا کے آرام طلب نہیں۔ اسم مبارک اللہ کا ترجمہ من موہن اسماعیل کا ترجمہ مطیع اللہ اور مریم کا ترجمہ عابدہ فرمایا (اسرار محبت ۵۸

(١٩) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے موقع پر حضرت نے یہ پڑھا ؎
جن گلیاں محمد چلیں وہ گلیاں میں پلکن بہار دل (اسرار محبت ۶۰)

(٢٠) ایک بار حضرت شاہ آفاق کو کچھ تردد تھا حضرت نے عرض کیا یہ غلام حاضر ہے جس کے ہاتھ چاہئے بیچ لیں رات دن خدمت لیا کرے صرف اتنا فرما دیجئے کہ نماز پنج گانہ پڑھ لینے دے (اسرار محبت ۶۶)

(٢١) ایک بار کسی نے گنج مراد آباد میں خواب دیکھا کہ حضرت کے سرہانے کوئی بیٹھا ہے اس نے حضرت پیر و مرشد سے ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ آج کل ہم ایسا کسی کو نہیں جانتے جو آپ کے سرہانے بیٹھے اسی درمیان میں اعلیٰ حضرت شاہ آفاق کے نواسے میاں عطا محمد صاحب مدینہ منورہ سے ہندوستان تشریف لائے اور آپ کے پاس آئے ان کو دیکھ کر آپ بے تاب ہو گئے اور حضرت پیر و مرشد سے فرمایا کہ ان کے قدم لو اور اپنی چارپائی پر انکو سرہانے بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھنے لگے انھوں نے نہ مانا کہ میں آپکی زیارت کو حاضر ہوا ہوں مجھ سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ آپ وہاں بیٹھیں اور میں یہاں۔ غرض بہت اسرار کے بعد آپ پائینتی بیٹھے انکو سرہانے بٹھایا اور جب تک وہ رہے ادب کی وجہ سے اس عرصہ میں کسی پر غضبناک ہوئے اور بلند آواز سے نہیں بولے اور فرماتے تھے کہ اگر ہفت اقلیم کی سلطنت ہو تو ان پر نثار کر دوں اور ان کی مرضی کے ہر وقت جویاں رہتے تھے اسی زمانہ میں حضرت پیر و مرشد نے خواب میں حضرت شاہ آفاق کو دیکھا کہ بہت خوش ہیں حضرت نے سن کر شکر ادا کیا (اسرار محبت ۶۹)

(٢٢) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا ہمارے حضرت سے حضرت خلیفہ اعظم علی شاہ صاحب فرماتے تھے ابھی تو لوگوں سے بہت بھاگتے ہو جب ہر طرف سے لوگ گھیر لینگے تو کیا کرو گے۔ ۴۰ برس کے بعد تمہارا ظہور ہوگا (حسن معاملہ ۹۵)

(٢٣) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا حضرت خلیفہ اعظم علی شاہ کو کشف ہوا حضرت شاہ آفاق

کی عمر پوری ہوگئی اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے میری عمر حاضر ہے آپ نے قبول نہ فرمائی ہمارے حضرت بھی یہ سن کر نذر کرنے کو حاضر ہوئے حضرت شاہ آفاق نے دو برس آپ کی عمر میں سے لئے اور دو برس کے بعد انتقال فرمایا۔ حضرت فرماتے تھے میری عمر جو زیادہ ہے اسی کی برکت ہے (حسن معاملہ ۹۹)

(۲۴) حضرت مولانا عبدالکریم صاحب۔ عالم باعمل اور فاضل کامل ہیں آپ کو حضرت قبلہ کی صحبت بابرکت سے بڑا فیض ہوا ہے (منا پیتی)

ان کی نظم ہے (حسن معاملہ ص۱۰۱)

(۲۵) ایک بار حضرت نے یہ اشعار پڑھے

تر ہوئی باراں سے سوکھی زمیں — یعنی آئے رحمۃ للعالمیں
اس بسنتی پوش کا ذکر آگیا — آم بھی پیلایا اور مہوا چھوا

پھر فرمایا آم نہیں بورایا بلکہ افسوس کرتا ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سے مشرف نہ ہوا (نقد وقت ص۱۱۱)

(۲۶) ریتا شاہ کا ایک مرید "پھر مانگ" لکھتا پھرتا تھا گنج مرادآباد میں آیا زمیندار اس کو نقدی دینے لگے اس نے کہا نہیں۔ اس اثنا میں حضرت مسجد کے باہر آئے فرمایا کیا حجت کرتے ہو اس نے کہا پھر مانگ لکھتا ہوں حضرت نے فرمایا آؤ ہم لکھدیں اور تحریر فرمایا۔ ؎

تو وہ داتا ہے کہ سیری نہیں دینے سے تجھے
لذت جود سے پھر مانگ سکھایا مجھکو۔

وہ مرید قدموں پر گر پڑا اور کہا میری سیری ہو گئی میں تو جانتا تھا کہ ہندوستان خالی ہے مگر نہیں۔ جب وہ اپنے پیر کے پاس گیا تو صورت دیکھتے ہی انھوں نے کہا کہ مولوی مرادآبادی نے پھر مانگ لکھدیا ہوگا۔ (نقد وقت ص۱۱۲)

(۲۷) مولانا محمد علی مونگیری صاحب نے فرمایا میں نے اس مسجد میں حضرت مجدد اور حضرت غوث اعظم کو دیکھا تشریف لائے اور حضرت غوث اعظم نے مجھکو توجہ دی آپ حضرت غوث پاک کی اولاد امجاد میں سے ہیں (نقد وقت ص۱۱۲)

(۲۸) (صلائے عام) (جس کتاب کا خلاصہ ہے وہ کتاب حضرت نے ۱۲۴۰ھ میں لکھی تھی (نقد وقت ۱۱۳)

(۲۹) مولانا محمد علی صاحب مونگیری نے فرمایا حضرت لڑکپن میں یوسف زلیخا پڑھتے تھے اس وقت آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام سے فیض آتا تھا (نکات سلوک ص۱۱۵)

(۳۰) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کسی زمانہ میں حضرت نے مثنوی تحریر فرمائی تھی جسکا پہلا مصرع۔ (اے شہیر آفاق شیریں داستاں) ہے (نکات سلوک ص۱۱۵)

(۳۱) ایک مجذوب دہلی میں تھا جب کوئی نعمت حاصل کر کے ادھر سے گزرتا وہ سلب کر لیتا تھا حضرت دہلی سے آتے تھے وہاں آپ ٹھہر گئے وہ مجذوب آیا اور اصرار کیا میں تم سے کشتی لڑونگا آپ نے انکار کیا وہ نہ مانا آخرکار آپ نے اسکو تین بار پچھاڑ دیا۔ یہ تذکرہ حضرت پیر و مرشد نے حضرت سے سنا (نکات سلوک ص۱۱۶)

(۳۲) حضرت کو بارہا لوگوں نے کعبہ شریف وغیرہ میں دیکھا ہے (لمعۃ النور ۱۶۵)

(۳۳) ایک صاحبزادے حضرت قبلہ کے حضرت سید میاں صاحب۔ تھے ابتداء سے انکو قوی جذب تھا مزار مبارک انکا جوار مسجد میں ہے (لمعۂ نور ص۱۶۵)

(۳۴) حضرت قبلہ نے فرمایا ہمارے والدہ بزرگ زادی تھیں انکی عمر آسی برس کی تھی ہر روز آسی رکعتیں فرض اور نفل کی پڑھتی تھیں آخر میں بینائی بہت کم ہو گئی تھی ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اپنا ہاتھ انکی آنکھوں پر پھیر دیا جب سے بخوبی نظر آنے لگا (لمعۂ نور ص۱۶۶)

(۳۵) ایک شخص نے حضرت سے تعویذ طلب کیا آپ نے دستخط مبارک سے

تحریر فرمادیا بنام آں کہ نامش عزیز جانہاست) (وادیٔ الفت ۱۸۱)

(۳۶) حضرت نے فرمایا یہاں ہندوؤں کا میلہ تھا اس میں ایک برہمن نے کنہیا کو دیکھا وہ کہتے ہیں کہ ہم مولانا صاحب کی زیارت کو آئے ہیں (وادیٔ الفت صہ ۱۸۱)

(۳۷) حضرت نے فرمایا ہمارے ایک دوست تھے انکو ایک جن صحابی سے حدیث پہنچی تھی ان سے ہمکو پہنچی (وادیٔ الفت صہ ۱۸۲)

(۳۸) حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری نے فرمایا ہم حضرت کے پاس حاضر تھے اس وقت آپنے فرمایا کعبہ یہاں حاضر ہے (وادیٔ الفت صہ ۱۸۲)

(۳۹) حضرت قبلہ اعلیٰحضرت کے بعد حضرت پیر علی شاہ صاحب کے پاس آمدورفت رکھتے تھے اعلیٰحضرت نے فرمایا تھا تم کو ان سے انکو تم سے فائدہ ہوگا (صحیفہ راز ۱۹۲)

(۴۰) حضرت قبلہ نے فرمایا میں نے شبِ قدر میں دعا کی کہ احمد میاں میرے مثل ہوں حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری نے فرمایا مجھکو بشارت ہوئی حضرت قبلہ کے بعد جناب احمد میاں صاحب ۔ ان کے جانشین ہوں گے ایسا ہی بیان عبداللہ شاہ صاحب نے فرمایا تھا (زوائد فوائد صہ ۲۱۵)

(۴۱) حضرت رمضان خان صاحب ۔ مرحوم نے بیان کیا ایک بار حضرت قبلہ حضرت اخی جمشید راج گیری کے مزار کے سامنے سے گزرے اس وقت آپ نے فرمایا یہ بزرگ ہم پر رشک کرتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں کیوں نہ ہوئے (زوائد فوائد ۲۱۵)

(۴۲) حضرت پیر علی صاحب کا انتقال حضرت قبلہ سے ایک سال پہلے ہوا ۔ (زوائد فوائد ۲۱۵)

(۴۳) حضرت حکیم عظمت حسین صاحب نے حضرت قبلہ سے نقل کیا آپکو ایک جن صحابی کی بے واسطہ رویت ہوئی تھی (زوائد فوائد صہ ۲۱۶)

(۴۴) اعلیٰحضرت مدت دراز تک حضرت خواجہ میر درد کی محبت میں رہے

شیخ احمد مکی نے حضرت قبلہ سے نقل کیا کہ اعلیٰحضرت خواجہ کی خدمت میں آیا جایا کرتے تھے (فیض و برکت صہ ۲۱۷)

(۴۵) حضرت قبلہ نے فرمایا حضرت سالار مسعود غازی سید اور شہید تھے لیکن حضرت شاہ مدار کو نہیں پہنچتے ۔ (فیض و برکت ۲۱۷)

(۴۶) شیخ احمد صاحب ۔ مکی حضرت قبلہ کی خدمت میں شرح وقایہ سناتے تھے راقم اس وقت حاضر تھا حضرت نے فرمایا صاحب ہدایہ و صاحب شرح وقایہ باخدا لوگ تھے درویشوں کے پاس آیا کرتے تھے پھر فرمایا ہمکو یاد آتا ہے ان سے ملاقات ہوئی ہے (فیض و برکت صہ ۲۱۷)

(۴۷) حضرت قاری صاحب جو اولاد امجاد حضرت غوث پاک سے ہیں فرماتے ہیں حضرت قبلہ نے فرمایا حصن حصین کو پڑھکر سیکڑوں ولی ہو گئے ۔ (فیض و برکت صہ ۲۱۸)

(۴۸) حضرت قبلہ سے ہر فرقہ کے لوگ عقیدہ رکھتے تھے ۔ چنانچہ لفٹیننٹ گورنر بہادر آپکی زیارت کو آئے (فیض و برکت صہ ۲۱۸)

(۴۹) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا حضرت قبلہ کے عرس میں بڑی برکت ہوئی بائیس ہزار ختم قرآن مجید بخشے گئے ۔ (فیض و برکت صہ ۲۱۹)

(۵۰) حضرت قبلہ نے حضرت شاہ الٰہی بخش فرخ آبادی کو اجازت نامہ اپنے دستخط خاص سے یوں تحریر فرمایا ۔ از فضل رحمان اسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ (برکات رحمانی ۲۴۴)

"ترجمہ فارسی" اگر کسی کو بیعت کریں تو کہیں کہ حضرت شاہ آفاق کا میں مرید ہوا ۔ تمکو اجازت ہے ۔

(۵۱) حضرت مدنی شاہ صاحب نے ۲۸ رجب ۱۳۱۶ھ میں بمقام الور انتقال فرمایا آپکے ہزاروں مرید تھے اور بہت سے لوگ آپ سے اخذ طریقہ کر کے باخدا ہو گئے (تذکرہ صہ ۲۲۶)

(٥٢) حضرت مولانا یحییٰ صاحب نے لکھنؤ میں انتقال فرمایا آپ علم ظاہر و باطن کے جامع تھے اور اکابر زمانہ سے تھے (تذکرہ ص ۲۳۶)

(٥٣) حضرت میاں عبداللہ شاہ صاحب نے لکھنؤ میں انتقال فرمایا آپ کی وصیت کے بموجب نعش مبارک گنج مرادآباد لے گئے اور حضرت قبلہ کی مسجد کے احاطہ میں مدفون ہوئے (تذکرہ ص ۲۳۶)

(٥٤) حضرت رمضان خاں صاحب کا انتقال ہوا راقم (نواب نورالحسن خاں) نے اطلاعی عریضہ حضرت قبلہ کو روانہ کیا اس پر تحریر فرمایا بجوار رحمت حق درپیوست الحمدللہ۔ (دعوت ولی اللہ ص ۲۳۹)

(٥٥) حضرت شاہ الٰہی بخش نے فرمایا مجھکو کشف سے معلوم ہوا حضرت قبلہ کے وصال کا وقت آگیا ہے میں نے جناب الٰہی میں دعا کی میری عمر حضرت قبلہ کو دی جائے چنانچہ میری عمر میں سے دو سال مقبول ہوئے اسکی اطلاع حضرت قبلہ کو انکی حضرت نے تحریر فرمایا۔

از فضل رحمان ، سلام دعا بر سر دعائے شما ورحق ما حق تعالیٰ قبول فرمائے آمین آمین۔ آمین۔ (صحائف قدسیہ ص ۲۵)

(٥٦) حضرت مولانا محمد علی مونگیری نے حضرت قبلہ کو لکھا پٹنہ اور اس کے جوار کے بہت سے لوگ بیعت کرنا چاہتے ہیں آپ نے دستخط خاص سے تحریر فرمایا (داخل سلسلہ نمائند) تکملہ ص ۲۵۹)

(٥٧) از فضل رحمان بمولوی محمد علی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خواہان شجرہ کو شجرہ قادریہ یا نقشبندی لکھ کر دے دیں (تکملہ ص ۲۵۹ از ہدیہ عشاق فضل رحمان)

(٥٨) حضور پر نور کی علالت کی ابتداء ۱۰ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ یوم جمعہ سے ہوئی ایک سال سے کچھ یا کچھ زیادہ مدت گزری حضور صرف دو لقمے شام کو پھلکہ اور مونگ کی مقشر

دال یا دوایک گھونٹ دودھ نوش فرماتے تھے صبح کو معمول تھا دو چار لقمے مونگ کی کھچڑی تناول فرماتے تھے مگر ان معمولات میں فرق آگیا تھا ۲ ربیع الاول کو راقم (مولانا سید عبدالغفار ساکن آسیون) نے بخاری شریف ختم کی ۳ ربیع الاول کو نماز ظہر و نماز عصر بیٹھ کر ادا فرمائی آج طبیعت بہت مضمحل تھی بعد عصر حکیم عظمت حسین صاحب نے سنن ابن ماجہ کا سبق پڑھا۔

۴ ربیع الاول کو طبیعت سست تھی حرارت بھی تھی دوپہر کو تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے کئی دفعہ پانی نوش فرمایا غلام قادر خاں صاحب مرادآبادی صاحبزادے صاحب ، راقم ، نور محمد خادم ، ساکن مرادآباد نیز چند مسافرین و مریدین مجلس بابرکت میں حاضر تھے حضرت قبلہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں اوصاف شریفانہ بیان فرمانے شروع کیا اور جذبی کیفیت میں کچھ اشعار پڑھے آخر میں یہ شعر پڑھا۔ بندۂ عیب دار کس نخرد گنہ خرید مرا

اس شعر کو پڑھتے ہی حضور بے خود ہو گئے اور زار زار رونے لگے سب پر رقت طاری تھی عصر کے بعد حکیم صاحب نے حدیث شریف کا سبق شروع کیا کمزوری کے باوجود ہر نماز کیلئے تجدید وضو فرماتے رہے۔

۵ ربیع الاول کو بھی حکیم صاحب نے عصر کے بعد ترمذی شریف کا سبق پڑھا اور ضعف کے باوجود معمولات پورے فرماتے۔

۷ ربیع الاول کو عصر کے بعد صاحبزادے صاحب تشریف رکھتے تھے راقم (مولانا سید عبدالغفار آسیونی) بھی حاضر ہوا فرمایا کتاب لاؤ میرے آنے سے پہلے حکیم عظمت حسین صاحب نے سبق شروع کیا تھوڑا سا پڑھا تھا کہ میں کتاب صحیح مسلم شریف لیکر حاضر ہوا حکیم صاحب نے کتاب بند کر دی اور میں نے پڑھنا شروع کر دیا تقریباً ۱۲ صفحے پڑھے سبق ختم ہونے کے بعد حضرت قبلہ نے فرمایا جاؤ

کتاب مسجد میں بند کر کے رکھ آؤ افسوس یہ آخری سبق تھا جو حضور نے بیٹھ کر درس دیا حضرت قبلہ ذکر الٰہی میں مشغول رہے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہوئے

۸/ ربیع الاول کو ایک خاص کیفیت میں زبان معجز بیان سے فرمایا اُمتیان محمدی میں سے بہت ایسے لوگ ہیں کہ حوریں انکی مشتاق ہیں جب وہ جنت میں بلا حساب و کتاب جائیں گے تو حوریں انکو دیکھنے کو دوڑیں گی اور وہ محو تجلیات کبریائی ہوں گے دوزخ کی طرف سے ہو کر گزریں گے تو دوزخ ان سے پناہ مانگیگی اور ان کے چہرے مثل ماہتاب کے درخشاں ہوں گے۔ ۱۲ بجے نماز جمعہ کیلئے مسجد میں تشریف لائے اور آج حضرت نے سنتیں بیٹھ کر پڑھیں آج حضرت نے کپڑوں کی گٹھری کھلوائی اس میں چند عدد پارچے اپنے خدام کو تقسیم فرمائے آج سے کچھ عجیب حالت استغراق بڑھتی جاتی تھی کہ بسا اوقات اپنے خادموں کو جو ہر وقت حاضر باش تھے نہیں پہنچانتے تھے مولوی وحید احمد صاحب ددولوی روزانہ حضرت کو خطوط سناتے تھے اور جواب لکھتے تھے فرمایا آج بہت سے خطوط ملاحظہ پیش کئے گئے حضرت نے ان پر دم کر دیا اور فرمایا جوابات لکھ دو خدا سب کا کام پورا کریگا آمین۔ مغرب کا وقت قریب آیا آفتاب کچھ بلند تھا بہت سے اشخاص حاضر تھے آپ نے فرمایا اللہ کی قدرت کاملہ دیکھو کہ عقل بشری وہاں قاصر ہے اپنے بندگان خاص کو یہ قوت عطا فرمائی کہ اب بہت کم دن باقی ہیں کیا میں دہلی جاکر غروب سے پہلے واپس آسکتی ہے صاحبزادے نے عرض کیا حضور پہنچ ہی نہیں سکتی واپس آنا کہاں ممکن فرمایا اولیاء اللہ کو قدرت ہے کہ ابھی دہلی جائیں اور واپس آئیں بازار سے سودا بھی خرید کر لیں اور مغرب کا وقت نہ آئے بھلا بتلاؤ تو عقل میں یہ بات آتی ہے اس کے بعد حضور نے حضرت اقدس قبلۂ عالم حضرت شاہ آفاق صاحب۔ رحمۃ اللہ کا ذکر فرمایا ہمارے حضور کے ایک مرید کو جو بجپال

کسی ضرورت سے گیا تھا وہاں اسکو کسی نے ایک نیزہ بحالت جنگ مار دیا تھا اس نے ہمارے حضور کو یاد کیا اور حضور دہلی کی خانقاہ شریف میں تشریف رکھتے تھے فوراً وہاں تشریف لے گئے اور اس نیزے کو اپنی پشت مبارک پر لیا زخم کاری لگا اور خانقاہ میں تشریف لائے وہ شخص بچ گیا اور آپ اپنے دست مبارک سے زخم کو بند کئے رہے خادم کو بلایا فرمایا ہماری گٹھری میں ایک صاف عمامہ رکھا ہے نکالو اور اس سے زخم صاف کرو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا زخم فوراً درست ہوگیا اس عمامہ کو حضور نے زیر زمین ایک محفوظ مقام میں دفن کرا دیا پھر فرمایا بھلا بتلاؤ کچھ عقل میں آتا ہے کہاں دہلی اور کہاں بھوپال اور پھر اسقدر جلد وہاں پہنچ جانا۔

۹/ ربیع الاول کو میر محمد علی صاحب، مولوی وحید احمد صاحب، راقم امولانا سید عبدالغفار آسیونی) حکیم عظمت حسین صاحب، غلام آقا در خان صاحب) اور اللہ دیا صاحب ساکن دہلی موجود تھے حضرت نے فرمایا اللہ پاک اپنے بندوں کو بہت پیار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں جو ان کے خاص بندے ہو جاتے ہیں اگر ان کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے وہ صبر کرتے ہیں تو ملائکہ سے خطاب ہوتا ہے دیکھو میرا بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہے اور شکر اور صبر کرتا ہے گواہ رہو میں نے بخش دیا پھر کچھ حدیثیں پڑھیں بہت رقت طاری رہی۔

اس طرح سے دس، گیارہ اور بارہ ربیع الاول کی تاریخیں گزریں آپ اپنے پیر و مرشد شاہ محمد آفاق اور دیگر اولیاء اللہ کا ذکر خیر فرماتے رہے ایک مرتبہ حضرت نے اپنے واقعۂ وفات سے ایک ماہ پہلے یہ فرمایا تھا قریب بیٹھو اور میری باتیں دل سے سنو ہمارے حضرت صاحب کی کرامتیں ایسی ظاہر ہوا کرتی تھیں کہ لوگ آنکھوں سے فوراً دیکھ لیا کرتے تھے ایک مرتبہ جناب حضرت قبلہ افغانستان تشریف لے گئے اس زمانہ میں وہاں خوب برف گرتی تھی جس کے گھر آپ تشریف لے گئے اس نے ایک تہہ خانہ کیا کہ حضور اس میں شب کو آرام فرمائیں گے

جب وقتِ خواب آیا جناب والا نے فرمایا میں بالاخانہ کی چھت پر آرام کرونگا انھوں نے عرض کیا حضورِ عالی ان ایام میں یہاں خوب ہی برف گرتی ہے اس میں اندیشہ ہے کیونکہ اکثر لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں اعلیٰ حضرت نے انکار فرمایا ہم وہیں آرام کریں گے مجبوراً اس نے بالاخانہ کی چھت پر آرام فرمانے کا سامان مہیا کیا پھر وہ خود بھی بال بچوں کے ساتھ وہیں بالاخانے پر چلا گیا اعلیٰ حضرت نے روئے مبارک آسمان کی طرف کیا اور فرمایا اے برف بھائی آج یہاں نہ گرنا تمام شب سب لوگ صرف ایک چادر اوڑھے پڑے رہے کسی کو سردی تک نہ معلوم ہوئی دیکھو کیسی بیّن کرامت ظاہر ہوئی اور فرمایا۔

اے شہرہ آفاق شیریں داستاں — باذگو از بے نشان من نشاں
صرف و نحو و منطقم را سوختی — آتشِ عشقِ خدا افروختی

جناب عالی کو وجد کی حالت ہوئی اور جوش و خروش سے فرمایا۔

یکزماں بودن حضورِ اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

سب معمولات اعلیٰ حضرت بدستور ادا فرماتے رہے۔

۱۳ ربیع الاول کو ضعف زیادہ پایا گیا کچھ شیرینی حلوہ اور کچھ نمکین صاحبزادے صاحب نے پیش کیا جتنے حاضرین تھے سبکو تھوڑا تھوڑا تقسیم کیا دو ایک لقمہ خود بھی تناول فرمایا اس وقت حاضرین یہ ہیں صاحبزادے صاحب، میر محمد علی صاحب مولوی وحید احمد صاحب، حکیم عظمت حسین صاحب، اللہ دیا صاحب، راقم اور نور محمد خادم بھی تھے آپ نے وحید احمد صاحب سے ارشاد فرمایا میری چارپائی کے پاس بیٹھ جاؤ اور فرمایا۔

خدمتِ مرداں اگر ایک ساعت نشست
بہتر از صد خدمت و صد طاعت ست

سلف میں ایسے ایسے اولیاء اللہ گزرے ہیں جو کلمہ گو کو ہی دور سے انکی **زیارت** کر کے چلا گیا اللہ نے اس پر رحم فرمایا اور بخش دیا، بعض ایسے گزرے ہیں کہ جس پر انھوں نے ایک نظر ڈال دی وہ ولی ہو گیا حافظوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے حضور کو بھی ایسا ہی کیا ہے مذکورہ حضرات نے وہیں چٹائی بچھا کر ظہر، عصر، مغرب کی نمازیں حضور کے پیچھے پڑھیں اور نماز حضور بیٹھ کر پڑھاتے رہے۔

۱۴ ربیع الاول کو ضعف زیادہ ہو گیا حضرت قبلہ نے فرمایا بعض بات کہنے کے قابل نہیں ہوتی ہے مگر میں کہے دیتا ہوں یہاں کون لوگ ہیں عرض کیا گیا سب خادم خانہ ہیں فرمایا میں بہت دن ہوئے ہیں بہت بیمار تھا سب لوگوں کو میری زندگی کی امید نہ تھی ایک روز ایسا حال ہو گیا کہ آج شب گزرنا مشکل ہے حکیموں نے جواب دے دیا میں بے ہوش پڑا تھا میں نے دیکھا حضرت خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا روحی بہ فداہا تشریف لائیں مجھکو دلاسا دیکر فرمایا بیٹا تم اچھے ہو جاؤ گے اور کچھ دم کر کے تشریف لے گئیں میں صبح تک بالکل اچھا ہو گیا سب کو تعجب ہوا ایسے بیمار اس قدر جلد اچھے ہو گئے میرے مریدین بہت خوش ہوئے ایک مرید نے خوشی میں جو کچھ اس کے پاس

(صفحہ ۱۸)

۱۔ اے شیریں داستاں شہرہ آفاق مجھ بے نشان * مجھے پھر نشانِ حقیقت فرمائیے آپ نے میری صرف، نحو اور منطق کو جلا دیا اور خدا کے عشق کی آگ بھڑکا دی۔

۲۔ ولیوں کی خدمت میں تھوڑی دیر رہنا بے ریا سو سال کی اطاعت سے بہتر ہے۔

۳۔ مرد کامل کی تھوڑی دیر کی خدمت سیکڑوں خدمت اور سیکڑوں طاعت سے بہتر ہے

تھا سب خدا کی راہ میں دے دیا۔

۱۵/ ربیع الاوّل کو فرمایا آج کون دن ہے عرض کیا گیا آج جمعہ ہے فرمایا مسجد کیسے جاؤں پھر فرمایا مجھ پر جمعہ فرض نہیں میں یہیں ظہر پڑھ لونگا تم سب مسجد میں پڑھ آؤ سب چلے گئے صاحبزادے صاحب، حکیم عظمت حسین صاحب اور راقم (مولانا سید عبدالغفار آسیوئی) رہ گئے راستے کے ایک جانب راقم کھڑا ہو گیا دوسری جانب حکیم عظمت حسین صاحب

آپ حضور کے پاس صرف صاحبزادے صاحب تھے اس وقت راقم نے صرف اتنا سنا حضور نے فرمایا بیٹا تمھاری ذات سے سب کو فیض ہو گا اور سب کام جاری رہیں گے میں تم کو سب باتوں کی اجازت دیتا ہوں آج ضعف بہت تھا لیٹے لیٹے تیمم سے نماز ادا فرمائی اور بخار بھی شدید تھا بدشواری معمولات ادا فرمائے۔ ۱۶/ ربیع الاول بھی اسی طرح گزری

۱۷/ ربیع الاول کو مرض میں شدت ہوئی نبض کمزور ہو گئی آج محمد یامین شاہ جو بحکم حضور مدت سے پوسہ ضلع آرہ میں مقیم تھے آ گئے حضور کے خاص جاں نثار مرید بھوپال سے مرزا عنایت علی بیگ اور اقبال علی بیگ آئے حضور سے عرض کیا گیا فرمایا اچھا کیا آ گئے۔

۱۸/ ربیع الاوّل کو پریشانی بڑھ گئی غشی کی حالت ہی میں داہنا ہاتھ بڑھایا جیسے کسی سے مصافحہ کیلئے بڑھاتے ہیں اور اٹھ بیٹھے اور فرمایا آتے ہیں کپڑے تو پہن لیں پھر جو مرید ہونے آ گئے تھے ان سے فرمایا کہو مرید ہوئے ہم حضرت شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر قادریہ۔ خاندان میں نماز، روزہ حج، زکوٰۃ فرض ہیں دیوالی۔ دسہرہ۔ بسنت کچھ نہ ماننا صاحبزادے صاحب نے عرض کیا عصر کا وقت آ گیا فرمایا میں پڑھ چکا ہوں چونکہ ہم لوگوں نے بظاہر ادا فرماتے نہیں دیکھا اس لیئے دوبارہ راقم نے عرض کیا

آپ نے فرمایا۔

اے اللہ آپ جانتے ہیں میں نماز پڑھ چکا ہوں سب خاموش ہو گئے ایسا ہی مغرب کے وقت بھی پیش آیا آج حضور نے بظاہر نماز ادا نہیں فرمائی جب کوئی عرض کرتا حضور نماز کا وقت آیا بجواب فرماتے میں پڑھ چکا ہوں ۱۶/ ربیع الاول سے آخر وقت تک یہ شعر حضور کے ورد زبان تھا۔

فسهل يا الٰهي كل صعب ۔۔۔ بحرمة سيد الابرار سهل

(ترجمہ) اے اللہ سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت سے ہر ایک دشواری کو آسان فرما۔

۱۹ ربیع الاول کو مزید حالت پریشان کن رہی ڈاکٹر کے چہرے سے مایوسی معلوم ہوتی تھی اندر یا ہر تلاطم برپا ہو گیا۔ اتنے میں حضور پُر نور نے بڑی فصاحت سے یہ شعر پڑھا۔

شوم خاک رہ ہر چار سرور ۔۔۔ ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ۔

جس سے سب کو تسکین ہوئی۔ غلہ، پارچہ اور کئی بکرے مساکین کو تقسیم کیئے گئے مرزا صاحبان نے روزانہ دو بکرے خیرات کرنا شروع کیئے نقد و جنس کی خیرات ۱۷/ ربیع الاوّل سے برابر ہوتی رہی صاحبزادے صاحب پہلے ہی نقد، پارچہ اور غلہ کی تقسیم فرما رہے تھے غرباء و مساکین کا مجمع رہتا تھا بے ہوشی کی حالت میں رہتے لیکن جب نماز کا وقت آتا تو اٹھنے کا ارادہ فرماتے یا لیٹے لیٹے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیتے اگر کوئی مرید ہوتا تو حضور بہت صاف الفاظ فرماتے اور مرید کر کے اس کے لیے دعا کرتے اگر کوئی دوسرا دعا کی درخواست کرتا تو ہاتھ اٹھا دیتے آخر میں لفظ آمین فرماتے

۲۰/ ربیع الاول کو بھی غفلت زیادہ تھی غلام قادر خاں صاحب نے

نے عرض کیا وہ شخص دست بیعت ہونا چاہتے ہیں فرمایا کہاں ہیں مرید ہولیں خاں صاحب ۔ نے بایاں ہاتھ جو اوپر تھا ان لوگوں کے ہاتھ میں دیا لیکن حضور نے دست مبارک فوراً کھینچ لیا اور داہنا ہاتھ دراز فرمایا اور حسب دستور مرید کیا سبحان اللہ اس وقت بھی کوئی امر خلاف سنت سرزد نہ ہوا حضور آرام فرماتے تھے دفعتاً اٹھے اور فرمایا یہ بہشت ، یہ بہشت ، یہ بہشت یا یہ بہشت چارپائی کے چاروں طرف دست مبارک سے اشارہ فرمایا اور فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں سب درود شریف پڑھنے لگے ۔

۲۱ ربیع اول کو تیمم کرکے لیٹے لیٹے نماز فجر ادا کی طبیعت صاف تھی گویا کوئی مرض نہ تھا ظہر اور عصر بھی تیمم کرکے ادا فرمائی دو بجے دن کو حضور نے فرمایا ہم مرگئے ہماری نماز جنازہ پڑھا دو اگر کوئی نہ پڑھے تو میں خود پڑھ لیتا ہوں اور تمام مقتدی کھڑے ہیں اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لئے سوا دو بجے فرمایا اگر ہم کو کوئی حدیث سناتا تو بہتر تھی ہمارا دم حدیث سنتے سنتے نکلتا ۔

۲۲ ربیع اول کو نماز صبح تیمم کرکے ادا فرمائی ہوش وحواس درست تھے سب لوگ نماز جمعہ پڑھکر آتے حضور کو الجھن تھی حاضرین کا بڑا مجمع تھا حضور نے دونوں چشم مبارک کھول کر بغور صاحبزادے کو دیکھکر انکا داہنا ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ سے دو تین منٹ تک مضبوطی سے پکڑا دوبارہ دیکھ کر آنکھیں بند کرلیں پھر تین بجے دن کو دست مبارک اٹھا کر نہایت خضوع وخشوع سے دعا مانگی فرمایا اے اللہ پاک آپ میرے جملہ مریدین و معتقدین دوست واحباب اعزہ اقارب کو دنیا میں خوش وخرم کھانا کھلاتے رہیگا اور سب کا خاتمہ بخیر کیجے گا ۔ آمین ۔ آمین ۔ آمین ۔ سب

کو محسوس ہوگیا آخر وقت ہے حضور کی حسب وصیت حکیم عظمت حسین صاحب نے کتاب چہل حدیث پڑھنا شروع کیا میں بھی مسلم شریف لے آیا صاحبزادے کے اصرار سے کتاب الایمان کا صفحہ بدشواری بجہر پڑھا اور آخری کتاب کی ایک حدیث پڑھ کر کتاب بند کردی تنفس سے صاف لا الہ الا اللہ کا جہری ذکر معلوم ہوتا تھا حالانکہ آپ نے کبھی جہری ذکر نہیں کیا سوا سات بجے حضور نے اوپر کو سانس لی اور روح پر فتوح اپنے رب سے جا ملی (ہدیۂ عشاق)

۵۹ ۔ حضرت قبلہ حضرت مصباح العاشقین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں جنکا مزار مبارک اور خانقاہ وعالی شان مسجد موضع ملاواں میں ہے ان کے وصال کو قریب پانچسو برس ہوئے وہ سکندر لودھی بادشاہ دہلی کے عہد میں تھے ان کی اولاد میں اکثر بزرگ ہوتے ہیں سلسلۂ نسب یوں تھا ۔

مولانا فضل رحمان بن شاہ اہل اللہ بن شیخ محمد فیاض بن شیخ برکۃ اللہ بن شیخ نور محمد بن شیخ عبداللطیف بن شیخ عبدالرحیم بن شیخ الشیوخ حضرت محمد المعروف بحضرت مصباح العاشقین محمدی صدیقی چشتی ، حضرت قبلہ کا ننہال سنڈیلے میں ہے اسی بستی میں حضرت شاہ محمد آفاق کے خلیفۂ اعظم حضرت شیخ حیدر علی شاہ صاحب تھے ۔ حضرت نے مولانا تجمل حسین صاحب سے فرمایا یاد رکھو ہیں اولاد ابوبکر سے ہوں (کمالات رحمانی صفحہ ۴)

(۶۰) بچپن میں حضرت سڑک پر کھیل رہے تھے آپ ایک گاڑی کے پہیے کے نیچے دب گئے خدا کی قدرت پورے چہرۂ مبارک اور سر پر سے گاڑی کا پہیا چل گیا آپکی حیات باقی رہی صرف اتنا ہوا کہ ایک کان آپکا اس پہیے سے کٹ گیا لوگوں نے دیکھا ہے آپکا ایک کان نہ تھا آپکی پہلی شادی سے میاں عبدالرحیم اور میاں عبدالرحمن پیدا ہوئے جنکی اولاد ملاواں میں مقیم ہے (کمالات رحمانی صفحہ ۳)

(۶۱) حضرت قبلہ نے سات مرتبہ دہلی کا سفر کیا ہے چھ مہینے تک حضرت محدث دہلوی سے پڑھا، دوسری مرتبہ کے سفر میں مرزا حسن علی صاحب بنارسی بھی تھے شاہ عبدالعزیز پھر مولانا شاہ اسحاق صاحب نواسہ و سجادہ نشین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے بھی علم حدیث کو حاصل کیا حضرت مولانا شاہ محمد آفاق اولاد مجدد الف ثانی سے بیعت کی۔ اور توجہ باطنی حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت کے یہاں سو دو سو آدمیوں کا حلقہ نہیں ہوتا تھا بلکہ علیحدہ علیحدہ توجہ دی جاتی تھی اور کبھی توجہ لسانی بھی ہو جاتی تھی۔ (کمالات رحمانی صـ۳۹)

(۶۲) مولانا سید محمد علی صاحب فرماتے ہیں قرآن مجید کے ترجمہ کے موقع پر کبھی حضرت قبلہ چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ لفظ اللہ کا ترجمہ من موہن یعنی دل کا موہنے والا فرما کر حضرت نے چیخ ماری حضرات پر کیفیت طاری ہو گئی، مولانا محمد علی صاحب کو شبہ ہوا کہ نقشبندیہ میں سکون ہے پھر ان کو جذب کیسا؟ اس پر حضرت نے یہ قصہ فرمایا ہمارے خاندان نقشبندیہ میں حضرت باقی باللہ رضی اللہ تین سال ایک مجذوب کی خدمت میں رہے تھے اس کا اثر ہے کہ جذب آ جاتا ہے۔ (کمالات رحمانی صـ۴۱)

(۶۳) حضرت احمد میاں صاحب نے فرمایا کسی بڑے انگریز نے حضرت قبلہ سے کہا شیعوں میں بھی مجتہد ہوتے ہیں سنیوں میں کون مجتہد ہے؟ حضرت نے فرمایا یہی مولوی عبدالحی لکھنوی (کمالات رحمانی صـ۴۴)

(۶۴) مولوی امیر احمد صاحب معقول و منقول کے جامع اور بے مثل ادیب تھے غیر مقلد تھے، مولانا عبدالکریم صاحب کے استاد تھے آپ نے اپنے شاگرد کو لکھا تھا گنج مراد آباد میں کیا کرتے ہو؟ حضرت قبلہ کا حکم ہوا لکھ دو

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم	الا حدیث دوست کہ تکرار می کنیم

(ترجمہ) ہم نے جو کچھ پڑھا ہے سب بھلا دیا ہے سوائے دوست کی بات کے جس کو بار بار کرتے رہتے ہیں (کمالات رحمانی صـ۴۶)

(۶۵) آرہ کے مولوی ابراہیم کے استاد مولوی سعادت حسین مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ اور مولوی اکرم صاحب محدث حضرت کی خدمت میں آئے اس وقت حضرت قبلہ چادر اوڑھے ہوئے تھے آپ نے ان سب علماء کو مخاطب کر کے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر اوڑھتے وقت کون سی دعا پڑھتے تھے، کسی نے جواب نہیں دیا۔ اور کہا کہ ہم کو یاد نہیں حضرت قبلہ نے فرمایا مجھے ساٹھ برس ہوئے حدیث پڑھے ہوئے، لیکن آپ نے ڈیڑھ صفحہ کے قریب کئی دعائیں مع اسناد پڑھ دیا کمالات رحمانی صـ۴۷ (مولف حضرت نے یہ بھی فرمایا آپ سب کو صرف اختلافی حدیثیں یاد ہیں متفق علیہ یاد نہیں ہیں)

(۶۶) مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی جن کا مقام محبت میں اس شعر پر انتقال ہو گیا تھا

گفت قدوسی فقیرے در فنا و در بقا	خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

(ایک فقیر قدوس نے فنا و بقاء کے مسئلے میں کہا آپ ہی آزاد تھے آپ ہی گرفتار ہوئے) شاہ صاحب موصوف مسئلہ وحدۃ الوجود میں رنگے ہوئے تھے اس لیے حضرت قبلہ نے ان سے فرمایا نکرہ میں ہزار قید لگائی جائی مگر اسکی نکرائیت نہیں جاتی ہے وہ بہت فیضیاب ہو کر رخصت ہوئے ان کے رخصت ہونے کے وقت حضرت قبلہ نے یہ شعر پڑھا۔

سیاحی دل کن کہ دیارے بہ ازیں نیست	در یاد خدا باش کہ کارے بہ ازیں نیست

(دل میں سیاحی کرو اس سے بہتر کوئی دیار نہیں ہے دل سے خدا کی یاد ہوتی رہے اس سے بہتر کوئی کام نہیں ہے (کمالات رحمانی صـ۵۹)

(۶۷) مولانا مفتی عبداللطیف صاحب نے فرمایا حضرت قبلہ نے ہم سے

سوال کیا کہ تم کو معلوم ہے میں گنج مراد آباد میں کیوں بیٹھا ہوں ؟ ہم چپ رہے پھر خود ہی فرمایا حضرت مولانا شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے یہاں بیٹھنے کا حکم دیا ہے اس لیئے کہ یہاں ایک نبی کی قبر ہے اس پر مولانا مونگیری نے بھی تصدیق کی حضرت نے مجھ سے بھی فرمایا ہے بلکہ وہ جگہ بھی بتا دی ہے کہ وہ ٹیلے پر مزار ہے ۔ نیز فقیر تجمل حسین سے علماء کے عام مجمع میں فرمایا تھا ہندوستان میں نبی کے مزارات بہت ہیں بلکہ اس مراد آباد میں بھی ایک مزار ہے (کمالات رحمانی)

(۶۸) مفتی صاحب نے فرمایا جب ہم گنج مراد آباد حاضر ہوئے چونکہ حضرت قبلہ کی عادت تھی ہر ذی علم سے کچھ چھیڑ چھاڑ فرماتے تھے ہم سے یہ سوال ہوا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں بار بار یہ کیوں پوچھتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کب آویگی ؟ مفتی صاحب چپ رہے تو فرمایا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام (کے علوم) کا وارث وہی شخص ہوگا جو نزع کے وقت ان کے پاس ہو چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ میرے علم کا وارث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی نہیں ہے ۔ اس لیئے آپ بار بار فرماتے تھے حضرت عائشہ کی نوبت کب ہے ۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت حضرت عائشہ آپ کے پاس تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال اس طرح ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کی گود میں اور آپ کی پشت مبارک حضرت عائشہ کے سینہ مبارک سے تکیہ لگائے ہوئے تھی اس لیئے تمام علم نبوت آپ کا حضرت عائشہ رضہ کو تفویض ہوا ۔ (کمالات رحمانی ۷۰)

(۶۹) حضرت مولانا مونگیری نے فرمایا ایک روز کسی ہندو نے حضرت قبلہ کے پیر پر گرا اس پر کسی نے ڈانٹا سجدہ نہ کرو حرام ہے حضرت قبلہ نے فرمایا

اس سے تو بہتر ہے کہ پتھر کو پوجتے ہیں اور ہندو کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "کریما ببخشائے بر حال ما" (ترجمہ) اے کریم ہمارے حال پر بخشش فرما) (کمالات رحمانی ص۷۰)

(۷۰) حضرت قبلہ کا ارشاد ہوا میاں تجمل حسین قرآن میں ایک جگہ ہے لن ترانی تو دوسری جگہ حسب درخواست موسیٰ علیہ السلام ارنی ہے ۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ذات کو دیکھنا چاہا تھا تو ارشاد ہوا لن ترانی یعنی لطیف ذات کو یہ کثیف خاکی کیونکر دیکھ سکتا ہے دوسری جگہ ارشاد ہوا ہم خدا ہیں یہ وادی مقدس ہے کھڑاوں اتار دو تو ارشاد رب العالمین ہوا ہماری صفات دیکھو ایک آگ کے پردہ میں جو مادی تھا نظارہ ہوا حضرت موسیٰ اس تجلی کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے حضرت قبلہ نے تجلی کا ترجمہ جھلک فرمایا یعنی کچھ دیکھا کچھ نہیں دیکھا (کمالات رحمانی ص۷۳)

(۷۱) مولوی [redacted] علی ساکن فتح پور ضلع بارہ بنکی حضرت قبلہ کے معتقد تھے ۔ (حضرت کے شاگرد)
(کمالات رحمانی ص۷۵)

(۷۲) مولوی حکیم عظمت حسین صاحب نے فرمایا حضرت قبلہ نے فرمایا تم لوگ کہتے ہو انصاری کی سلطنت کیسی ہوئی اور فلاں قوم کی کیسی ہوئی ؟ پھر خود ہی ارشاد فرمایا ارے میاں سب اللہ کے بندے ہیں آدمی جو باغ لگاتا ہے اس میں سب طرح کے درخت ہرے اور پیلے ہوتے ہیں مالی اور باغ لگانے والے کو سب درختوں کا خیال ہوتا ہے جیسے کمہار سب طرح کے برتن بناتا ہے (کمالات رحمانی ص۷۶)

(۷۳) مولوی محمد شاہ محدث رام پور تشریف لائے حضرت قبلہ نے پوچھا تم کب سے حدیث کی خدمت کرتے ہو فرمایا بیس برس سے آپ نے دریافت کیا صاحب حدیث کو بھی دیکھا فرمایا ہاں خواب میں دیکھا ہے حضرت قبلہ نے فرمایا تم جاگتے ہو حدیث پڑھنے ۔

میں اللہ کو کبھی محبت اور کیا پیار ہوتا ہے پھر اس کی ایک مثال بتائی محدث رامپوری
فرماتے ہیں اس مثال کو سننے کے بعد حدیث پڑھانے میں بڑا لطف ہوا (کمالات رحمانی ص۳۷)
(۴۳) مولوی فخرالدین صاحب سے معلوم ہوا مولانا عبدالحق صاحب دہلوی مفسر
تفسیر حقانی جب حضرت قبلہ کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا کہاں سے آتے ہو اور
کیا کام کرتے ہو کہا کہ میں تفسیر لکھتا ہوں آپ خوش ہوئے اور حسب عادت آپ نے
پوچھا (رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا) میں کونسا وقف (انفسنا) پر ہے) کیونکہ
اگر وقف نہ ہو تو (و) متصل (اگرچہ پھر کے معنی میں) ہو جائیگا پھر خود ہی فرمایا
اس آیت میں وقف توقیفی ہے پھر ترجمہ قرآن شریف شروع ہوا۔ حضرت قبلہ
نے ان سے دریافت کیا سب چیزیں دو گواہ ہیں۔ زنا میں چار گواہ کیوں ہیں؟ پھر خود
ہی جواب دیا دو اور دو چار ہونے میں یعنی زانی کی طرف سے دو اور زانیہ کی طرف سے
دو گواہ۔ جناب مولانا عبدالحق مصنف تفسیر حقانی کے دل میں خیال آیا ہمکو تو شاہ غلام علی
صاحب سے تعلق ہے ان کے ملنے والے سے مرید ہونا چاہیے آپ نے فوراً بیان
فرمایا میں ایک بار شاہ غلام علی صاحب۔ کے پاس گیا تو آپ نے میری بہت
تعظیم و تکریم کی اور شاہ صاحب نے مجھکو ایک توجہ بھی دی۔ یہ سن کر مولانا موصوف
حضرت قبلہ کے مرید ہو گئے طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت لی اور دوسرے طرف یعنی قادریہ
و چشتیہ کی بھی اجازت دی (کمالات رحمانی ص۹۵)
(۴۴) ایک مرتبہ ہم (محمد حسین) نے بہت عمدہ بچھونا سوار بنارس کا بنا ہوا حضرت
قبلہ کو پیش کیا آپ بہت خفا ہوئے تم مولوی ہو کر ایسی چیز لائے تم تسبیح لاتے
ہم لوگ جب مرشد کے پاس جاتے تھے تو پیسہ اتنا نہیں تھا کھیت سے کلوخ کا
ڈھیلا اٹھا لیتے تھے۔ مرشد کے آداب کے سلسلہ میں حضرت قبلہ نے بیان کیا کہ
تحفہ ضرور لے جائے۔ ہم نے عرض کیا تمام دن آگ روشن رہتی ہے یہ صرف بے جگہ

اور اسراف میں داخل ہے جس کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا (اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ)
بیشک وہ اسراف کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا) ارشاد ہوا تم نہیں سمجھے محلّہ کے
غریب لوگ آگ لے جاتے ہیں اور چلنے لگے تو دو چار گنڈے بھی لے لیا حضرت قبلہ
کا قلب رحم والی حدیث پر ہے۔ اس (مسجد) کے پیش دروازے سے تھوڑی بازار لگتی تھی
بعض غریب دوکانداری کوئی چیز نہیں بکتی تھی حضور خود ایک روز بازار سے لوہے کی کرچھل
لے آئے اور مجھ سے کہا دیکھو کیسی سستی لی ہے فرمایا خدا کے فضل سے دس آنے میں ہوا
ہے مجھکو ہنسی آگئی ضبط نہیں ہو سکا میں نے عرض کیا حضرت یہ تو دو آنے میں آتی ہے
فرمایا تم نہیں جانتے ہو جس مسافر کے پاس ڈوری اور لوٹا نہیں ہوتا تھا آپ بہت
خفا ہوتے تھے راستہ میں طہارت اور وضو کس طرح کروگے۔ میں نے آپ سے تسبیح
مانگی آپ بہت خفا ہوئے سوال حرام ہے۔ یہ بھی فرمایا میں نے کبھی اپنے مرشد سے نہیں
مانگا بلکہ اگر میرے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا کلوخ کا ڈھیلا لے کر پیش کیا کرتے تھے۔
(کمالات رحمانی ص۳۴-۳۵)
(۴۵) مولوی محب اللہ صاحب نے حضرت قبلہ سے عرض کیا نواب کلب علی خاں
والی رامپور کو آپ سے ملنے کی بہت تمنا ہے اور ان کے پاس اس وقت ہندوستان
کے بڑے بڑے علماء و درویش جمع ہیں۔ مگر صرف حضور کی کمی ہے مولوی صاحب نے
یہ بھی کہا کہ اگر مولانا تشریف لاویں تو تم کیا قدر کروگے نواب صاحب رامپور
نے کہا ہم لاکھ روپیہ حضرت کو نذر کرینگے حضرت نے سکوت فرمایا مولوی صاحب
پھر دوبارہ عرض کیا ارشاد ہوا لاکھ پہ مجھکو خاک ڈال دو یہ شعر پڑھا ہے

دلم چو قبلہ نما ز فارغ از طپیدن نیست | بعالمے کہ منم رسم آرمیدن نیست

(ترجمہ) میرا دل قبلہ نما سوئی کی طرح تڑپنے سے فارغ نہیں ہے۔ میں جس عالم میں
ہوں وہاں آرام کرنے کا دستور نہیں ہے (کمالات رحمانی ص۳۵)

(۷۶) زمانہ علالت میں راقم الحروف (تجمل حسین) نے خیریت دریافت کی۔
حضرت نے یہ شعر پڑھا۔

عاشقاں را درد و غم حلوہ بود | گرچہ با نزد کساں بلوہ بود

(ترجمہ) عاشقوں کے لیے درد و غم حلوہ ہے اگرچہ وہ دوسرے لوگوں کے نزدیک بلا ہے۔ (کمالات رحمانی ص۹۱)

الف (۷۷) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت قبلہ کی عشقیہ نسبت کے سلسلہ میں مولوی عبدالعلی عباسی نے یہ واقعہ بیان کیا جب آپ لکھنؤ آئے تھے اور ٹیلے کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے، حضرت قبلہ بازار کی طرف تشریف لے چلے ہم لوگ بھی ساتھ ہوئے ایک برتن والے کی دوکان پر تشریف فرما ہو گئے فرمایا اچھا تو مال دو دوکاندار نے اعلیٰ درجہ کا بیش قیمت لوٹا نکال کر دیا فرمایا نہیں دوسرا نکالو بہت لوٹے نکالے گئے آپ کو پسند نہیں ہوئے ایک بہت پرانا لوٹا نکلا اسکو آپ نے پسند کیا قیمت دریافت کیا دوکاندار نے کہا حضرت یہ لوٹا بہت خراب ہے اس کی قیمت ڈیڑھ یا کچھ کم بتائی آپ نے فرمایا تم بدلتے ہو اس کی قیمت پانچ روپئے ہے الغرض پانچ روپے دیکر آپ نے خرید لیا لوگوں کو تعجب ہوا بعض لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا اس لوٹے کو بہ نسبت دوسرے لوٹوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب زیادہ ہے (کمالات رحمانی ص...)

(۷۷) ہم نے (تجمل حسین نے) عرض کیا آپ نے اہل وعیال کو نوکری کے ذریعہ رزق پہنچایا ہے یا توکل کے ذریعہ آپ نے فرمایا ہم نے کبھی نوکری نہیں کی مگر جب ہم دہلی گیا تو کتاب صحیح کرنے کیلئے لوگوں نے کچھ مقرر کر دیا تھا یہ بھی فرمایا ایک مرتبہ فرنگی پل بنا تے تھے اس میں ایک روز دو آنے پر مزدوری کی یہ

یہ بھی فرمایا پانی بھرنے کا ڈول کنوئیں میں گر گیا اس نے بہت لڑائی کی تب سے مزدوری کرنے نہیں گئے جب کبھی فاقے کی قربت ہوئی تو دس آنے میں جوتے بیچ آئے تب کھانا پکا۔ (کمالات رحمانی ص۹۶)

(۷۸) قرض لینے کی روش جب حضرت نے دہلی کی خانقاہ سے اختیار کی تھی اور جس قدر آپ قرض لیتے بیٹھے عشق جنری میں صرف ہوتا تھا۔ (کمالات رحمانی ص۹۴)

(۷۹) ایک مرتبہ شاہ عبدالحق کانپوری سجادہ نشین اپنے والد شاہ غلام رسول صاحب کانپوری ملاقات کیلئے آئے حضرت قبلہ کو کسی رئیس نے ایک بیش قیمت عبا نذر کی تھی اور ایک قرآن شریف قیمتی اٹھارہ ۱۸ سو روپئے کا نذر کیا تھا حضرت قبلہ نے فرمایا کہ شاہ صاحب۔ آپ کپڑا بڑا پر تکلف پہنتے ہیں عبا کو آپ ہی لیجئے اور یہ قرآن شریف بھی آپ ہی رکھئے شاہ صاحب۔ اس سخاوت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا توکل اس کو کہتے ہیں (کمالات رحمانی ص۹۴)

(۸۰) ایک ہندو بنیے نے آپ سے عرض کیا ایک لڑکی کی شادی ہونے والی ہے مگر ہمارے یہاں تلک کی رسم ہوتی ہے اس میں چھ سو مانگتے ہیں اسی درمیان میں نواب خورشید جاہ بہادر حیدرآباد سے زیارت کے لیے آئے اور ہزار روپے لائے آپ نے بنیا کو چھ ۶ سو روپئے دے باقی چار ۴ سو اپنے قرض خواہوں کو دیا نواب صاحب۔ نے عرض کیا سفر کے سبب سے روپیہ کم ہو گیا اس لیے قلیل نذر کیا۔ (کمالات رحمانی ص۹۵)

(۸۱) ایک بار کسی شخص کی حاجت بر آئی اس کی خوشی میں آٹھ ۸ سو جلد قرآن شریف کی لایا آپ نے ایک گھنٹہ میں سب کو گاؤں والوں میں تقسیم کر دیا۔ (کمالات رحمانی ص۹۵)

(۸۲) راقم الحروف (تجمل حسین) گنج مرادآباد شریف میں موجود تھا فن حدیث میں نسائی بہت خوشخط تصحیح شدہ حضرت قبلہ کے یہاں آئی آپ اس میں درس

دینے لگے ہم اس پر عاشق ہو گئے۔ کتاب ہم کو مل گئی حضرت نے ایک
جگہ کھول کر فرمایا دیکھو یہاں غلطی کی ہے معلوم ہوا کچھ ورق چھوٹ گئے
ہیں حضرت قبلہ نے فرمایا دو ورق چھوٹ گئے ہیں مطبع والوں سے طلب
کرو (کمالات رحمانی ص۹۶)

(۸۳) ایک روز شاہ صبیح اللہ کے داماد پر جن کی تسلیط ہوئی ان کے صاحبزادے
فقیر (تجمل حسین) کو بلانے آئے کہ والد دم کرنے کو بلاتے ہیں ہمکو پہلا روزہ
تھا کہ مخلوق طلب کرنے لگی سردی کا دن تھا حضرت قبلہ کی عنایتی دولائی
جس کے نیچے حضرت نے ستر بہتر (۷۰ یا ۷۲ لاکھ) اللہ اللہ کرنے کو فرمایا
تھا جس جگہ سے جانا یہ تمکو نور قد دیا ہے اوڑھ کر گیا۔ لڑکا اچھا ہو گیا (پورا قصہ
اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے) (کمالات رحمانی ص۳۰۳)

(۸۴) ہمارے بھائی سواحد حسین صاحب نے ہم سے (تجمل حسین سے) کہا تھا حضرت
قبلہ سے عرض کرنا ساس اور بہو سے میل محبت نہیں ہے اس کے لیے دعا کریں
حضرت قبلہ یہ سن کر بہت خفا ہوئے ایسی عورت کا مرتے وقت منہ کالا ہو
جاتا ہے گویا حضرت قبلہ نے بہو پر ساس کی اطاعت کو فرض سمجھا۔ مگر اس
تاریخ سے خدا کی شان بی بی صاحبہ کو والدہ سے محبت ہو گئی اور بہت خدمت
کی وہ راضی ہو گئیں۔ (کمالات رحمانی صفحہ ۱۰۳-۱۰۴)

(۸۵) ایک بار سفر حج میں رات کو سارے سمندر میں ایک عجیب روشنی تھی سمندر
کا نیلا پانی مثل دودھ کے سفید نظر آیا اور سمندر میں لہروں کے بجائے سکون ہو
گیا جہاز کے افسر نے کہا جہاں ۲-۲۸ میل غار ہوتا ہے وہاں سکون ہو جاتا ہے حضرت
قبلہ سے آکر عرض کیا آپ بہت خوش ہوئے وہ شب قدر تھی شکر ہے تمکو
(تجمل حسین کو) زیارت ہوئی (کمالات رحمانی ص۱۱۹)

(۸۶) مولانا محمد عارف صاحب ہرسنگھ پوری دربھنگوی حضرت قبلہ کے خاص مرید
ہیں عرصہ تک آپ کی خدمت بمقام گنج مرادآباد رہے آپ سے تبرکاً مشکوٰۃ شریف
پڑھی فرماتے تھے حضرت قبلہ کے مثل کوئی نظر نہیں آتا یہ بھی فرمایا آپ اس شعر
کے مصداق تھے ؎

در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق | ایں چنیں نرجامہ عشق کم بود اندر جہاں

(ترجمہ) ایک ہاتھ میں شریعت کا پیالہ دوسرے ہاتھ میں عشق کا پھندا
ایسا خوبصورت منظر دنیا میں کم ہوتا ہے (کمالات رحمانی صفحہ ۱۲۰)

(۸۷) مولوی محمد عارف صاحب نے بیان کیا میرے سامنے ایک طبیب صاحب آئے
حضرت قبلہ نے ان سے پوچھا کیا کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا مطلب کرتا
ہوں آپ نے فرمایا میری نبض دیکھو، انہوں نے دیکھ کر کہا ضعف ہے
تقاضائے سن ہے۔ یہ سن کر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

نبض میری دیکھ کر کہنے لگا ناداں طبیب | یہ کبھی اچھا نہ ہوگا عشق کا آزار ہے

(کمالات رحمانی ص۱۲۱)

(۸۸) مولوی محمد عارف صاحب نے فرمایا مسلم شریف پڑھاتے وقت جو حضرت
عمر سے روایت ہے اگر میں خلیفہ بناؤں تو یہ بھی سنت ہے کہ حضرت ابوبکر
نے مجھکو بنایا ہے اور اگر نہ بناؤں تو یہ بھی سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنا خلیفہ نہیں بنایا حضرت قبلہ نے فرمایا میں کیا کروں؟ مولانا
عبدالکریم صاحب نے عرض کیا حضور خود جانتے ہیں کیا "افضل ہے" اس
پر آپ نے سکوت فرمایا۔ (کمالات رحمانی ص۱۲۱) (از مؤلف) خلیفہ بنانا ہی
افضل ہے اس لیے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے بعد
خلیفہ بنایا پس یہ سنت مرفوعہ ہے بعد کے تمام بزرگان دین نے اسی کو اختیار

کیا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامزد کر کے خلیفہ نہ بنانا حکمت الٰہیہ پر مبنی تھا جسکو اہل معرفت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

(۸۹) مولانا محمد عارف صاحب موصوف فرماتے ہیں جس سال حضرت قبلہ کا وصال ہوا رمضان شریف میں گنج مرادآباد میری حاضری ہوئی ستائیسؔ کی شب کو آپ نے فرمایا آج کی رات بہت مبارک ہے جو عاقبول ہوتی ہے آخر رات میں میں استنجاء کے لیے نکلا ترشح ہونے لگا مجھے یقین ہوا آج شب قدر ہے حضرت قبلہ نے پہلے سے شب قدر ہونے کی خبر دی تھی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا الحمدللہ اس زمانے میں بھی ایسے لوگ ہیں جن سے رمضان شریف ملنے آتے ہیں میں نے اپنے استاد مولانا عبدلواسع صاحب سعدی پرؔبلا ور بھنگوری سے اس واقعہ کو بیان کیا فرمانے لگے اس میں آپ نے خبر دی ہے یہی آخری سال ہے رمضان شریف بھی رخصت ہونے کو آئے چنانچہ اسی سال آپکا انتقال ہوا (کمالات رحمانی صـــ۱۲۳)

(۹۰) مولوی محمد عارف صاحب نے یہ بھی بیان کیا حضرت قبلہ کے سامنے شب قدر کا ذکر ہوا آپ نے مصرعہ فرمایا۔ ہر شب شب قدرست اگر قدر بدانی (ترجمہ) اگر قدر جان لو تو ہر رات شب قدر۔ (کمالات رحمانی صـــ۱۲۳)

(۹۱) حضرت قبلہ کی یہ بھی عادت تھی چادر اوڑھ کر لیٹ جاتے تھے کہ ایک قسم کا حجرہ ہو جائے ہم لوگ سمجھتے تھے کہ مقام تحیر میں ہیں (کمالات رحمانی صـــ۱۲۳)

(۹۲) ایک مرتبہ کسی نے آپ کی مجلس میں حضرت شاہ علی حبیب صاحب "پھلواری شریف" کا ذکر کیا اور ان کے اوصاف بیان کرتے رہے آپ بہت متوجہ ہو کر سنتے رہے پھر حضور نے فرمایا میاں وہ بڑے صاحب ایمان تھے عرض کیا حضرت صاحب ایمان تو سبھی ہیں ارشاد ہوا وہ ایمان جس کا ذکر حدیثوں میں (کمالات رحمانی صـــ۱۲۳)

(۹۳) شاہ محمد صاحب نے بیان کیا ایک عرب صاحب نے گرم چائے بنا کر حضرت قبلہ کو پیش کیا جس سے دہنِ مبارک کو تکلیف ہوئی جلال میں آ کر پینا چھوڑ دیا فرمایا ایسی گرم چائے پینا کسی مسلمان کا کام ہے؟ مولانا مونگیری فرماتے ہیں پھر دوسری چینی کی پیالی میں ٹھنڈی کر کے پیا۔ حکیم صاحب کہتے تھے بہت گرم چائے پینے سے جگر خراب ہو جاتا ہے۔ (کمالات رحمانی صـــ۱۲۴)

(۹۴) حضور پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ فرمانے لگے حضرت مسجد کے پاس بیٹھے ہیں اور بہت اولیاء مثل نظام الدین اولیاء کے جمع ہیں آپ نے اسی کیفیت میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرتضیٰ علی کو فرمایا ان سے تمہارا (تجمل حسین کا) ہاتھ پکڑا دیجیئے کئی دن کے بعد ہم نے (تجمل حسین نے) عرض کیا حضور نے ہاتھ پکڑنے کو آں حضرت سے فرمایا تھا تو خفا ہو کر فرمایا کب ہم نے کہا ہے! پھر دوسری شب کو ہم اور مولانا عبدالکریم صاحب پیر دبانے گئے تو (ہم سے) فرمایا تم چھوڑ دو تم کو طاقت نہیں ہے شاید سنیؔ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں رکھتے تھے مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ فرمایا کہ میاں تجمل حسین کو سمجھا دو کہ خدا کا شکر ہے ہمیں بہت لوگ ایسے ہیں وہ بزرگ ہیں مگر ان کو خبر نہیں۔ یہ مقام محویت کا تھا کہ بھول گئے جب ہوش میں آئے تو انکار تھا بعض وقت آپ نے کسی حالت میں فرمایا دیکھو شاہ عبدالعزیز صاحب تشریف لائے تھے گئے یا نہیں جب ہم (تجمل حسین) گئے اور خبر دیا تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ ارشاد ہوا ہم نے کب کہا تھا؟ اور ان کو اپنی آپ خبر نہیں ہوتی ہے کہ ہم کس درجہ میں ہیں۔ (کمالات رحمانی صـــ۱۲۵)

(۹۵) ایک بار میں (تجمل حسین) نے مرادآباد میں مغرب کی اذان بہ لحن مصری دی جس کو میں نے مکہ معظمہ میں حرم کے مؤذن سے سیکھا تھا۔ میں سمجھا حضرت قبلہ خوش ہوئے ہونگے جب میں بعد مغرب حجرہ میں داخل ہوا تو حضور نے فرمایا

لوگ اذان بہت غلط دیتے ہیں مجھ سے فرمایا تم نے بھی غلط اذان دی۔ اور
مکہ کے لوگ بھی اذان غلط دیتے ہیں۔ مجھے یاد آیا واقعی بیت اللہ کی اذان میں
گٹکری بہت لیتے ہیں اللہ اکبر کی (ر) کو تانتا اور تمام الفاظ کو کھینچنا خاصا گانا
ہوتا ہے آدھے گھنٹہ میں وہاں اذان ہوتی ہے (کمالات رحمانی ص١٣٦)

(٩٦) حضرت قبلہ کی خدمت میں لفٹیننٹ گورنر دو مرتبہ آئے پہلی مرتبہ کی آمد کو تقریباً
پچاس برس ہوئے اس آمد میں غالباً چودھری صاحبان سندیلہ بھی ساتھ تھے
اس نے آپ سے پوچھا ہماری سلطنت سے آپ خوش ہیں فرمایا ہاں خوش
ہوں تم نے سڑکیں بنوائیں کچہری اور عدالت بنوائی پاخانے بنوائے پھر پوچھا
آپ کسی بات سے ناخوش بھی ہیں فرمایا ہاں تمہارے عہد میں رشوت بہت ہے
اسکا انتظام کرو دوبارہ زمانہ وصال کے قریب آئے اس نے آپکی عمر اور آنکھ
کی روشنی کا حال پوچھا آپ نے فرمایا میں بفضلہ تعالیٰ چاندنی رات میں عبادت
پڑھ لیتا ہوں ڈاکٹر جو ساتھ تھے آپکی آنکھ دیکھنے لگے بہت تعجب کیا پھر
آپکی تصویر کھینچنے کا ارادہ کیا اسی طرح کمشنر جج کلکٹر صاحبان ہمیشہ آیا کرتے
تھے انکو آپ نصیحت فرمادیا کرتے تھے دیکھو ظلم نہ کرنا خدا کی مخلوق تمہارے
ماتحت کی گئی ہے بعضوں کو ان کی عورتوں کے باہر نکلنے پر منع فرماتے تھے
کہ تم بڑے بے شرم ہو۔ ایک مرتبہ ہائی کورٹ کا اعلیٰ افسر اس تحقیق کے
لیے آیا تھا کہ آپ کے پاس ہر ملک کے لوگوں کا مجمع کیوں رہتا ہے آپ نے
فرمایا توبہ کے لیے لوگ آتے ہیں ہم ان کے گواہ ہو جاتے ہیں تم بھی شرک
سے توبہ کرو ہم گواہ ہو جائیں گے وہ انگریز بہت خوش ہوا (کمالات رحمانی ص١٤٤)

(٩٧) ایک مرتبہ حضرت احمد میاں صاحب نے ہماری اور شاہ سلیمان صاحب
پھلواروی کی دعوت قوالی کی کی۔ عبدالقادر خاں کے مکان میں گانا شروع

ہوا۔ احمد علی نے حضرت قبلہ سے آکر شکایت کی ان لوگوں نے قوالی کی
مجلس شروع کی ہے اور گانا ہو رہا ہے حضور نے فرمایا کیا اس مجلس میں ڈھولک
اور ستار بھی ہیں انھوں نے کہا صرف گانا ہے حضرت نے ان کو خوب ڈانٹا ایسا
تو ہم خود گا لیتے ہیں ہم (تجمل حسین) جب حاضر ہوئے فرمایا کیا گانا تھا؟ ہم نے آپ
کے سامنے پڑھ دیا۔

موسے پیت کا وعدہ کرکے پیا کیوں پیت بنھانا چھوڑ دیا
وہ مہر کی انکھیاں پھیر لیں اور دم آنا چھوڑ دیا
کس دیس میں جاکے بسے ہو پیا دیس میں آنا چھوڑ دیا
(کمالات رحمانی ص١٤٦)

(٩٨) جناب مولانا مونگیری فرماتے ہیں حضرت قبلہ نے موجودہ زمانہ کے علماء کے اوقات
ضائع کرنے پر فرمایا اللہ کی رحمت وسیع ہے بخش دیگا مگر کس کام کی وہ زندگی جب
کوئی بات پیدا نہیں کی یعنی اللہ سے رابطہ نہیں پیدا کیا۔ حضرت قبلہ نے بڑی
خوشی سے فرمایا اگر ذرہ بھر بھی دل میں محبت پالی ہو اس کے مقابلے میں بادشاہی
ناچیز ہے۔ (کمالات رحمانی ص١٤٧)

(٩٩) حضرت قبلہ نے مولانا شاہ سلیمان پھلواروی کو ایک سبز ریشمی عمامہ دیکر رخصت
کیا اور اجازت وعظ کی دی کہ وعظ کہا کرو (کمالات رحمانی ص١٤٨)

(١٠٠) ملکیشم کے رئیس حکیم تحریر فرماتے ہیں ایک بار عید الفطر تھی میں نے عرض کیا حضرت
جی چاہتا ہے عید کی نماز مراد آباد شریف میں پڑھوں فرمایا میں امامت نہیں کرتا
ہوں اچھا جاؤ نماز ایک میدان میں ہوتی ہے جو مسجد کے پیچھے ہے میں اور میاں
واحد حسین فرخ آبادی وغیرہ سات بجے میدان میں پہونچ گئے تھوڑی دیر
کے بعد ہم نے دیکھا حضرت قبلہ تشریف لا رہے ہیں لوگوں نے دیکھا حضرت

کے مبارک سر اور مزار شریف عارفی پر نور کا علم تھا۔ میں بقسم عرض کرتا ہوں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چاند پر ہالہ تھا۔ میری بہت درویشوں سے ملاقات ہوئی مگر ایسی کیفیت کہیں نہیں دیکھی (کمالات رحمانی ص ۱۴۰)

(۱۰۱) حضرت قبلہ کی وفات کے ایام میں عبدالقادر خاں رونے لگے آپ ہم لوگوں کو دنیا میں چھوڑے جاتے ہیں جب طبیعت اور پریشانی ہوتی تھی تو حاضر خدمت ہوتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کیا کھیونا (ٹھینگا) بھر زمین میں جانے سے بھول جائیں گے۔ (کمالات رحمانی ص ۱۴۳)

(۱۰۲) حضرت قبلہ کے انتقال کے بعد سب لوگ مراد آباد گئے مگر ہم (تجمل حسین) کو یہ تردد ہوا ہم سے مزار دیکھا نہ جائیگا اس لئے ہم نہیں گئے سبب حضرت کا چہلم ہوا ہم پھلواری میں تھے آپ نے خواب میں فرمایا سب کوئی آئے مگر تم پسر کر نہیں آئے چنانچہ ہم آئے اور مزار پر گئے ایسا فیض ہوا سب رنج جاتا رہا شب کو خواب میں دیکھا حضرت مزار سے نکل آئے ہیں اور آپ کے پیچھے احمد میاں بھی ہیں۔ (کمالات رحمانی ص ۱۴۳)

(۱۰۳) مولوی حکیم عبدالقیوم صاحب سے معلوم ہوا کہ ہمارے والد ماجد مولانا انور احمد صاحب محدث ساکن موضع ڈیانواں ضلع عظیم آباد پٹنہ مولوی فدا حسین معقولی محی الدین نگری کے ساتھ حضرت قبلہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور حدیث مسلسل بالاولیت کی سند لی جو حضرت کو مولانا شاہ

عبدالعزیز دہلوی سے ملی تھی ان پر ایسا اثر ہوا کہ ہمیشہ گریہ طاری رہتا تھا بلکہ بعض اوقات دوسروں پر بھی اس کا اثر ہوتا تھا (کمالات رحمانی ص ۱۴۳)

(۱۰۴) حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ اپنی عربی کتاب (نزہۃ الخواطر) میں تحریر فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے زمانے میں جن علماء و مشائخ کی

زیارت کا شرف حاصل کیا ان میں کسی کو سنن نبوی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال اور طور و طریق کا آپ سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں آپ طریق نبوی سے انحراف پسند نہیں کرتے تھے ورع و اتباع، قناعت و استغناء، بذل و عطا اور زہد و کرم میں آپ فرد فرید تھے مال کو جمع رکھنا اور فقر و فاقہ سے ڈرنا آپ نہیں جانتے تھے ہزاروں روپیہ خدمت میں آتے اور آپ اسی دن لوگوں میں تقسیم کر دیتے یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ روپیہ پیسہ پر کوئی رات گزرے پہننے اور کھانے میں کوئی تکلف اور اہتمام نہیں تھا علماء کے خصوصی لباس کے پابند نہیں تھے قول حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے خواہ وہ کیسا ہی ظالم و جابر کیوں نہ ہو، علم و عمل زہد و ورع، شجاعت و کرم، جلالت و ہیبت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں اپنے معاصرین میں فائق اور ممتاز نظر آتے تھے اسی کے ساتھ اخلاص، ہوانیت، گریہ و زاری، ذکر و استغفار، دعوت الی اللہ، حسن اخلاق، فیض رسانی عام میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے اگر حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر میں قسم کھاؤں کہ میں نے دنیا میں ان سے بڑھ کر کریم اور درہم و دینار سے بے تعلق کتاب و سنت کا پیرو نہیں دیکھا تو میں حانث (قسم کو توڑنے والا) نہیں ہوں گا اس کے ساتھ کتاب اور سنت العمل اللہ کا ان سے بڑا عالم نہیں پایا ظہر سے پیشتر اور ظہر کے بعد اور اکثر عصر کے بعد بھی قرآن حکیم اور حدیث شریف کا درس دیتے آپ خود ہی قراءۃ فرماتے تھے اور احادیث پر تقریر فرماتے تھے۔ جہاں تک آپ کے کشف و کرامات کا تعلق ہے دلالۃ تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور اس بارے میں اولیائے متقدمین میں بھی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کے علاوہ اور کوئی نظیر نہیں ملتی (تذکرہ ص ۱۷)

(۱۰۵) ایک مرتبہ نواب خورشید جاہ حیدرآبادی نے ہزار روپیہ کا نوٹ نذر کیا
ایک بنیا دیر سے عرض کر رہا تھا لڑکی کی شادی کے لیے چھ سو روپیہ چاہیئے
حضرت نے نوٹ اس کے حوالے کیا چھ سو روپیہ لیکر چار سو روپیہ یہاں
دے جانا بھی اُس بنیئے کو دے دے جو صبح شام آٹا پہونچاتا تھا۔ ہزارہا روپئے
آتے تھے سب کھانا کھلانے اور دینے لینے میں خرچ ہو جاتے تھے۔
(فضل رحمانی ص۱۴۶ و تذکرہ ص۱۴۳)

(۱۰۶) ایک مرتبہ فقیر کے (تحمل حسین کے) سامنے ایک ٹوکرہ مرادآبادی برتن کا
آیا حضرت نے بعد مغرب سب نمازیوں کو برتن تقسیم کر دئے لوٹا اسے
کھڑے ہوئے تھے وہ ایک برتن ان کو دے کہ صاحبزادی کو دے آؤ ایک
گلاس اپنے لئے رکھ لیا اس کو رات میں کسی مسافر کو دے دیا (فضل رحمانی ص۹۵
تذکرہ ص۱۴۳)

(۱۰۷) اہل مطبع ہمیشہ آپ کو قرآن شریف اور کتابیں بھیجا کرتے تھے دیہات کے لوگ جمعہ
پڑھنے آتے تھے آپ پوچھتے تھے تمہارا لڑکا جس نے کہا قرآن شریف پڑھتا ہے اس کو
آپ دے دیا کرتے تھے شام تک کچھ کتاب وغیرہ باقی نہیں رہتی تھی۔ آم کے
زمانے میں ٹوکروں آم آتے تھے اور شیرینی بکثرت آتی تھی اہل مسجد و بستی کے لوگوں
میں تقسیم ہو جاتے تھے۔ (فضل رحمانی ص۹۵ تذکرہ ص۱۴۳)

(۱۰۸) صدہا قسم کے کپڑے حضرت قبلہ کی خدمت میں آتے تھے تھان، ململ، شال،
دوشالہ اور کمخواب سب طرح کی چادریں گذرتی تھیں مگر آپ سب تقسیم کر
دیتے تھے خود وہی آٹھ گز کا کپڑا از قسم گاڑھا ویسا ہی انگرکھا پہنتے تھے (فضل رحمانی
ص۹۵ تذکرہ ص۱۴۴)

(۱۰۹) ایک بار وزیر لکھنؤ پر عتاب شاہی ہوا۔ حضرت کے معتقد سیف الدولہ کے

اُن وزیر سے کہا اب کوئی اور چارہ نہیں ہے حضرت قبلہ ... لکھنؤ میں آئے ہوئے
ہیں ان سے اگر التجا کیجیے تو کام بن جائے گا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
مطلب عرض کیا۔ حضرت نے بشارت فرمائی۔ بادشاہ نے وزیر صاحب کو
بلا کر اعزاز بخشا۔ وزیر صاحب دو ہزار روپئے نذر لائے حضرت نے فرمایا روپیہ
ہم کیا کریں گے تم ان روپیوں کے قرآن مجید چھپوا دو پھر آپ لکھنؤ سے چلے گئے
اور ایک برس کے بعد لکھنؤ آئے قرآن شریف چھپ چکے تھے وزیر صاحب
کو خبر ہوئی قرآن مجید کی تمام جلدیں ایک اونٹ پر لدوا کر اور ایک گھوڑا مع
ساز و سامان لیکر آئے اور نذر کیا حضرت بہت خوش ہوئے اور سندیلہ کی
طرف روانہ ہوئے اور سندیلہ تک سارے قرآن مجید بانٹتے ہوئے آئے بلکہ
اونٹ بھی دے دیا تھا جن کو گھوڑے کا ساز و سامان تقسیم کر دیا۔ آخر
میں گھوڑا بھی کسی کو عطا فرما دیا (فضل رحمانی ص۱۴۷۔ تذکرہ ص۱۴۶)

(۱۱۰) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے نواب صدر یار جنگ
مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی سے خود سنا۔ ایک بار سر شام کسی نے حضرت
قبلہ کو پانچ سو روپئے نذر کئے اسی وقت اعلان فرما دیا ہمارے حجرہ کی دیوار
گری جا رہی ہے اس کی مرمت کی ضرورت ہے۔ اہل قصبہ اس ادا سے واقف
تھے بہت سے شرفا اور غربا ٹوکریاں اور پھاوڑوں وغیرہ لے کر حاضر ہو گئے اور
کسی نے دیوار کو ہاتھ لگایا اور کسی نے کچھ کیا آپ نے کسی کو کچھ دیا اور کسی کو کچھ دیا
سونے سے پہلے پہلے ساری رقم تقسیم فرما کر فارغ ہو گئے کسی صاحب نے عرض کیا آخر ایسی
کیا عجلت تھی؟ فرمایا واہ ہماری دیوار گری جا رہی تھی تم باتیں بناتے ہو (تذکرہ ص۱۴۶)

(۱۱۱) آخر زمانے میں نواب صدیق حسن خان صاحب رئیس بھوپال نے سو روپیہ مہینہ ریاست سے
مقرر کرا دیا تھا مگر کبھی آپ نے اس سے اپنا کام نہیں چلایا بلکہ ایک مرتبہ نواب
صاحب موصوف نے کہلا بھیجا سو روپیہ ہر ماہ میں ریاست سے مقرر کرا دیا
تھا مگر کبھی آپ کے پاس جاتا ہے۔ آپ کو ملتا ہے یا نہیں آپ۔

اُنہوں نے نہایت بے توجہی سے فرمایا میں نہیں جانتا کیا سو روپیہ آتا ہے۔ مجھے تو کبھی ملا نہیں۔ حقیقت اس کی یہ تھی آپ کے نزدیک روپیہ کی قدر ٹھیکری کے برابر نہ تھی لہٰذا اس کی طرف التفات نہ تھا گھر کے لڑکے منی آرڈر لیکر اپنے مصرف میں لاتے تھے (فضل رحمانی صفحہ ۱۱۵ تذکرہ صفحہ ۶۵)

(۱۱۲) مولوی محمد یحییٰ لکھنوی نے فرمایا جب آپ لکھنؤ تشریف لائے تھے تو مطبع مصطفائی میں ٹھہرے ہم بھی حدیث پڑھنے جاتے تھے آپ کے مکان پر بنجارہ آیا ہم نے آپ کو خبر دی اس سے خیریت دریافت کی جائے آپ نے فرمایا بلاؤ وہ حاضر کیا گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ وطن میں کوئی مرا تو نہیں۔ اس نے کہا نہیں صاحب کوئی مرا نہیں ہے۔ پھر جب وہ جانے لگا تو اس نے میر صائب علی سے کہا کہ گھر میں خرچ مانگا تھا میر صائب علی صاحب نے کہا حضرت عورتوں نے کچھ خرچ مانگا ہے آپ نے فرمایا خدا کی پناہ سولہ سیر باجرہ اور سولہ سیر جوار ہم دے کر آئے یہ سب کھا گئیں غضب خدا کا جنگ تبوک میں صحابہ کو ایک خرما روز دیا جاتا تھا اسی پر قناعت کرتے تھے آپ نے کچھ نہ دیا حالانکہ شرف الدولہ نے کئی ہزار روپیہ آپ کو دیا تھا وہ روز تقسیم ہوتا تھا اس میں سے ڈیڑھ سو (۱۵۰) روپیہ بھی گیا تھا کہ مستحقین کے کام آوے۔ پہلے روز جو روپیہ آیا تو آپ نے عبدالرحمٰن خاں صاحب سے پوچھا بخاری شریف تمہارے پاس کے جلد ہے؟ انہوں نے کہا بیس (۲۰) جلد۔ فرمایا قیمت کیا ہے کہا تیس روپے آپ نے فرمایا ہم نے لے لیا۔ پھر پوچھا مسلم شریف وغیرہ کس قدر ہے؟ غرض جتنی کتابیں حدیث فقہ کی تھیں سب خرید لیں پھر تقسیم کرتے تھے۔ آخر بنجارہ کو میر صائب علی صاحب نے اپنے پاس سے تین روپے نکال کر دئے اور بنجارہ کو رخصت کیا۔ (فضل رحمانی جلد دوم صفحہ ۲۴۳-۲۴۵۔ تذکرہ صفحہ ۷۰)

(نوٹ) از مؤلف۔ یہ اُس زمانے کا حال ہے جب ڈسٹرکٹ بورڈ کے پرائمری اسکول کے مدرس کی تنخواہ چھ روپیہ ماہانہ ہوتی تھی پورا گھرانہ اپنی تمام ضروریات اس سے پوری کرلیتا اصلی گھی ایک روپیہ میں ڈھائی یا تین سیر ملتا تھا۔ بکرے کا گوشت چھ پیسے یعنی ڈیڑھ آنے میں ایک سیر فروخت ہوتا تھا۔ ایک مزدور دن بھر کام کرتا تھا تو اسکو چھ پیسے مزدوری میں دئے جاتے تھے۔

(۱۱۳) حضرت قبلہ کی خدمت میں صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کے لفٹننٹ گورنر کی حاضری کا حال مولانا اشرف علی صاحب تھانوی بیان فرماتے ہیں:۔

ایک دفعہ لفٹننٹ گورنر نے مولانا فضل رحمٰن صاحب سے ملنے کی اجازت چاہی۔

آپ نے لوگوں سے فرمایا:

"میں تو ایک فقیر آدمی ہوں۔ ان کے بیٹھنے کا کیا انتظام ہوگا۔ اچھا ایک کرسی منگا لینا۔"

گورنر صاحب کی طرف سے تاریخ اور وقت بھی مقرر ہو گیا اور آپ لوگوں سے یہ کہہ کر بھول بھی گئے۔ یہاں تک کہ چند حکام کے ساتھ لفٹننٹ گورنر آموجود ہوئے۔ سب کھڑے تھے۔ ایک میم بھی کھڑی تھی۔ آپ نے ایک اُلٹے گھڑے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

"بی! تو اس پر بیٹھ جا۔"

لفٹننٹ گورنر نے کچھ تبرک مانگا۔

آپ نے ایک خادم سے فرمایا:

"بھائی! دیکھو، میری ہنڈیا میں کچھ ہو تو ان کو دے دو۔"

اس میں کچھ چُورا سا مٹھائی کا نکلا۔ بس سب کو تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دیا سب نے ادب اور خوشی سے قبول کیا اور تھوڑی دیر بیٹھ کر اجازت چاہی اور رخصت ہوگئے۔

چلتے وقت نصیحت کی درخواست کی۔

فرمایا:

"ظلم مت کرنا!"

(ارواح ثلاثہ ص۲۴۶-۲۴۷ - تذکرہ ص۷۳)

مؤلف کے پیر و مرشد حضرت مولانا سید بدر علی شاہ رحمۃ اللہ فرماتے تھے:
لفٹنٹ کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ حضرت سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے
فرمایا:

"لڑکا ہوگا تو اسے بٹوارہ کر دو گے"

وہ چپ رہے اور مطلب نہیں سمجھ سکے۔

پھر خود آپ نے ارشاد فرمایا:

"اچھا! لڑکا ہوگا اس کا نام احمد مسیح رکھنا۔ احمد ہمارے مسیح تمہارے"

(۱۱۴) مولوی محمد احسن و مولوی محمد حنیف صاحب بہاری نے فرمایا:
جب ہم پہنچے، اہل علم کا بڑا مجمع تھا۔ حضرت قبلہ اسمائے باری تعالیٰ کو بڑے جوش و خروش سے بیان فرما رہے تھے۔ سامعین پر بڑی ہیبت چھا رہی تھی۔ ہر شخص کو ایسا لطف آ رہا تھا گویا آج ہی مسلمان ہوئے ہیں"

(فضل رحمانی ص۵/۲ - ۲ - تذکرہ ص۷۳)

(۱۱۵) محمد خان صاحب آپ کے خادم کہتے تھے کہ جب حضرت بنارس تشریف لے گئے تو وہاں باوجودیکہ آپ پوشیدہ شہر میں داخل ہوئے اور ایک مکان میں ٹھہر گئے مگر وہاں ہنود کی بڑی کثرت ہوئی۔ ہر چند منع کیے گئے مگر انہوں نے نہ مانا اور مسلمان ہو گئے۔ (فضل رحمانی ص۱۳۱/۲ تذکرہ ص۷۴)

(۱۱۶) ایک مرتبہ حضرت قبلہ کے پاس مرشد آباد کے ایک نواب کہ آپ سے شاید بیعت کی تھی اور عرصہ کے بعد انگریزی ٹوپ اور داڑھی گھٹائے مراد آباد حاضر ہوئے۔

آپ نے اخلاق سے سمجھایا، باتیں کیں۔ پھر آپ نے دلار کے طور پر ایک تھپڑ ان کے رخسار پر مار کر یہ فرمایا کہ:

"قیامت کے روز اس طرح سے طمانچہ لگے گا"

اس مارنے کی یہ تاثیر ہوئی کہ پورا دن ان کو روتے ہوئے گزرا۔ یہ کانپور کے جج ہو کر آئے تھے۔ غالباً ڈھائی ہزار تنخواہ ہوگی۔ استعفیٰ دینے کو تیار ہوئے مگر صاحبزادے صاحب نے فہمائش کر کے روکا۔

(فضل رحمانی جلد ثانی ص۱۵۹-۱۶۰ تذکرہ ص۷۴-۷۵)

(۱۱۷) حضرت قبلہ کی وفات سے پہلے جب تنفس شروع ہوا۔ اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ لا الٰہ الا اللہ فرماتے ہیں۔ اس سے پہلے آپ نے کبھی اس طرح کا ذکر جلی نہیں فرمایا ہمیشہ ذکر خفی فرماتے تھے کہ دیکھنے والوں کو معلوم نہیں ہوتا تھا۔

(تواریخ نامہ ص۵ - تذکرہ ص۹۳)

(۱۱۸) بوقت وفات راقم (عبد الغفار آسیونی) کو شبہ تھا کہ شاید چاند نکلا ہے۔ اس کی روشنی نیم کے درخت پر جو چھپر کے باہر ہے، پڑ رہی ہے۔ اس وقت یہ خیال نہ آیا کہ یہ نزول رحمت الٰہی کی تجلیات ہیں۔ اس وقت جسم اطہر سے اس قدر خوشبو آتی تھی کہ جس کا کپڑا آپ کے جسم سے چھو گیا۔ اس میں سے بھی خوشبو آنے لگی۔

(فضل رحمانی ص۲۷-۳۰ - تذکرہ ص۹۳)

(١٩) مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی لکھتے ہیں:

مولانا عبدالسلام صاحب ہنسوی (مولانا حکیم سید عبدالحیٔ ناظم ندوۃ العلماءؒ کے ماموں) مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی و رفیق درسی حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی) کے ممتاز ترین خلیفہ تھے۔
قوت نسبت اور اتباع سنت میں ممتاز تھے۔
(تذکرہ ص ۱۰۳)

(٢٠) یہ مضمون (استفادہ) کے عنوان سے حضرت مولانا سید عبدالحیٔ صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے راقم (نواب نورالحسن خاں صاحب) کو مرحمت فرمایا ہے اور اسی مضمون کو مولانا ابوالحسن علی میاں ناظم ندوۃ العلماءؒ نے "تذکرہ" میں "جذب دل" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!
مجھ کو حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہونے کا بچپن ہی سے اشتیاق تھا۔ مگر یہ خیال تھا کہ بعد فراغت تحصیلِ علم کے حاضر ہوکر استفادہ کروں گا۔ دفعتہً لکھنؤ میں جناب ممدوح کی خبرِ وفات مشہور ہوئی۔ اس وقت اپنی محرومی پر جس قدر تاسف ہوا۔ بیان نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے۔ اس کو سنتے ہی میں نے مرادآباد کا عزم کر دیا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اشتداد علالت کی وجہ سے آپ صاحب فراش ہیں۔ شب کو حاضری کا موقع نہیں ملا۔ دوسرے دن صبح کو حاضر ہوا۔

آپ پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے اور مریدین و مسترشدین کا مجمع تھا۔

ان میں مولوی سید ظہور الاسلام صاحب بھی تھے۔ میرے پہنچتے ہی انہوں نے تقریر کی اور کہا کہ یہ مولانا سید عبدالسلام صاحب کے بھانجے ہیں۔ حضرت نے میری طرف دونوں ہاتھ بڑھائے۔ میں نے دستِ مبارک میں اپنا ہاتھ دے دیا۔

اس وقت آپ پر کیفیت طاری تھی۔ آپ نے اس حالت میں جو فرمایا وہ اچھی طرح پر سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر یہ معلوم ہوا کہ آپ فرماتے ہیں کہ دعا' درود و نماز سے سب کچھ مل جاتا ہے۔ اسی حالت میں چند اشعار پڑھے ایک شعر یہ تھا:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ترجمہ: اس کا کہا ہوا اللہ کا کہا ہوا ہوتا ہے۔ اگرچہ اللہ کے بندے کی حلق سے ہو۔

تھوڑی دیر تک یہ کیفیت رہی۔ اس کے بعد آپ نے ہاتھ چھوڑ دیا اور میں کچھ دیر وہاں رہ کر باہر آگیا۔

دوسری بار جب آستانہ بوسی کا اتفاق ہوا تو میرے ایک عزیز بھی میرے ہمراہ تھے۔ ہم دونوں لکھنؤ میں طالب علمی کرتے تھے۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے شوق پیدا ہوا اور انہوں نے مرید ہونے کی تمنا ظاہر کی۔ اس ارادے سے ہم دونوں شب کو روانہ ہوئے۔ لکھنؤ کے اسٹیشن پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ گاڑی کی روانگی میں دیر ہے۔ ہم دونوں سو رہے اور ایسے سوئے کہ گاڑی آئی اور روانہ ہوگئی۔

۳ بجے شب کو معلوم ہوا کہ گاڑی روانہ ہوگئی مگر ایک دوسری ٹرین

روانہ ہونے والی ہے جو چھپیچے کے اسٹیشن پر نہیں ٹھہرتی۔ منگوے میں ٹھہرے گی۔ پہلے کچھ پس و پیش ہوا۔ پھر شوق اور جذب نے اجازت نہیں دی کہ ایک دن اور ٹھہرا جائے۔ منگوے کا ٹکٹ لے کر روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر صبح کی نماز پڑھی اور دریافت کیا کہ کوئی سواری ملتی ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ نہ سواری ملتی ہے نہ مراد آباد جانے کا یہ راستہ ہے۔

بہت پرسش و جو کے بعد معلوم ہوا کہ مراد آباد یہاں سے ۱۷-۱۸ کوس ہے۔ یہاں سے گنج اور گنج سے ملّا دان، وہاں سے مراد آباد جا سکتے ہیں۔

اتنا معلوم ہوتے ہی ہم دونوں کمر ہمت باندھ کر روانہ ہو گئے۔ اس سے پہلے مجھ کو دو[۲] میل بھی پیادہ پا چلنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ مگر خدا جانے کیسا شوق اور کس قسم کا جذب تھا کہ جب ہم ملّا دان پہنچے اور تھانے کے سامنے سے گزرے تو اس وقت دو[۲] بج رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک مقام پر ظہر کی نماز ادا کی۔

میں نے نماز سے پہلے پانی سے استنجا کیا۔ کلوخ لینے کی نوبت نہیں آئی۔ اس پر میرے ساتھی نے مجھ کو ملامت کی اور کہا کہ میں مولانا سے تمہاری شکایت کروں گا۔

اثنائے راہ میں مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ میں حضرت سے حدیث کی سند لوں گا۔ پھر شوق ہوا کہ حصن حصین کی اجازت خصوصیت کے ساتھ حضرت سے حاصل ہو۔

مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا تھا کہ حصن حصین کی اجازت حضرت کو

اعلیٰ حضرت شاہ محمد آفاق سے ملی ہے مگر اس خیال سے کہ حضرت کا مزاج مبارک بہت نازک تھا میرے دل میں پس و پیش ہو رہا تھا کہ کیونکر اس کا موقع حاصل کیا جائے۔ عصر کا اوّل وقت تھا جب ہم دونوں مراد آباد پہنچے۔ شہر کے باہر ایک پختہ کنواں تھا۔ اس کی جگت پر عصر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد شہر میں داخل ہوئے۔

مسجد میں پہنچتے ہی خادم نے آکر کہا کہ حضرت بلاتے ہیں۔

میرے رفیق آگے اور میں ان کے پیچھے چلا۔

حضرت حجرہ کے سائبان میں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ عادت کے موافق آپ نے فرمایا:

"کون ہے، یہ کون ہے؟"

انھوں نے اس کا جواب دیا مگر آپ مکرّر یہی سوال فرماتے رہے۔

پھر پوچھا کہ:

"یہ کون ہیں؟ کہاں سے آتے ہیں؟"

میرے رفیق نے کہا:

"لکھنؤ سے"

فرمایا:

"کہاں کے رہنے والے ہیں؟"

انھوں نے کہا:

"رائے بریلی کے؟"

آپ نے ڈانٹا اور فرمایا:

"کبھی لکھنؤ کہتے ہو اور کبھی رائے بریلی؟"

میں نے عرض کیا:

"میں رائے بریلی کا رہنے والا ہوں۔ لکھنؤ میں تحصیل علم کے لیے ٹھہرا ہوں۔ اور وہیں سے آرہا ہوں۔"

فرمایا:

"رائے بریلی میں کہاں رہتے ہو؟"

میں نے عرض کیا:

"تکیہ شاہ علم اللہ میں۔"

یہ سن کر آپ نے عجیب انداز سے کروٹ بدل کر فرمایا:

"وہ تو بڑے بزرگ تھے۔"

فرمایا:

"بیٹھو!"

ہم دونوں بیٹھ گئے۔

پھر مجھ سے پوچھا:

"کیا پڑھتے ہو اور کس سے پڑھتے ہو؟"

میں نے عرض کیا:

"میں ہدایہ پڑھتا ہوں اور جناب مولوی محمد نعیم صاحب سے پڑھتا ہوں۔"

فرمایا:

"اب فرنگی محل میں وہی اکیلے رہ گئے ہیں۔"

پھر فرمایا:

"جب ہم لکھنؤ میں تھے تو اس وقت فرنگی محل میں اچھے اچھے لوگ تھے اور وہ سب ہماری بہت خاطر کیا کرتے تھے۔"

اس کے بعد آپ نے مفتی ظہور اللہ صاحب و مفتی نعمت اللہ صاحب و مولوی نور الحق صاحب و مولوی ولی اللہ صاحب وغیرہ کا ذکر فرمایا اور کہا کہ اللہ ان سب کی قبروں کو ٹھنڈا کرے۔

میں نے عرض کیا:

"حضرت یہ بیعت ہونا چاہتے ہیں۔"

آپ نے دستِ مبارک پھیلا کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور معمولی الفاظ بیعت کے فرمائے اور ارشاد کیا:

"ہر روز سو بار اسم ذات کا ذکر کیا کرو۔ آنکھ اور زبان بند کر کے دل کی زبان سے ذکر کرو۔ ایک سو بار "قل ہو اللہ" پڑھ لیا کرو اور سورہ یٰسین بعد نماز صبح اور سورہ واقعہ بعد نماز مغرب پڑھ لیا کرو۔"

میں نے عرض کیا:

"حضرت یہ بیعت کرنا چاہتے ہیں۔"

اس پر آپ کے چہرۂ مبارک پر کسی قدر آثارِ تبسم ظاہر ہوئے پھر آپ نے ہاتھ بڑھایا اور ان کو سلسلے میں داخل فرمایا۔

میں نے عرض کیا:

"مجھ کو اس بات کی تمنا ہے کہ حدیث کی سند آپ سے حاصل ہو۔"

آپ نے از راہِ کرم میری التماس قبول فرمائی اور مجھ کو اجازت دی اور فرمایا:

"میں تم کو حصن حصین کی بھی اجازت دیتا ہوں۔ اس کے پڑھنے سے سات سو یا اس کے قریب قریب کوئی تعداد آپ نے فرمائی، آدمی اولیاء اللہ ہو گئے ہیں۔"

اس کے بعد فرمایا:

"کہاں رہو گے، مسجد میں یا مقبرے میں؟"

میں نے عرض کیا:

"جہاں حکم ہو۔"

مگر میرے ساتھی نے کہا کہ:

"مسجد میں پڑ رہیں گے۔"

یہ سن کر مکدر ہوئے اور فرمایا:

"ہم نے مقبرے میں جگہ صاف کرادی ہے اور کلوخ استنجا رکھوا دیئے ہیں۔ وہاں آرام ہوگا۔"

پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

"علم کی غرض عمل ہے اگر عمل نہ ہو تو علم حاصل کرنا بیکار ہے۔ اولیاء اللہ جتنا پڑھتے تھے اس پر عمل کرتے تھے۔"

فرمایا کہ:

"شاہ مینا شرح وقایہ پڑھتے تھے جب کتاب الزکوٰۃ تک پہنچے چھوڑ دیا۔ استاد نے سمجھایا تو کہا: "علم کی غرض عمل ہے۔ صوم و صلوٰۃ مجھ پر فرض ہے۔ اس کا علم حاصل کرنا ضروری تھا۔ زکوٰۃ مجھ پر فرض نہیں جب کبھی فرض ہوگی تو اس کے مسائل بھی سیکھ لوں گا۔ اس وقت اس کو پڑھنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔"

یہاں تک پہنچے تو آپ پر کیفیت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے اشعار پڑھنا شروع کیا۔ ان میں ایک شعر یہ بھی تھا۔

سرمہ در چشم سنائی چوں سنان تیر باد
گر زمانے زندگی خواہد سنائی بے سنن

ترجمہ: اے سنائی آنکھوں میں سرمہ تیر کی طرح ہو جائے اگر کچھ بھی زمانہ سنتوں کے بغیر ہو۔

یہ بھی شعر آپ نے پڑھا تھا:

کجرا دیوں تو کرکرا سرمہ دیوی نہ جائے
جن نینن میں پیو بسیں دوجے کون سمائے

وہاں سے اٹھ کر ہم لوگ مسجد میں آئے۔

حیرت یہ ہے کہ تکان سفر سے کچھ بھی ماندگی نہ تھی۔ اس شب کو جس قدر نوافل میں نے پڑھیں اور جس شوق و ذوق سے پڑھیں، کبھی نہ پڑھی تھیں۔

صبح کو جب رخصت ہونے کو گئے تو میرے ساتھی کو رخصت فرما دیا۔ میں جب آداب بجا لایا تو فرمایا:

"ٹھہرو!"

میں مسجد جا کر ٹھہر گیا۔ چاشت کے بعد آپ مسجد تشریف لائے اور بیچ کے در میں بیٹھ گئے۔

• حضرت احمد میاں صاحب، مولوی عبدالکریم صاحب اور حکیم عظمت حسین صاحب وغیرہ بخاری شریف لے کر حاضر ہوئے۔ میں بھی حلقہ درس میں شریک ہو گیا۔

آپ نے چھبیسویں (۲۶) پارے کے دو یا تین ورق پڑھے۔ باوجود کبر سنی کے چشمے کی مدد کی آپ کو حاجت نہیں ہوئی۔ شنجرف کی روشنائی اور کلک کا قلم رکھا ہوا تھا۔ اس سے تصحیح فرماتے جاتے تھے۔ جو لطف آپ کے پڑھنے میں تھا وہ قابل دید تھا نہ شنید۔ دوسروں پر انوار باطنی کا اس وقت انعکاس ہو رہا تھا اور سب پر ایک کیفیت طاری تھی۔

بعد ظہر کے آپ پھر برآمد ہوئے اور دو ورق سے زیادہ آپ نے پڑھے۔ اس روز آپ نے بہ ہیئت مجموعی ڈیڑھ پارہ پڑھا۔ عصر کے بعد پھر برآمد ہو کر کئی ورق آپ نے پڑھے تھے۔ لوگوں سے معلوم ہوا، آج آپ نے غیر معمولی طور پر درس دیا ہے۔ ورنہ معمول ایک یا دو بار تھا۔ میں اس کو اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں۔

تیسری بار جب میں حاضر ہوا تو عصر کا وقت تھا۔ آپ صحن سے باہر حجرہ کے محاذ پر تشریف رکھتے تھے۔ نہایت لطف و محبت سے آپ نے شرف پذیرائی عطا فرمایا اور دیر تک اپنے حالات بیان فرماتے رہے۔ اسی گفتگو میں آپ نے یہ شعر پڑھا:

دل ڈھونڈھتا سینے میں مرے بوالعجبی ہے
اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے

سلسلۂ کلام کے ختم ہونے کے بعد میں نے عرض کیا:
"مجھ کو حدیث مسلسل سنائیے"
آپ بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا:
"میں نے اپنے کانوں سے شاہ عبدالعزیزؒ کی زبان سے سنا ہے"
پھر آپ نے تبسم فرمایا۔ ایک بار دست مبارک کو مٹی پر مار کر منہ پر پھیرا اور پہونچوں تک ہاتھ میں مل لیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ حدیث پڑھی۔
"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الراحمون رحمہم الرحمٰن تبارک و تعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء"
پھر آپ نے فرمایا:
میں تم کو حدیث مسلسل بالمحبۃ کی بھی اجازت دیتا ہوں۔ اس حدیث

کہ میں نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ کی زبان سے سنا ہے۔
"یا معاذ انی احبک فقل اللّٰھم اعنی علیٰ ذکرک وشکرک وحسن عبادتک"

(استفادہ از مولانا سید عبدالحئی۔ مجموعہ رسائل تصوف از نواب نورالحسن خاں صـ ۲۷۶ تا صـ ۲۸۲ - تذکرہ صـ ۱۰۳ تا صـ ۱۰۸)

(۱۲۱) حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی نے اپنے بعض حالات لکھ کر راقم (نواب نورالحسن خاں) کو عنایت فرمائے۔ ان کو راقم نے اپنے مجموعہ رسائل تصوف میں افادات سلیمانی کے عنوان سے درج کیا ہے۔

حضرت شاہ سلیمان صاحب پھلواروی تحریر فرماتے ہیں:

جب میری عمر کا سولہواں سال تھا۔ ۱۲۹۱ھ میں عظیم آباد پٹنہ خانقاہ شاہ علی امیر الحق میں حاضر تھا۔ شاہ رشید الحق صاحب جو اب سجادہ نشین ہیں اجمیر شریف تشریف لے گئے تھے۔ واپسی کے بعد اپنے سفر کے قصوں میں ایک بات یہ بھی فرمائی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ مراد آباد میں ایک بزرگ مولانا فضل رحمٰن صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ وہ بزرگ نہایت متشرع و متبع سنت ہیں اور ان کو کشف بہت ہوتا ہے اور اہل قبور کا حال بھی ان پر خوب روشن ہوتا ہے۔

اس خبر کے سننے سے مجھے حضرت کے ساتھ ایک عقیدت پیدا ہوئی اور ان کی زیارت کا شوق میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ پھر میرے منجھلے ماموں صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ایام غدر کے بعد جب میں کانپور میں اپنے پڑھنے کے زمانے میں تھا۔ ایک بزرگ مولانا فضل رحمٰن صاحب کسی گاؤں مراد آباد سے وہاں آیا کرتے تھے۔ ان کو نماز میں بہت استغراق ہوتا تھا

اور نہایت مستجاب الدعوات تھے۔

پھر ۱۲۹۳ھ میں لکھنؤ کتب درسیہ کے اتمام کے لیے آیا۔ اس زمانے میں مولوی عبد الاحد صاحب الٰہ آبادی، مولوی عبد الحی صاحب کے شاگردوں میں بہت جید الاستعداد ایک عالم تھے۔ میں بھی اُن سے مُلّا حسن پڑھتا تھا۔ انھوں نے ایک دن اولیاء اللہ کے تذکرہ میں کہا کہ مولانا فضل رحمٰن صاحب کچھ دن ہوئے یہاں آئے تھے۔ مولوی حیدر خاں ان سے مرید ہوئے۔ ان کے سر میں بہت دنوں سے درد تھا جو کسی صورت سے جاتا نہ تھا۔ بیعت کے بعد حضرت کی زبان مبارک سے انھوں نے یہ شعر سُنا:

بادِ نسیم آج بہ کیوں مشکبار ہے
شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلفِ یار ہے

اور مولوی صاحب آٹھ دن تک بیعت کے بعد اور اس شعر کے سُننے کے بعد گریہ وزاری میں معروف رہے۔ پھر بیعت کی برکت سے دردِ سر زائل ہوگیا۔

پھر ۱۲۹۵ھ سے حضرت کا تذکرہ اور تصرف کرامات اور اتباعِ سُنت کا ذکر اکثر لوگوں سے سُنتا رہا اور شوق پر شوق بڑھتا ہی گیا۔

ایک بار اسی درمیان میں حضرت کی رحلت کی خبر کسی نے غلط اُڑا دی۔ مجھے اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام شب میں روتا رہا اور اس رات کو کھانا نہ کھایا۔ جب اس خبر کا غلط ہونا ثابت ہوگیا تو مجھے اطمینان حاصل ہوا۔

پھر ۱۲۹۶ھ میں جب لکھنؤ پہنچا تو اپنے دوست مولوی فتح محمد تائب صاحب سے حضرت کے یہاں جانے کا مشورہ کیا۔ شب کو خواب میں یہ دیکھا کہ میں حضرت کی

مسجد میں حاضر ہوں۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ تو قبلہ رو کھڑا ہو کر سو مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ۔

میں نے بیداری کے بعد حضرت کے فرمان کی تکمیل کی۔ اور جب مراد آباد حاضر ہوا تو حضرت کی مسجد و حجرہ جیسا خواب میں دیکھا تھا ویسا ہی پایا اور جس زمانے میں مجھے حاضری کا قصد تھا کسی وجہ سے حاضر نہ ہو سکتا تھا۔ اسی اثنا میں ایک رات خواب دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں:

"تم میرے یہاں آتے کیوں نہیں؟"

میں نے عرض کیا:

"اکلِ حلال کے روپے ہو جائیں تو حاضر ہوتا ہوں۔"

صبح کو ایک شخص نے دس روپے نذر کیے اور میں انہی روپوں سے مراد آباد تشریف پہنچا۔

میں نے اپنے ایک دوست سے کہلا بھیجا کہ میں حضور سے مسلسل بالاولیۃ کی حدیث سُننا چاہتا ہوں۔

پھر میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا:

"السلام علیکم"

میں نے وعلیکم السلام کہا اور مصافحہ میں حضرت نے میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لیا اور فرمایا:

"میں مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کے پاس گیا اور کہا۔ السلام علیکم۔ انھوں نے کہا۔ وعلیکم السلام۔ پھر انھوں نے مصافحہ کیا اور فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء" اور پھر باقی آج تک فقل کی

حدیث فرمائی۔

پھر ۱۳۰۲ھ میں لکھنؤ آیا۔ اس زمانے میں مجھے شغلِ درود کی ایک عجیب لذت تھی۔ جمالِ مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہر دم میری آنکھوں کے سامنے رہتا تھا۔ وہ بات لکھنؤ میں زائل ہو گئی۔ مجھے سخت انقباض ہوا بالآخر مولوی فتح محمد صاحب تائب اور دیگر احباب کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ مراد آباد پہنچا اور حضرت کی مسجد میں قدم رکھا۔ وہ انقباض انبساط سے بدل گیا۔

پہلے مجھے کھانا کھلایا گیا۔ اس کے بعد میری حاضری کی خبر حضرت کو کی گئی۔ حضرت نے فی الفور بلا بھیجا۔ میں حاضر ہو کر ادب سے بیٹھنا چاہتا تھا۔

آپ نے فرمایا:

"بخاری لا کر انہیں دو۔"

میں نے پڑھنا شروع کیا۔ اس وقت کی کیفیت کو عرض نہیں کر سکتا ہوں۔ (ما دانیم و دل) ترجمہ ہم اور دل جانتے ہیں)۔ مختصر اس کا یہ ہے مجھے اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں کوئی واسطہ نہیں اور میں خاص حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھ رہا ہوں۔ اس وقت حضوری کی ایک ایسی لذت تھی کہ الفاظ کا بالکل خیال ہی نہ ہوتا تھا۔ اور حضرت کبھی کبھی مسکراتے تھے اور کبھی آہ آہ فرماتے تھے۔ کبھی کوئی شعر پڑھتے تھے، کبھی کوئی ہندی کا گیت ارشاد فرماتے تھے۔

پھر حضرت نے فرمایا:

"صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ کرو۔"

میں نے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

"نہیں۔ حضرت محبوب ہیں۔ زبانِ عشق سے کہو۔"

پھر آپ نے خود فرمایا:

"صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی پیار کرے ان کو اللہ اور سلامت رکھے۔"

اس جملہ سے مجھ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور میں نے نعرہ کیا۔

حضرت نے فرمایا:

"مولوی ہو کر اتنا چلاتے ہو۔"

ڈیڑھ ورق میں نے بخاری شریف پڑھی تھی۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا:

"بس کرو۔"

پھر آپ نے فرمایا:

"میری طرف متوجہ ہو جاؤ۔"

میں متوجہ ہو گیا۔

پھر آپ نے فرمایا:

"کہو کیا رنگ ہے؟"

میں نے عرض کیا کہ:

"حضرت! مجھے کچھ درک نہیں ہوا۔"

آپ نے فرمایا:

"پھر متوجہ ہو جاؤ۔"

اس بار بھی مجھے کچھ رنگ نہ آیا۔

پھر آپ نے فرمایا:

"مجھے سلطان جی (حضرت نظام الدین اولیاءؒ) سے عشق ہے۔"

یہ کہہ کر آپ متوجہ ہو گئے۔

اس وقت مجھے ایسا درک ہوا کہ آگ کا شعلہ حضرت کے قلب سے نکل کر میرے قلب میں سما گیا اور میرے ہر رگ و ریشہ میں اس کی حرکت (جلن) محسوس ہونے لگی اور بے تاب ہو کر میں نے "ہائے" کا نعرہ لگایا اور تخت سے نیچے گر پڑا۔

حضرت اپنی چارپائی سے اُٹھے اور میرا شانہ پکڑ کر اُٹھایا اور فرمایا:

"اتنا کیوں چلاتے ہو؟"

میرے افاقہ کے بعد آپ نے فرمایا:

"امام بخاری بڑے بزرگ تھے۔"

اور پھر ان کی فضیلتیں بیان فرمائیں۔

پھر یہ فرمایا:

"مگر سلطان جی اور چیز ہیں۔ جس کا جی چاہے، دلّی میں ان کی قبر پہ جا کر دیکھ لے۔"

پھر بہت سی باتیں معارف و حقائق کی آپ نے بیان فرمائیں جو اس وقت مجھے خوب یاد نہیں ہیں۔

اپنی فرودگاہ پہ جانے کے لیے حضرت سے رخصت ہونے لگا تو حضرت نے فرمایا:

"سن لو۔ ایک بات رہی جاتی ہے۔"

صنما رہِ قلندر سزد ار بمن نمائی

کہ دراز و دور دیدم رہِ و رسم پارسائی

ترجمہ: اے صنم! قلندر کا راستہ مجھے دکھلا دے کیونکہ پارسائی کے راستہ کو میں نے دور و دراز دیکھا ہے۔

پوری غزل حضرت نے لحن سے پڑھ کر فرمایا:

"کہو ٹھیک ہے نا؟"

میں نے عرض کیا:

"بجا ہے بہت ٹھیک، صحیح اور درست ہے۔"

یہ غزل حضرت نے اس لیے پڑھی کہ راستہ میں گاڑی پر میں نے مولوی فتح محمد تائب سے کہا تھا کہ اگر حضرت پوچھیں گے کہ کدھر آئے ہو تو عرض کروں گا کہ (صنمارہِ قلندر الخ)۔

پوری غزل میں نے خوش الحانی سے پڑھی۔ جب حضرت کے یہاں حاضر ہوا تو اور باتوں میں اسے بھول گیا۔ جب چلنے لگا تو حضرت نے فرمایا:

"سنو سنو!"

اور یہ غزل پوری پڑھ کر سنائی۔

یہ حضرت کا کشف تھا۔

پھر حضرت صحن مسجد میں تشریف لائے اور دھوپ میں تکیے سے لگ کر بیٹھ گئے اور مولوی عبدالکریم صاحب پیر و نجات کے خطوط پیش کرنے لگے۔ میں بھی وہاں آ کر بیٹھ گیا۔

حضرت نے بہت سے حقائق و معارف بیان فرمائے۔ میں نے چند تحفے اور نذر پیش کی۔ حضرت نے قبول فرمایا۔ مگر تمباکو کی نسبت فرمایا:

"تم کو اس کے لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

پھر اپنے شیخ کے حضور میں جانے کا اور ہدیہ و تحفے لے جانے کا ذکر

فرمایا۔

اسی سفر میں بوقت شب جس وقت میں اور میرے دو ایک ہمراہی معتقد حضرت کے حضور میں بیٹھے تھے۔ حضرت نے اپنی کرامات کا ذکر فرمایا اور عجیب وغریب اسرار کی باتیں رموز وکنایہ سے ارشاد فرماتے رہے۔ جو سمجھ سکا اس نے سمجھ لیا

ایک بار میں کانپور سے حضرت کے حضور میں حاضر ہوا۔ مولوی احمد حسن صاحب مرحوم کانپوری اور مولوی سید شاہ تجمل حسین بھی ہم سفر تھے۔ اس دفعہ دو تین دن ٹھہرا مگر حضرت کو استغراق میں پایا۔ ہر چند استفاضہ کرتا تھا مگر پتہ نہ لگتا تھا۔ دو ایک بات بھی حضرت نے نہیں فرمائی۔ ہاں موطا کے درس میں کچھ مزیدار باتیں فرمادیا کرتے تھے۔ میں اس وقت مراقب حضرت احمد میاں صاحب نے فرمایا:

"بابا مولوی سلیمان موطا سننے کو نہیں آئے ہیں۔ یہ کچھ اور دیکھ رہے ہیں۔"

حضرت نے کچھ جواب نہ دیا۔

درس کے بعد جب لوگ جانے لگے حضرت نے فرمایا:

"حدیث کے انوار کو کوئی نہیں پاتا جس کا جی چاہے دیکھ لے۔"

حزب البحر کی مجھ کو پہلی اجازت جناب مرحوم مولوی حکیم سید حفاظت حسین صاحب پھلواروی سے ہے اور ان کو حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی سے اور پھر مجھے حضرت مخدومی حاجی امداد اللہ قدس سرہما سے شرف اجازت ہے اور ان کو مصنف کے خاندان سے۔

(کتبہ خادم الفقراء محمد سلیمان قادری چشتی) (افادات سلیمانی صفحہ ۲۶۶ تا صفحہ ۲۷۵)

(۲۲) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب اپنے مضمون (ذیل المراد فی السفر الی گنج مراد آباد مشمولہ ارواح ثلاثہ) میں تحریر فرماتے ہیں:

مجھ کو دو مرتبہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ یقین کے ساتھ ماہ وسنہ تو یاد نہیں لیکن گمان غالب سے کہتا ہوں کہ اول مرتبہ جب حاضر ہوا ہوں تو سنہ ۱۳۰۱ھ تھا اور مہینہ بھی غالباً ربیع الثانی یا جمادی الاول تھا۔ کیونکہ مجھے اتنا یاد ہے کہ یہ حاضری تعلق ملازمت کانپور کے کچھ بعد تھی۔ اور تعلق کانپور کا زمانہ آخر صفر تھا جو قریب میلاد کا زمانہ تھا اور اکثر لوگ میلاد کے مسئلے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ نیا نیا مدرس ہو کر کانپور گیا تھا بعض وجوہ سے دو ڈھائی مہینے کے بعد ملازمت چھوڑ دی اور تھانہ بھون واپسی کا ارادہ کیا۔ گو بعد کو مدرسہ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور مجھے رکنا پڑا۔ اسی زمانے میں جب کانپور کو چھوڑنے کا قصد کر لیا تھا۔ یہ خیال ہوا کہ حضرت مولانا کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرتا جاؤں۔ کیونکہ معلوم نہیں پھر اس طرف آنے کا کبھی اتفاق ہو یا نہ ہو۔

چنانچہ ایک طالب علم مہدی حسن تھے جو قرآن شریف پڑھا کرتے تھے ان کو ہمراہ لے کر مراد آباد کے قصد سے روانہ ہوا۔ اناؤ تک ریل سے مسافت طے کی۔ باقی راستہ ٹٹو سے قطع کیا۔

راستہ کچھ اچھا نہ تھا، ایسا ہی تھا۔ کوئی باقاعدہ سڑک نہ تھی اور اس پر طرہ یہ کہ ہم دونوں راستہ سے واقف نہ تھے۔ نہ کوئی پتہ نشان نہ کسی سے پوچھا تھا۔ یوں ہی چل کھڑے ہوئے تھے اور ٹٹو والا افیونی تھا۔

وہ پٹینک میں کہیں پیچھے رہ گیا ہم اکیلے چلے جا رہے تھے لیکن ہم دونوں راستہ سے ناواقف تھے۔ ناواقفی کی وجہ سے کئی جگہ راستے بھولے جب کوئی گاؤں نظر آتا اس میں جاکر راستہ پوچھتے پھر آگے چلتے۔ غرض کئی جگہ شبہ ہوا۔ اس شبہ اور دھوکے میں دن ختم ہوگیا اور راستہ ہی میں آفتاب غروب ہوگیا۔

رات ہوجانے کے بعد ہماری پریشانیوں میں اور اضافہ ہوگیا لیکن برابر چلتے ہی گئے کیونکہ شوق زیارت شدت کا تھا۔

خدا خدا کرکے پہنچے۔ عشاء کی نماز ہوچکی تھی۔ مولانا مسجد سے حجرہ میں تشریف لے جاچکے تھے۔ خادم کے ذریعہ سے اطلاع کرائی گئی۔ حضرت نے بلا لیا۔ میں نے رفیق کو اسباب کے پاس چھوڑا اور خود اسی خادم کے ہمراہ حاضر ہوگیا۔ اتنا یاد ہے کہ وہاں ایک جانب تخت بچھا ہوا تھا جس کے پاس ایک بوریا بھی بچھا ہوا تھا۔ اور حضرت مولانا ایک دوسری جانب چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ میں سامنے جاکر کھڑا ہوگیا۔ اور سلام عرض کیا۔

جواب دینے کے بعد اپنے مخصوص لہجہ میں بہت تیزی کے ساتھ ایک ساتھ تین سوال کیے:

"کون ہو؟"

"کہاں سے آئے ہو؟"

"کیوں آئے ہو؟"

حضرت مولانا کا لہجہ طبعی طور پر سادہ تھا۔ مزاج میں سادگی بہت تھی۔ غرض تکلف کے پابند نہ تھے۔ صاف طبیعت تھے۔ گفتگو میں لہجہ ذرا تیز ہوتا تھا۔ خصوصاً اس کے ساتھ جو معتقد ہوکر جاتے، جیسے میں گیا تھا اور وہاں

تو اکثر لوگ معتقدانہ ہی حاضر ہوتے تھے۔ ایسا لہجہ تھا کہ اگر کوئی اجنبی شخص دیکھے تو یہ گمان کرے کہ مولانا غصہ فرما رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہ تھی۔ جن کو دو چار بار حاضری کا اتفاق ہوجاتا تھا وہ تو اچھی طرح سمجھ لیتے تھے کہ حضرت کا لہجہ ہی ایسا ہے۔ لطف و عنایت کی گفتگو میں بھی اکثر لہجہ کی یہی کیفیت ہوتی تھی۔

غرض مولانا نے تیز لہجہ میں تین سوال ایک ساتھ کیے۔

"کون ہو؟"

"کہاں سے آئے ہو؟"

"کیوں آئے ہو؟"

میں نے بھی علی الترتیب ادب کے ساتھ ان تینوں سوالوں کے جواب میں عرض کیا کہ:

"میں ایک طالب علم ہوں۔ کانپور سے آیا ہوں۔ زیارت کو حاضر ہوا ہوں"۔

یہ سن کر اور تیز ہوئے اور فرمایا:

"بڑے آئے زیارت والے، ارے! یہ کوئی وقت زیارت کا ہے۔ ایسے وقت کسی کی زیارت کو آیا کرتے ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ ذرا سویرے آئے، دوسرا کچھ روٹی وغیرہ کا انتظام تو کرسکے۔ اب بتلاؤ تمہارے لیے کھانا کہاں سے لاؤں؟ تمہیں خدا کا خوف نہ آیا۔ تم کو زمین نہ نگل گئی"۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے جو اپنے دل کو دیکھا تو مطلق کسی قسم کی کوئی شکایت یا رنج کو نہ پایا بلکہ اس سے بھی زیادہ کہہ لیتے تب بھی ذرا ناگوار نہ ہوتا کیونکہ خاص عقیدت کے ساتھ حاضر ہوا تھا اور

عقیدت کا خاصہ یہی ہے۔ گو میرے پاس عذر تھا لیکن میں نے اس وقت کچھ عرض کرنا خلافِ ادب سمجھا۔

یہ ایک تنبیہ تھی۔ سو میں کیا اس کا جواب دیتا۔ چپ کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا:

"تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں؟"

میں نے عرض کیا:

"جی ہاں، ہیں!"

فرمایا:

"اچھا جاؤ اور بازار سے کچھ لے کر کھا لو اور صبح چلے جاؤ۔"

میں نے عرض کیا:

"بہت اچھا۔"

اس ارشاد کے بعد خادم سے کہا:

"انہیں لے جا کر فلاں مکان میں ٹھہرا دو۔"

چنانچہ ہم لوگ ساتھ ہو لیے اور اس نے جا کر ایک جگہ دکھا دی۔

ایسا خیال ہے کہ وہ ایک عام جگہ تھی۔ محفوظ جگہ نہ تھی۔ سہ دری سی تھی۔ خیر میں مع ٹٹو اور رفیق کے وہاں چلا گیا اور سامان اتارنے لگا۔ یہی ارادہ تھا کہ بازار سے کچھ لے کر کھا پی لیں گے۔ اور حسب الحکم صبح کو رخصت ہو جائیں گے۔ لیکن تھوڑی دیر میں ایک خادم آیا اور کہا:

"مولانا نے یاد فرمایا ہے۔"

میں نے دل میں کہا کہ کچھ اور یاد آیا ہوگا۔ لیکن میں نے دل میں کہا کہ بھائی! گھٹنے کو تو ہم آئے ہی ہیں۔

میں ساتھ ہو لیا اور جا کر سامنے کھڑا ہو گیا۔

فرمایا:

"بیٹھ جاؤ!"

مگر لہجہ اب بھی ویسا ہی تھا۔ حالانکہ اس وقت لطف و شفقت موجود تھی جیسا کہ بعد کے برتاؤ سے معلوم ہوگا۔ کچھ لہجہ ہی ایسا تھا۔ وجہ یہ ہے کہ طبیعت میں سادگی تھی۔ تصنع اور تکلف نہ تھا۔ میں یہ ارشاد سن کر تخت کے پاس جو چٹائی بچھی ہوئی تھی اس پر بیٹھ گیا۔

فرمایا:

"اجی! یہاں آجاؤ تخت پر بیٹھو۔"

حسبِ ارشاد اٹھ کر تخت پر بیٹھ گیا۔

پھر خادم سے فرمایا کہ ان کے لیے ہماری بیٹی کے یہاں سے کھانا لاؤ۔

چنانچہ خادم اسی وقت جا کر کھانا لایا۔ ایک پیالہ میں سالن تھا۔ غالباً ارہر کی دال تھی اور اسی پر روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔

جب خادم نے کھانا میرے سامنے لا کر رکھا تو مولانا نے دیکھ لیا۔ حالانکہ چراغ کی روشنی بھی کم تھی اور میں بھی کسی قدر فاصلے پر تھا۔ حضرت کی نظر اس عمر میں بھی بہت اچھی تھی۔

کھانا دیکھ کر خادم سے فرمایا:

"بدتمیز! یوں کھانا لایا کرتے ہیں مہمان کے واسطے۔ ارے! روٹی الگ طباق میں لاتا۔ سالن علیحدہ برتن میں لاتا۔ یہ کون سا طریقہ ہے کہ پیالہ پر روٹیاں رکھ کر لے آیا۔"

خادم نے عرض کیا کہ میں نے طباق ڈھونڈا ملا نہیں۔

فرمایا:

"جھوٹ بولتا ہے۔ ارے! فلانے طاق میں رکھا نہیں ہے؟"

یہ غالباً کشف سے بتایا۔

مولانا کو کشف بہت ہوتا تھا۔

خادم یہ سن کر دوڑا ہوا گیا اور طباق لے آیا ورنہ سب روٹیاں ہاتھ میں لے کر کھانا پڑتیں۔

جب میں نے کھانا شروع کیا تو فرمایا:

"کیا کھانا ہے؟"

میں نے عرض کیا:

"حضرت! ارہر کی دال ہے اور روٹی ہے۔"

فرمایا:

سبحان اللہ! یہ تو بڑی نعمت ہے تم تو لکھے پڑھے آدمی ہو۔ تم نے مولوی محمد یعقوب سے پڑھا ہے؟

مولانا کو کشف ہوا۔ پھر فرمایا:

"بہت اچھے آدمی تھے۔"

یہ گویا مولانا نے بہت بڑی تعریف کی۔ کیونکہ مولانا مبالغہ تعریف میں نہ کرتے تھے۔ اتنا فرمانا کہ "بہت اچھے آدمی تھے" بہت بڑی تعریف ہے۔ اس سے حضرت مولانا کا تعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے بھی ثابت ہوگیا۔

غرض فرمایا کہ:

"تم تو پڑھے لکھے آدمی ہو، تم کو معلوم ہے کہ صحابہؓ کی کیا حالت تھی۔

ایک ایک چھوہارا کھا کر جہاد کرتے تھے اور دن دن بھر لڑتے تھے۔"

جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ بڑھا تو جوش میں آکر کھڑے ہوگئے۔ عادت یہی تھی کہ بزرگانِ دین کے تذکرہ کے وقت جوش میں آجایا کرتے تھے۔

غرض جوش میں کھڑے ہوگئے اور پاس آکر میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور دیر تک حضرات صحابہؓ کا تذکرہ کرتے رہے۔ میں کھانا کھاتا رہا۔ ایسا خیال پڑتا ہے ایک آدھ شعر بھی پڑھا۔

پھر اس کے بعد فرمایا:

"بیر کھاؤ گے؟"

میں نے عرض کیا:

"حضرت کا تبرک ہے۔"

فرمایا:

"اجی تبرک وبرک کو چھوڑو۔ یہ بتاؤ! بیر کھانے سے تمہارے پیٹ میں درد تو نہیں ہو جاتا؟"

میں نے عرض کیا:

"حضرت! نہیں۔"

پھر وہاں سے چلے اور ایک بھرا ہوا بدھنا اٹھا کر لے آئے جس میں پیوندی بڑے بڑے بیر تھے اور لاکر میرے سامنے الٹا دیا اور کہا:

"کھاؤ!"

پھر بطور مزاح کے فرمایا کہ:

"کبھی دل میں کہتے آپ ہی کھائے مہمان کی بات بھی نہ پوچھی۔"

جب میں کھانے سے فارغ ہوگیا تو فرمایا:

"اچھا جاؤ! عشاء پڑھ کر سو رہنا۔ اب صبح ملاقات ہوگی۔"

پھر مولانا تشریف لے گئے۔ خبر نہیں کہاں، حجرے میں یا مکان کے اندر۔ ہاں حضرت نے کان پورے گنج مراد آباد تک قصہ کے متعلق بھی سوال کیا تھا اور میں نے جواب بھی دیا تھا اور اس پر حضرت نے کچھ اصلاح بھی فرمائی تھی لیکن تفصیل یاد نہیں۔ نہ سوال نہ جواب نہ حضرت کی اصلاح۔ کچھ یاد نہیں۔ پھر میں نے نماز پڑھی اور جائے قیام پر چلا گیا اور سو رہا۔

صبح کی نماز مولانا کے پیچھے پڑھی۔ مولانا نے اشعار میں نماز پڑھی تھی اور امامت فرمائی۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھیں۔ پھر ہم لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ آفتاب اچھا اونچا ہو گیا۔ میرے سامنے مولانا نے نوافل نہیں پڑھے۔ پھر اٹھ کر ایک صاحب کی طرف متوجہ ہوئے جو سامنے کھڑے تھے۔ وضع سے کوئی رئیس معلوم ہوتے تھے مگر ثقہ صورت داڑھی بھی نیچی۔ چوغہ بھی اور پائنچے بھی ٹخنے سے اوپر۔ سردیوں میں اکثر لباس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ رئیس ہے یا معمولی حیثیت کا شخص۔ بہرحال مولانا نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"تم کب جاؤ گے؟"

انہوں نے کہا:

"جمعہ کی نماز پڑھ کر جاؤں گا۔"

فرمایا:

"یہاں جمعہ پڑھ کر کیا ہوگا؟"

انہوں نے کہا:

"تو میں جمعہ اور کہاں پڑھوں گا؟"

وہ بھی کوئی بے تکلف اور پرانے آنے جانے معلوم ہوتے تھے۔

مولانا نے فرمایا:

"نہیں کیا خبر کہاں پڑھو گے۔ ہم کوئی ٹھیکہ دار ہیں تمہارے جمعہ کے۔ لوگوں کو شرم نہیں آتی منہ پر داڑھی لگا کر بے اسی ٹکڑوں پر پڑتے رہیں۔"

وہ بھی بہت بے تکلف تھے۔ انہوں نے کہا:

"میں تو نہیں جاتا۔"

یہ سن کر حضرت ان کا شانہ پکڑے ہوئے زور لگاتے ہوئے لے چلے اور فرمایا:

"نکلو یہاں سے۔"

مجھے تو حضرت کی ساری باتیں اچھی معلوم ہوتی تھیں۔ ممکن ہے کوئی بدفہم یا معاند اس قسم کے واقعات سے حضرت مولانا کے اخلاق پر شبہ کرے ہمیں تو بزرگوں کی ساری ہی باتیں محبوب معلوم ہوتی ہیں جس کو ذوق نہ ہو وہ جو چاہے سمجھے۔

غرض وہ شخص تو چلے گئے۔ خبر نہیں قصبہ سے بھی چلے گئے یا نہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ اب شاید میرا نمبر ہو۔

چنانچہ میں نے عرض کیا:

"حضرت میں جاتا ہوں۔"

فرمایا:

"بہت اچھا۔"

میں چلا تو مولانا بھی ساتھ ساتھ چلے۔ میں سمجھا اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے

اسی جانب تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ گمان نہ تھا نہ اپنے کو اہل سمجھتا تھا کہ
مشایعت کے لیے ساتھ ہیں۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ یہی غرض تھی کیونکہ
راستہ میں مہمانوں کے ٹھہرنے کا جو مکان آتا۔ حضرت دریافت فرماتے کیا
یہاں ٹھہرے ہو؟

حتیٰ کہ وہ سرائے آ گئی جس میں میرا قیام تھا۔ میں وہاں رک گیا تو مولانا بھی
وہاں ٹھہر گئے اور فرمایا:

"ٹٹو منگاؤ اور سامان لادو!"

میں نے رخصتی مصافحہ کیا اور عرض کیا:

"حضرت! میرے لیے دعا کیجیے؟"

فرمایا:

"ہم نے تمہارے لیے دعا کی ہے۔"

پھر میں نے عرض کیا:

"حضرت! مجھ کو کچھ پڑھنے کو بتلا دیجیے۔"

فرمایا:

"قل ھو اللہ شریف اور سبحان اللہ وبحمدہ دو دو سو بار پڑھ لیا
کرو۔"

اوروں سے بھی سنا کہ حضرت مولانا طالبین کو اکثر یہی پڑھنے کو بتایا کرتے
تھے کیونکہ حدیث شریف میں ان چیزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

اس کے بعد میں مع اپنے رفیق کے وہاں سے چلا آیا۔ چونکہ میں مسافر تھا
جمعہ میرے ذمہ تھا ہی نہیں اس لیے فوت کا افسوس بھی نہیں ہوا۔ وہاں
سے آ جانے کے بعد ہی مدرسہ جامعہ العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور مجھ کو

کانپور میں باصرار روک لیا گیا ورنہ پہلے تو یہ خیال تھا اب کانپور چھوڑ رہا ہوں
حضرت سے مل آنا چاہیے۔ ممکن ہے پھر نہ حاضری ہو۔ غرض میرا کانپور
میں قیام ہو گیا۔

پہلی مرتبہ کی زیارت کے تو یہ واقعات تھے۔

(2) دوسری مرتبہ مہینہ رمضان کا تھا اور سنہ تو تقریباً یاد نہیں۔ بس اتنا یاد
ہے۔ پہلے سفر سے چند سال کے بعد دوبارہ حاضر ہوا۔ اس درمیان میں
مولانا کبھی کبھی آنے والوں کے ذریعہ سے سلام کہلا بھیجتے تھے۔

مولانا تو ایسے آزاد تھے کہ کوئی چیز بھی یاد نہیں رہتی تھی۔ نہ معلوم کیسے
یہ یاد رہ گیا۔

ایک شخص بیان کرتے تھے کہ:

مولانا کا مزاج تو تیز تھا ہی۔ انہوں نے حضرت مولانا سے میرا نام لے کر نہایت
بدتمیزی سے کہا کہ آپ سے تو ان کے اخلاق اچھے ہیں۔

نہایت تواضع سے فرمایا:

"ہاں! بے شک اچھے اخلاق ہیں؟"

پھر دوبارہ کئی سال کے بعد پھر حاضر ہوا۔ اس بار چند ہمراہی بھی تھے اور
ہدیہ کے طور پر میں کچھ پیڑے بھی لے گیا تھا۔ کانپور میں اس زمانے میں
بہت اچھے پیڑے بنتے تھے۔ بہت خوبصورت اور خوشبودار ہوتے
تھے۔ مجھے بہت پسند تھے۔ حضرت کی پسند کی خبر تو نہ تھی۔ میں نے سوچا
کہ جو چیز خود مجھے پسند ہے اسی کو ترجیح دینا چاہیے۔ چنانچہ میں نے
پیڑے ہی ہدیہ کے واسطے لیے۔ چونکہ رمضان شریف کا زمانہ تھا اور
مدرسہ کی تعطیل تھی۔ اس لیے حضرت کی خدمت میں کچھ دن رہنے کی

گنجائش تھی۔ اس خیال سے کہ شاید دو چار دن رہنا ہو جائے، ایک بوتل شربت انار کی بھی اپنے افطار کے واسطے ہمراہ لے لی تھی کیونکہ گرمی کا زمانہ تھا۔

جب مراد آباد قریب رہ گیا تو مجھے خیال ہوا کہ ہم لوگوں کے اعمال اچھے نہیں اکثر بزرگوں کو قلب کی تاریکی کا احساس ہو جاتا ہے۔ اس لیے شاید ڈانٹ ڈپٹ فرماتے ہوں۔ لہٰذا اپنے قلب کو صاف کرکے حاضرِ خدمت ہونا چاہیے۔

چنانچہ وضو کیا۔ استغفار کی کثرت کی۔ ادب کے لحاظ سے سواری چھوڑ کر پا پیادہ چلے۔ اس حالت سے چلے جا رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ ایک بوڑھے شخص رستے میں ملے۔ معلوم ہوا زیارت کو جا رہے ہیں۔ وہاں پہنچ کر اوّل وہ پیش ہوئے۔ مولانا نے ان سے پوچھا کہ:

"روزہ ہے؟"

انھوں نے جواب دیا:

"جی ہاں! روزہ ہے۔"

اس پر بہت خفا ہوئے۔ فرمایا:

"کس نے کہا تھا کہ سفر میں روزہ رکھو؟"

ان بے چاروں کو حکم ہوا کہ بس ابھی چلے جاؤ۔

ہمارا بھی روزہ تھا۔ ہم نے کہا:

"بھائی! خدا خیر کرے، ہم سے بھی یہی سوال ہوگا۔"

چنانچہ پیش ہوتے ہی یہ سوال فرمایا کہ:

"روزہ ہے؟"

ہم نے سچی بات عرض کر دی کہ حضرت ہے۔

مگر بجائے خفگی کے حضرت نے فرمایا:

"اچھا کیا! جوان آدمی ہو، روزہ رکھنا ہی مناسب تھا۔"

یوں بظاہر مولانا ذرا مغلوب سے تھے ورنہ بڑے عالم تھے، بڑے متقی تھے۔ حدودِ شرعیہ سے خوب واقف تھے اور پورے متبعِ سنت تھے۔ دیکھیے! چونکہ وہ صاحب بوڑھے تھے۔ ان کو سفر میں روزہ کا تحمل دشوار تھا۔ ان پر خفگی کا اظہار فرمایا اور ہم لوگوں کے روزہ پر اظہارِ مسرت فرمایا۔ اور یہی محل ہے حدیث (لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ (ترجمہ: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔) کا۔

غرض ہم بہت خوش ہوئے کہ چلو ایک خطرے سے تو نجات ملی۔

اس وقت مولانا ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔ یہ نہیں پتہ کہ بیٹھے تھے یا لیٹے تھے۔ غالباً لیٹے تھے۔ نیچے چٹائی بچھی تھی، اس پر ہم لوگ بیٹھ گئے۔ مولانا نے غالباً پہچانا نہیں۔

ہم نے اپنے ہدایا پیش کیے۔ مولانا کو تمباکو اور صابن سے بہت رغبت تھی۔ حقہ نوش فرماتے تھے، اور کپڑے گھر ہی میں دھلواتے تھے میرے ہمراہی صابن اور تمباکو ہدیہ میں لے گئے تھے اور مجھے خبر ہی نہ تھی کہ مولانا کو ان چیزوں سے رغبت ہے۔ اوروں نے تو تمباکو اور صابن پیش کیا اور میں جو ہدیہ میں لے گیا تھا۔ وہ میں نے پیش کر دیا یعنی دوپٹے۔ اوروں کی چیزیں لیں لیکن کچھ فرمایا نہیں۔ میں نے جو دوپٹے پیش کیے تو خوش ہو کر فرمایا کہ:

"ہم تو اس کا شربت پیا کرتے ہیں۔"

اور خادم سے فرمایا:

"انہیں اٹھا کر رکھو ہم ان کا شربت پیا کریں گے"۔

میں خوش ہوا۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ میرا ہدیہ کیا پسند آئے گا؟ اوروں کا ہدیہ پسند فرمائیں گے کیونکہ وہ لوگ حضرت کی رغبت کی چیزیں لائے تھے۔ لیکن خلافِ توقع معاملہ برعکس ہوا۔ اوروں کو بھی تعجب ہوا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

پھر از خود فرمایا:

"تمہارے پاس کوئی دوا بھی ہے؟"

میں نے عرض کیا:

"حضرت دوا تو میرے ساتھ کوئی نہیں ہے۔"

کیونکہ میں شربت انار کو دوا کے طور پر نہیں لے گیا تھا۔

اس پر ساتھیوں نے مجھ سے آہستہ سے کہا:

"شربت انار تو ہے"

میں نے مکرر عرض کیا کہ:

"حضرت! شربت انار البتہ ہے!"

فرمایا:

"وہ تو تم نے افطار کے لیے اپنے ساتھ لیا ہے؟"

میں نے کہا:

"لایا تو تھا افطار ہی کی نیت سے مگر اب جی چاہتا ہے کہ حضرت قبول فرمالیں"

فرمایا:

"بہت اچھا"

چنانچہ میں نے پیش کیا اور حضرت نے وہ بھی قبول فرمالیا۔

ہدیوں سے فارغ ہونے کے بعد مختلف باتیں فرماتے رہے۔ بعض بعض یاد بھی ہیں۔ مثلاً فرمایا کہ:

"کہنے کی بات نہیں ہے، لیکن تم سے کہتا ہوں کہ میں جب سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے پیار کر لیا۔"

دوسری بات یہ فرمائی کہ:

"بھائی! جنت کا مزہ برحق، حوضِ کوثر کا مزہ برحق، مگر نماز میں جو مزہ ہے کسی چیز میں نہیں"

ایک بار یہ فرمایا:

"بھائی! ہم تو قبر میں بس نماز پڑھا کریں گے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں تو قبر میں یہ اجازت دے دیں کہ بس نماز پڑھے جاؤ۔"

چوتھی بات میں کچھ شک ہے۔ اسی جلسہ میں فرمایا یا بعد کے کسی جلسہ میں بلکہ اس میں بھی شک ہے کہ بلا واسطہ سُنا یا بالواسطہ۔ بہرحال اگر بالواسطہ بھی سنا ہوگا تو کسی ثقہ راوی سے سُنا ہوگا۔ کیونکہ اس کی صحت کا مجھے اتنا وثوق ہے کہ بلا واسطہ سُننے کا احتمال ہے بہرحال چوتھی بات یہ فرمائی کہ:

"جب ہم جنت میں جائیں گے اور یہ ایسے طور پر فرمایا جیسے یقین ہو کہ جنت میں ضرور جائیں گے اور حوریں آئیں گی تو ہم ان سے صاف صاف کہہ دیں گے کہ بی! اگر قرآن سُنانا ہو تو سُناؤ، ورنہ جاؤ اپنا رستہ لو۔"

اسی قسم کی شان مولانا کی تھی۔

اتنے میں ایک شخص اندر چلا آیا۔ اس کو بہت ڈانٹا کہ:

"بڑے بدتمیز ہو، منہ اٹھائے چلے آ رہے ہو، یہ نہیں دیکھتے کہ موقع ہے یا نہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ کوئی خاص بات کر رہا ہے۔"

گویا اپنے نزدیک مولانا نے ہم لوگوں کو خلوت کا موقع دیا تھا اپنے اسرار ظاہر کرنے کے لیے خلوت پسند فرمائی۔

جب یہ باتیں ہو چکیں تو ارشاد ہوا:

"مسجد میں بھی جگہ ٹھہرنے کی ہے اور مکان بھی موجود ہے۔ کہاں ٹھہرو گے؟"

میں نے عرض کیا:

"جہاں آپ کا قرب ہو۔"

فرمایا:

"تو مسجد میں ٹھہر جاؤ۔"

ہم لوگ مسجد میں ٹھہر گئے۔

دوپہر کا وقت تھا۔ کچھ لیٹے بیٹھے، اتنے میں ظہر کا وقت آ گیا۔ نماز پڑھی شام کو بعد افطار بہت پرتکلف کھانا آیا۔ کئی طرح کا، چار پانچ قسم کا تھا۔ جب کہ امراء کی عادت ہے یا متوسط لوگوں میں بھی اپنے خاص خاص معزز مہمانوں کے لیے کئی کئی کھانے پکوانے کی عادت ہے۔ بہت ہی عنایت تھی ورنہ مولانا کی وضع بالکل آزادانہ تھی۔ وہاں تکلفات کی بھلا کیا گنجائش۔ اسی طرح سحری میں بھی کئی طرح کا کھانا آیا۔

غرض ایک آدھ دن جب گذرا، میں نے واپسی کی اجازت چاہی۔ اور

اس درمیان میں مختلف جلسوں میں مختلف باتیں فرماتے رہے جو کہ اب یاد بھی نہیں۔ بہر حال جب میں نے اجازت چاہی۔ فرمایا:

"اجی! کیا جلدی ہے۔ مدرسہ کی تعطیل ہے۔ رمضان شریف کا مہینہ ہے اور ٹھہرو۔"

ہم تو یہ چاہتے ہی تھے۔ حضرت کے ارشاد کو غنیمت سمجھا اور واپسی کے ارادہ کو ملتوی کر دیا۔

جب میں نے دیکھا کہ رہنا تو ہو ہی گیا ہے۔ لاؤ حضرت سے حصن حصین ہی پڑھ لیں۔

چنانچہ میں نے عرض کیا۔ حضرت نے بڑی خوشی سے فرمایا:

"بہت اچھا۔"

میں نے شروع کیا۔ حضرت کہیں کہیں کچھ تحقیق بھی فرماتے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک جگہ (شوقاً الی لقائک (تیرے ملنے کا شوق) آیا تو فرمایا:

"اچھا بتاؤ! شوق کا کیا ترجمہ ہے؟"

میں نے عرض کیا:

"حضرت ہی ارشاد فرمائیں۔"

فرمایا:

"(تڑپ)"

اور درمیان میں مختلف وقتوں میں نعرے بھی لگاتے تھے ذوق و شوق میں۔ کھانا برابر تکلف کا آتا رہا۔ لطیف اور کئی کئی قسم کا۔ جب حصن حصین ختم ہو گئی اور ہم لوگ رخصت ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ:

"حضرت! تبرکاً حدیث شریف کی بھی اجازت دے دیجیے۔"

فرمایا:

"جی ہاں! اجازت ہے۔"

یہ بھی فرمایا:

"اجی! آیا کرو اور کبھی کبھی کچھ سنا جایا کرو۔"

لیکن پھر اتفاق حاضری کا نہیں ہوا۔

(ذیل المرادفی الغرائی گنج مراد آباد شامل ارواح ثلاثہ ص۲۴۸ تا ص۲۵۶۔ تذکرہ ص۱۱۳ تا ص۱۲۲)

(۱۲۳) صوفی عبدالرب صاحب ایم۔اے نے مولانا سید ابوالحسن ندوی ناظم ندوۃ العلماءؒ کی فرمائش پر اپنے والد مولوی عباد علی کرسوی مرحوم کی حاضری گنج مراد آباد کے حالات قلمبند کر کے بھیجے جو تذکرہ فضل رحمٰن " سے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

صوفی عبدالرب صاحب تحریر فرماتے ہیں:

میں نے اگرچہ حضرت گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی سعادت نہیں پائی لیکن والد مرحوم نے جس طرح ان کے حلیہ کا نقشہ کھینچا۔ اس کو ہر یاد پر دیدۂ تخیل سے ان کی زیارت کر لیتا ہوں۔

اس وقت ان حالات کو قلمبند کر رہا ہوں جو میں نے حضرت والد ماجد مرحوم کی زبان سے بارہا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں سنے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ عجیب وہ واقعات ہیں جو والد مرحوم کو مرید ہونے کے سلسلہ میں پیش آئے جن کو والد صاحب مرحوم ایک عجیب کیفیت محبت کے ساتھ عمر بھر بیان کرتے رہے۔ اب میں بھی ان کو صفحۂ قرطاس پر ثبت کر کے اپنی اور اپنے ناظرین با تمکین کی لطف اندوزی کا سامان کرتا ہوں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے والد ماجد مرحوم کے مرید ہونے کی تاریخ وغیرہ تو مجھ کو نہیں معلوم اور یہ بھی یاد نہیں کہ والد صاحب نے کبھی اس کو بیان کیا ہے یا نہیں۔ لیکن اندازہ یہ ہے کہ غالباً سنہ ۱۳۰۱ھ کے قریب کا یہ واقعہ ہے۔ کیونکہ والد صاحب نے تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی ہے (۲۷ جون ۱۹۴۷ء، ۷ شعبان سنہ ۱۳۶۶ھ یوم جمعہ) اور ۲۵، ۲۶ سال کی عمر میں مرید ہوئے تھے۔

والد صاحب بیان فرماتے تھے کہ ہماری پانچ بہنیں تھیں بھائی کوئی نہ تھا۔ چار سال کی عمر میں ہمارے بابا صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔ بڑی زمینداری کی بہت پہلے نکل چکی تھی جو زمینداری اپنے رہائشی آبائی موضع اگاسنڈ ملکپور۔ ڈاکخانہ کرسی ضلع بارہ بنکی میں رہ گئی تھی، وہ بھی نکل چکی تھی۔ بیوہ ماں، پانچ بہنیں، میری کاشت کا کوئی انتظام نہیں اور کوئی کمانے والا نہیں۔ بہنیں کشیدہ کاری کرتیں اور بڑی محبت سے میری پرورش کرتیں۔ میں اپنی ماں بہنوں کی خوش انتظامی سے کرسی پڑھنے جایا کرتا تھا۔ میرے ساتھیوں میں ایک ساتھی میرے عمر بھر کے دوست ثابت ہوئے۔ یہ تھے حضرت مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بچپن ہی سے بڑے سلیم الطبع تھے اور بعد میں گنگوہ شریف کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو گئے اور قطب زمانہ حضرت مولانا شاہ رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ اور مکہ مکرمہ میں انتقال فرما کر وہیں مدفون ہوئے۔

مولانا صادق الیقین کی خانگی تعلیم کے لیے جو انتظام ہوا تھا، میں بھی اس سے فیض اندوز ہوتا تھا اور مولانا کا ساتھی اور ہم نشین تھا۔ ان کے والد

ماجد حضرت حافظ شاہ سراج الیقین صاحب نے ان کی تعلیم و تربیت میں
بڑی سعی بلیغ سے کام لیا۔ میری عمر اسی دینی ماحول میں بڑھتی رہی اور
میرے دل میں کسی شیخ کامل کے پاس پہنچنے کی ایک لگن اس لیے اور
بھی پیدا ہو گئی کہ دنیاوی اعتبار سے مجھ کو فکروں نے گھیر رکھا تھا۔
اس زمانے میں میرا عجیب حال تھا۔ تعلیم کے چند گھنٹوں میں دینی ماحول
رہتا تھا۔ گھر پر پوری آزادی حاصل تھی، اور کوئی روکنے ٹوکنے والا
نہیں تھا۔ بہت سی خلافِ شریعت باتوں میں مبتلا تھا۔ بعض کے بارے
میں علم تھا کہ یہ بری باتیں ہیں اور دل سے ان کو برا سمجھتا تھا۔ پھر بھی ان
میں مبتلا تھا۔ اور بعض کے بارے میں علم ہی نہ تھا۔ ان حالات میں ایک طرف
رزق کی تنگی کے سبب مجھ کو کھیتی باڑی کے کاموں میں حصہ لے کر آمدنی کی
صورت نکالنی پڑتی تھی۔ یہ کام خلافِ عادت اور خلافِ مزاج تھا۔ اس
محنت کا اثر صحت پر نہایت برا پڑا۔ انگلیوں کے سرے نہایت بدہیئت
ہو گئے تھے۔ مخالفین نے مشہور کر رکھا تھا کہ ان کو سفید داغ ہو گئے ہیں۔
اور دوسری طرف عقدِ نکاح کو چھ سال گذر گئے تھے اور کوئی اولاد نہ تھی۔
اس سلسلہ میں بھی اپنوں پرایوں میں چہ مگوئیاں تھیں۔ نہ کوئی سر پر ہاتھ
رکھنے والا تھا نہ کوئی اپنے کو سنبھالنے والا۔ افلاس اپنے شباب پر تھا۔
کڑھتے کڑھتے تنگ آ چکا تھا۔

گنج مراد آباد کے حضرت مولانا کا نام سنا کرتا تھا۔ دھیرے دھیرے
ان سے ایسی عقیدت پیدا ہوئی کہ ان کی خدمت میں پاپیادہ سفر کر کے
حاضری کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اس وقت میرا سن ۲۵-۲۶ سال سے زیادہ
نہ رہا ہوگا۔ دل میں آرزوؤں کا ایک طوفان تھا۔

حضرت گنج مراد آبادیؒ کے کشف و کرامات کے چرچے ہو رہے تھے۔
دل میں امید لیے بڑھا ہوا، راستہ کا حال کیا بتاؤں؟ سفر پاپیادہ تھا۔
تیسرے روز منزل پر منزل کرتا ہوا عصر سے پہلے گنج مراد آباد شریف
پہنچ گیا۔ جب حضرت مولانا کی مسجد کے سامنے پہنچا تو زیارت کے بارے
میں طرح طرح کے خیالات تھے کہ یوں زیارت ہوگی۔ اس طرح حال عرض
کروں گا وغیرہ وغیرہ۔

اب وہ حال سنیئے جو پیش آیا:

مسجد کی فصیل پر ایک دراز قامت بڑے میاں بے تکلفی سے سرین
کے بل پاؤں آگے نکالے ہوئے اتر دکھن رخ میں نظر آئے۔ چہرہ میری
ہی طرف تھا۔ دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کا حلقہ کیے بڑے دانوں
کی تسبیح پڑھ رہے تھے۔ سر پر گاڑھے کی یا کسی دوسرے موٹے
کپڑے کی ٹوپی پہنے تھے۔ جس کے سرے کانوں کی طرف تھے اور ٹوپی سر
پر خوب منڈھی ہوئی تھی۔ سینہ کے بال نظر آ رہے تھے کیونکہ جو
گاڑھے کی اچکن پہنے ہوئے تھے اس میں بٹن نہ تھے بلکہ گھنڈی تھی
اور سینہ کھلا ہوا تھا۔

مجھے تو یقین ہو گیا کہ یہ بڑے میاں ہو نہ ہو اس مسجد کے موذن ہیں۔
دل خوش ہوا کہ ان سے باتیں کر کے سب حال معلوم ہو جائے گا۔ اس
شوق سے مسجد کے اندر جانے کے لیے ایک پاؤں جوتے سے نکال کر
اندر رکھا ہی تھا۔ میرے ایک ہاتھ میں بانس کا ہلکا سا عصا بھی تھا۔ ابھی
دوسرا پاؤں اندر نہ رکھا تھا کہ وہ بڑے میاں بلند آواز سے برہمی
کے ساتھ فرمانے لگے:

"کھینچو، کھینچو، کھینچو، کھینچو!"

میں ششدر کھڑا رہ گیا۔ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کھینچوں۔

مجھ کو ہکا بکا دیکھ کر وہ میری طرف تیزی سے آئے اور میں ڈرا کہ اب پٹا۔ یہ مارے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

لیکن یا تو وہ برہمی تھی یا میرے پاس آکر بڑی نرم اور شیریں آواز میں محبت سے فرمایا:

"میاں! کیسے آدمی ہو۔ مسجد میں کوئی بایاں پاؤں پہلے رکھتا ہے؟"

اب میں نے فوراً اپنا بایاں پاؤں کھینچ کر پھر اپنے جوتے پر رکھ لیا اور ان کے سامنے کھڑا ہوا ان کی باتیں سنتا رہا کہ جب مسجد کے اندر آتے ہیں تو داہنا پاؤں پہلے اندر رکھتے ہیں، درود شریف پڑھتے ہیں اور پڑھتے ہیں (اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک) اور جب مسجد سے نکلتے ہیں تو پہلے بایاں پاؤں باہر رکھتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اور پڑھتے ہیں (اللّٰھم انی اسئلک من فضلک) یہ بتا کر وہ واپس ہوئے اور ٹہلنے لگے۔

میں نے تعلیم کے مطابق داہنا پاؤں اندر رکھا اور اپنا عصا لیے ہوئے صحن سے گذر کر مسجد کے دالان میں جانے لگا۔ انہوں نے دوبارہ پھر تیز لہجہ میں ڈانٹا:

"اپنا لٹھ وہاں کہاں لیے جا رہے ہو۔ کیا وہاں فوجداری ہو رہی ہے۔ یہیں باہر رکھ دو۔"

میں نے جھک کر اپنا عصا باہر کھڑا کر دیا اور جوتے رکھ دیے۔ میرے دل میں رہ رہ کر آنے لگا کہ حضرت مولانا شاید یہی ہیں۔ لیکن ان کے

لباس اور وجاہت کا جو تصور خود ہی باندھ رکھا تھا۔ ان کے حلیہ اور لباس کی مطابقت اس سے نہ ہو سکی۔ اس لیے کشمکش و پیچ ہی میں رہا۔ اور یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ واقعی حضرت مولانا یہی ہیں۔

میں نے سوچا کہ لاؤ وضو کر لوں تو ڈرتے ڈرتے انہیں سے کچھ پوچھوں کہ حضرت کی زیارت کیسے ہوگی؟

یہ تو یاد نہیں کہ میرا پاجامہ شرعی تھا یا ٹخنے بھی بند تھے لیکن اچکن کے بارے میں خوب یاد ہے کہ نہایت سفید ادھی (جامدانی) کی اچکن تھی اور آستین فیشن کے مطابق خوب چست تھی۔

وضو کے لیے پانی لے کر بیٹھا اور جلدی سے آستین چڑھانے لگا کہ وہ بزرگ پھر میری طرف دوڑے اور اپنی اچکن کی ڈھیلی ڈھالی آستین دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر آستین والا ہاتھ بالکل میرے منہ کے قریب لا کر اور جھک کر بار بار یہ فرمانے لگے:

"ایماندار ہوتے تو ایسی آستین نہ ہوتی، ایماندار ہوتے تو ایسی آستین نہ ہوتی۔"

چند بار یہ جملہ دہرا کر واپس تشریف لے گئے۔

اب مجھ پر ان کی ہیبت طاری ہو گئی۔ اور دل بولنے لگا کہ:

"واقعی حضرت اقدس یہی ہیں!"

اس لیے وضو کر کے خاموش دو زانو سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ نہ ان کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ بات کرنے کی۔

تھوڑی دیر کے بعد عصر کی نماز ہوئی۔ امام یہی بزرگ بنے۔ اس سے فیصلہ ہو گیا کہ حضرت مولانا یہی ہیں۔ بعد عصر حضرت ہی کے حکم سے ایک صاحب مجھ کو ٹھہرنے کی جگہ پر لائے اور مجھ سے پوچھ لیا کہ کہاں سے

اور کس لیے آئے ہو؟

بعد میں کھلا کہ یہ حضرت کے خادم تھے اور حضرت ہی کے ایماء سے مجھ سے پتہ نشان پوچھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد یہی صاحب مجھ کو حضرت کے پاس بلا لے گئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ مقامی زبان میں کلام فرماتے تھے۔ شہری لکھنوی بولی نہ بولتے تھے۔ ان اثنائے کلام میں جب کوئی اہم بات ہوتی تو خالص کتابی زبان استعمال فرمانے لگتے تھے۔ مجھ سے اسی مقامی زبان میں سفر اور غرض سفر کے متعلق معمولی پوچھ گچھ فرمائی۔ پھر حضرت ہی کے پیچھے میں نے مغرب پڑھی اور قیام گاہ پر آیا۔ حضرت کے خادم صاحب کھانا لائے جس میں ایک چپاتی، ایک باجرے کی روٹی اور ماش کی دال تھی۔

میں کھا ہی رہا تھا کہ حضرتِ والا تشریف لائے۔ جھک کر کھانا دیکھنے لگے اور شہری زبان میں پوچھا:

"کیا کھا رہے ہو؟"

میں نے عرض کیا:

"حضرت! ماش کی دال اور باجرے کی روٹی ہے اور ایک چپاتی بھی ہے۔"

شاید میرے لہجہ سے حضرت متأثر ہو گئے۔ رقت آمیز لہجہ میں فرمایا:

میاں! "اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ غذا میسّر نہ تھی۔"

میں بھی متأثر ہو گیا۔ اور حضرت واپس تشریف لے گئے۔

عشا پڑھ کر رات گذاری۔ بعد اشراق دن چڑھے میری طلبی ہوئی۔ دل کو پکڑے ہیبت زدہ خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت والا ایک کھری کھٹیا پر لیٹے ہوئے تھے۔ زمین پر ایک چٹائی تھی۔ میں اس پر دو زانو بیٹھ گیا۔

حضرت نے پھر پوچھا:

"کیسے آئے ہو؟"

میں نے ڈرتے ڈرتے ٹوٹی پھوٹی زبان میں عرض کیا کہ:

"مرید ہونا بھی چاہتا ہوں اور کچھ تکلیفیں بھی ہیں، اُن کے لیے حضور کی توجہ چاہتا ہوں۔"

حضرت نے وضو کو پوچھا۔

میں باوضو تھا ہی۔ حضرت نے بلا قیل وقال حضرت شاہ آفاق رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے بیعت کر لیا اور جو جو جملے کہلائے اُن کو دہرا لیا۔ عجیب رقت اور عجیب کیفیت تھی۔ حضرت کے منہ سے جو جملہ نکلتا تھا وہ دل کے پار ہو جاتا تھا۔ آنسو اُبلتے تھے اور ایسی گھگھی بندھی ہوئی تھی کہ جملوں کو دہرانا مشکل تھا۔ بعض بعض الفاظ پر ایسا زور دیتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ الفاظ آسمان سے نازل ہو رہے ہیں۔

مثلاً جب کہلایا کہ:

"شرع شریف پر مرتے دم تک قائم رہوں گا۔"

تو شرع شریف کا لفظ جس عظمت اور قوت سے کہا وہ اب تک کانوں میں گونج رہا ہے۔

جب کہلایا کہ:

"ہر قسم کے گناہ سے عمر بھر پرہیز کروں گا۔"

تو یہ بات رگ و پے میں ایسی پیوست ہو گئی کہ یقیناً اس وقت ہر طرح

کے گناہ سے نفرت ہو گئی۔

جب کہلایا کہ:

"اگر غلطی سے گناہ ہو گیا تو بلا تاخیر توبہ کروں گا۔"

تو اسی وقت توبہ کی اہمیت عمر بھر کے لیے دل میں جاگزین ہو گئی۔ اسی وقت دل اللہ اور اللہ والوں کی محبت سے لبریز ہو گیا:

کسی کے دردِ محبت نے عمر بھر کے لیے
خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے

حضرت نے مرید فرما کر قیام گاہ پر جانے کے لیے فرما دیا اور تکلیفوں کی بابت کچھ نہ پوچھا۔ واقعی حضرت بڑے ہی حقیقت شناس تھے۔ اگر اس مجلس میں تکالیف کے لیے پوچھتے تو بیان کرنے کا یارا بھی کس کو تھا۔

دل کی بدلی ہوئی حالت لے کر میں قیام گاہ پر چلا آیا۔ دن گزرا۔ حضرت نے بعد عصر مسجد ہی میں روک لیا۔

لوگ جلدی جلدی اٹھ گئے۔ گویا رو کا جانا اور نمازیوں کے لیے اس کا اشارہ ہو گیا۔

اب حضرت نے بڑے لطف و کرم کے ساتھ فرمایا:

"اپنی تکالیف بتاؤ!"

میں نے سب سے پہلے عرض کیا کہ مخالفوں نے مشہور کر دیا ہے کہ میری انگلیوں میں سفید داغ ہیں جس سے مجھ کو بڑی شرم دامنگیر ہے اور انگلیوں کے سروں کی رنگت کافی بدنما اور بھدی ہو گئی ہے اور دیکھنے میں سفید داغ ہی معلوم ہوتے ہیں۔"

حضرت نے فرمایا:

"لاؤ دیکھیں؟"

میں نے انگلیاں بڑھا دیں۔

حضرت بار بار یہ جملہ ایک جذب کے ساتھ دہرانے لگے:

"کہاں ہیں داغ؟"

"کہاں ہیں داغ؟"

اب جو میں نے بھی نظر ڈالی تو انگلیوں کا رنگ اور ان کی ہیئت نہایت خوشنما تھی

(اس جگہ ناچیز عبدالرب راوی بیان کرتا ہے کہ میں ان کی سب سے چھوٹی اولاد ہوں اور میں نے ان کے ادھیڑپن کا زمانہ اپنے بچپن میں پایا۔ اور جب میرا سن ۵۴ - ۴۶ء کا تھا، اس وقت ان کا انتقال ہوا جب بھی میں نے والد صاحب کو گورے چٹے رنگ کا خوبصورت آدمی پایا۔ وہ متناسب الاعضاء بھی تھے۔ قیاس ہے کہ جوانی کی عمر میں انگلیاں بھی نہایت سڈول اور خوش رنگ ہوں گی۔)

جب مجھے اپنی انگلیاں صاف نظر آئیں تو میری حیرت اور مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی اور حضرت کی عظمت اور محبت سے میرا دل پہلے کی بہ نسبت زیادہ لبریز ہو گیا۔

پھر حضرت نے پوچھا:

"اور کیا تکلیف ہے؟"

میں نے شرماتے ہوئے کہا:

"شادی کو چھ سال ہو گئے، اب تک کوئی اولاد نہیں ہے۔"

حضرت صاحب نے اپنے خادم کو پکارا۔

وہ آئے تو فرمایا:

"ہمارا بدھنا اٹھالاؤ، ہم اس میں سے ان کو کچھ دیں گے۔"

خادم صاحب آناً فاناً ایک بدھنا لے آئے۔

حضرت صاحب نے اس کو چٹائی پہ الٹ دیا۔ اس میں کچھ بیر تھے، کچھ بتاشے تھے اور ایک چھوٹی سی گٹھڑی تھی۔

حضرت صاحب نے فرمایا:

"جو چاہے لو۔"

بھلا گٹھڑی لینے کی ہمت تو کیا پڑ سکتی تھی۔ میں نے شاید چار بیر اور پانچ بتاشے یا اس کے برعکس اس خیال سے لیے کہ حضرت صاحب کے دل میں یہ نہ آئے کہ یہ شخص طامع اور دہقانی ہے۔

حضرت صاحب نے فرمایا بھی کہ:

"اور لے لو، پھر نہ کہنا!"

میں نے پھر اسی خیال سے کہہ دیا کہ:

"بس ٹھیک ہے!"

حضرت صاحب نے فرمایا:

"اچھا! ان کو کھالو۔"

میں نے اسی وقت کھالیا۔

حضرت صاحب نے نہایت جوش اور قوت سے فرمایا:

"انشاءاللہ! انشاءاللہ! تمہارے اتنے ہی لڑکے ہوں گے جتنے تم نے بیر کھائے ہیں اور اتنی ہی لڑکیاں ہوں گی جتنے تم نے بتاشے

کھائے ہیں۔"

یا اس کے برعکس فرمایا۔

(راوی عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کو چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں عطا فرمائیں)

اس کے بعد حضرت نے فرمایا:

"اور کیا تکلیف ہے؟"

میں نے عرض کیا:

"حضرت! افلاس انتہا کو پہنچ گیا ہے۔"

فرمایا:

"اچھا! ہم دعا کرتے ہیں۔ انشاءاللہ، انشاءاللہ! کبھی ننگے بھوکے نہ رہو گے، عمر بھر کھاتے کھلاتے کشادہ دست و فارغ البال رہو گے۔"

پھر پوچھا:

"اور کیا تکلیف ہے؟"

میں نے عرض کیا:

"حضرت! اور کوئی تکلیف نہیں ہے۔"

حضرت صاحب نے پوچھا:

"اپنے گھر کب جاؤ گے؟"

میں نے کہا:

"حضرت! صبح کو ارادہ ہے۔"

فرمایا:

"اچھا! ہم صبح کو توجہ دیں گے۔"

وہ مجلس ختم ہوگئی۔ رات گزری۔ جب فجر پڑھ چکا تو حضرت صاحب نے مسجد ہی میں پھر روک لیا۔ اپنے سامنے بٹھایا۔ بلند آواز سے جلال کے ساتھ فرمایا:

"آنکھیں بند کرلو۔ ہم توجہ دیتے ہیں۔"

میں نے آنکھیں بند کرلیں۔

دیر تک اسی طرح بٹھارہا۔ حضرت نے جس طرح چاہا توجہ دی لیکن مجھ کو معلوم نہ ہوا۔

پھر فرمایا:

"آنکھیں کھول دو۔"

میں نے آنکھیں کھول دیں۔

حضرت صاحب نے بڑے جوش کے ساتھ فرمایا:

"جاؤ! انشاء اللہ عمر بھر کے واسطے کافی ہے۔"

حضرت صاحب نے اپنے دست مبارک سے شجرہ بھی ارزانی فرمایا اور کچھ کتابیں بھی مرحمت فرمائیں۔

پھر پوچھا:

"کدھر سے جاؤ گے؟"

میں نے عرض کیا:

"آسیون ہوکر۔"

حضرت نے فرمایا۔

"نہیں! ادھر سے نہ جانا بلکہ اس طرح جانا۔"

اور پھر جو راستہ بتایا اس کی تفصیل ارشاد فرمائی۔

حضرت صاحب نے کھڑے ہوکر مصافحہ فرمایا اور پڑھا،

"استودع اللہ دینکم و خواتیم اعمالکم"

اور فرمایا:

"جاؤ! اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔"

میرے آنسو برابر جاری رہے اور اسی طرح سلام کرکے روانہ ہوگیا۔

(ناچیز راوی عرض کرتا ہے کہ بابا صاحب مرحوم اس واقعہ کو نیز دوسری حاضریوں میں دیکھے سُنے ہوئے بہت سے حالات کو عمر بھر لطف و بہجت کے ساتھ بیان فرماتے رہے لیکن اس سے زیادہ طویل کوئی بات نہیں بیان فرمائی۔ نیز یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب نے جو توجہ دی تھی وہ اس وقت اور اس کے بعد عرصہ تک کچھ بھی محسوس نہ ہوئی سوا اس کے اللہ اور اللہ والوں کی محبت دل میں بیٹھ گئی ہے۔ گناہوں سے گھن پیدا ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا ذائقہ بھاگیا ہے۔ ہاں آخری عمر میں بابا صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کا اب دل میں اثر پاتا ہوں۔ اور انشاء اللہ حضرت کی توجہ مرتے وقت کام آئے گی۔ پھر مرتے وقت واقعی خوب کام آئی۔

(تذکرہ صفحہ ۱۳۵ تا صفحہ ۱۳۶)

(۱۲۴) ماہنامہ معارف اعظم گڑھ کے شمارہ نمبر ۲ جلد نمبر ۳۹ میں صفی الدولہ نواب علی حسن خاں سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ فرزند اصغر نواب صدیق حسن خاں نے سفرِ سعادت کے عنوان سے یہ مضمون شائع کیا ہے۔

۱۳۰۵ھ میں حضرت والد محترم نے ریاست کے اندرونی سیاسی تغیرات اور زمانے کے روز افزوں انقلابات کو پیشِ نظر رکھ کر اور

(مباش ایمن از بازیٔ روزگار) ترجمہ: زمانے کے کھیل سے بےخوف نہ رہو۔
پر عمل پیرا ہو کر از راہ دور اندیشی یہ ارادہ کیا کہ شہر قنوج میں جو قدیم
آبائی وطن ہے بطور یادگار سلف اور مصالح آئندہ کے لحاظ سے ایک
مکان ہم لوگوں کی سکونت کے لئے تعمیر کیا جائے۔ اور ساتھ ہی اس کے
ان کی دین پرستی اور معارف نوازی اس کی متقاضی ہوئی کہ جس طرح وہ
مجھ کو دنیوی مال و متاع سے آسودہ حال دیکھتے ہیں اسی طرح وہ معارف
باطنی کی دولتِ لازوال سے بھی میرے جیب و دامن کو مالا مال دیکھیں۔
اس کے لئے انہوں نے سفرِ قنوج کا ایما کیا اور تعمیرِ مکان کو میری پسند و
مرضی پر محمول کیا اور سرخیلِ صوفیائے عصر شیخ وقت حضرت مولانا
شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی قدس سرہ العزیز کے
شرفِ حضوری اور برکاتِ انفاس سے مستفید ہونے کی توجہ دلائی۔
چنانچہ تیسویں ماہ جمادی الاول ۱۳۰۵ھ کو دوشنبہ کے دن بھوپال
سے روانہ ہو کر چہار شنبہ کے روز میں قنوج پہنچا اور اپنے جدِ بزرگوار
حضرت سید علامہ مولانا اولاد حسن صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ
حضرت مجددِ عصر مولانا سید احمد شہید بریلوی قدس سرہ کے مزار
پر انوار کی زیارت و فاتحہ سے شرف اندوز ہوا۔
نماز ظہر کے وقت باوجود غایت معذرت بعض مریدان و معتقدان خاص
جد مرحوم کے اصرار سے مجبور ہو کر جدِ مرحوم کی مسجد قدیم میں مجھ کو
امامت کرنی پڑی۔
فراغ نماز کے بعد حضرت جلالی مالث رحمۃ اللہ علیہ و حضرت بالا پیر و
حضرت حاجی شریف زندنی کی زیارتِ مزارات و فاتحہ خوانی سے مشرف

ہوا۔ پھر وہاں سے چوتھی جمادی الثانی کو گنج مراد آباد روانہ ہوا۔ جمعہ
کے دن مغرب کے وقت وہاں پہنچ کر حضرت مرشدنا و مولانا مولوی فضل
رحمٰن صاحب کی خدمتِ اقدس میں باریاب ہوا۔
حضرت طہارت گاہ سے نکل کر حجرے کی منجی پر وضو کر رہے تھے۔
مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ:
"حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر کے پاس تنہا اور پیدل جایا کرتے
تھے"۔
(غالباً نواب صاحب مرحوم اپنے ملازمین و رفقاء کے ساتھ سواری سے
پہنچے تھے۔ (تذکرہ)
"اور حضرت عمر اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بہت دور سے پیادہ پا آیا کرتے تھے"۔
اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ:
"میں وضو کرتا ہوں تم دیکھتے جاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح
وضو کیا کرتے تھے"۔
غرض جب وضو اور نماز سے فارغ ہوئے تو ایک حاضر الوقت صاحب
سے میری نسبت فرمایا کہ:
"یہ امیر آدمی ہیں ان کو احمد میاں کے گھر میں ٹھہراؤ"۔
تھوڑی دیر میں جناب احمد میاں صاحب خود آ کر مجھ کو اپنے مکان پر
لے گئے۔ رات بھر وہاں قیام رہا۔ صبح کو نماز فجر کے بعد پھر مجھ کو حضرت
کے دیدار فائق الانوار سے مستفیض ہونے کا موقع ملا اور میں نے ان
کے دستِ شریعت و طریقت پناہ پر طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت

کی۔ قریباً نصف ساعت سے زائد حضرت مراقب رہ کر مجھ کو اپنی توجہ اور ہمتِ باطنی سے مستفید فرماتے رہے۔ اس کے بعد سر اٹھا کر اپنی زبانِ فیض ترجمان سے بے تابانہ عشق کے لہجہ میں فرمانے لگے:

(اپنے پیا پر تن من واروں جو واروں سو تھوڑا رہے)

اس وقت برق و روح کے اتصال اور جذبات و تجلیات کے باہمی امتزاج سے میرے دل پر جو ایک پُر سرور والہانہ و وجدانی کیفیت طاری تھی اس کو لفظوں میں ادا کرنا میرے لئے قطعاً ناممکن ہے:

لطیفہا کہ بہ لفظ و بیاں نمی گنجد
تو چوں فرشتہ ز غیب آمدی و وا گفتی

ترجمہ: وہ لطیفے جو لفظ اور بیان میں نہیں سما سکتے ان کو آپ نے فرشتے کی طرح آ کر صاف صاف فرما دیا ہے۔

بہرحال اس کے بعد حضرت بہت سے اشعار فارسی اور اردو اور ہندی کے ایک دل کش انداز و پُر تاثیر لہجہ کے ساتھ پڑھتے رہے۔ ان میں صرف یہ دو شعر مجھ کو یاد رہ گئے:

پروانہ نیستم کہ بیکدم عدم شوم
شمعم کہ جاں گدازم و دم برنیارم

ترجمہ: میں پروانہ نہیں ہوں کہ ایک دم میں ختم ہو جاؤں۔ میں شمع ہوں جو جان کو پگھلاتی ہے اور سانس باہر نہیں لاتی۔

در کنز و ہدایہ نتواں یافت خدا را
بر صفحۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

ترجمہ: کنز الدقائق اور ہدایہ (دونوں فقہ کی معتبر کتابوں) میں خدا کو نہیں

پا سکتے۔ صفحۂ دل میں دیکھو جس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔

اخیر صحبت میں جب میں نے رخصت ہونے کا قصد ظاہر کیا تو حضرت نے فرمایا کہ:

"تم اپنے والد سے کہہ دینا کہ ہم تمہارے لئے دعا کرتے ہیں۔ خدا تم کو اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائے۔ اتباعِ سنت بہت مشکل ہے۔"

پھر میں حضرت کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت حجرے سے صحن میں آ کر بیٹھ گئے اور نسائی شریف کا درس احمد میاں صاحب مرحوم کو پڑھانے لگے۔ میں بھی وہاں جا بیٹھا۔

دورانِ سبق حضرت نے مجھ سے پوچھا:

"اسمٰعیل کے معنی جانتے ہو؟"

میں نے عرض کیا:

"آپ ارشاد فرمائیں۔"

حضرت نے کہا:

"اسمٰعیل کے معنی ہیں خدا کا فرمانبردار۔"

جب درس سے فراغت ہوئی تو آپ نے صحنِ مسجد میں ٹہلنا شروع کیا اور میرے قریب تشریف لا کر مسکرا کر آہستہ سے ازراہِ شفقت میری پشت پر مکا مارا۔ اور حجرہ میں تشریف لے گئے۔

کچھ دیر کے بعد جناب احمد میاں صاحب کے ہمراہ میں پھر حضرت کے حجرہ میں پہنچا اور توفیقِ الٰہی کے موافق نذر دکھائی۔

آپ نے زرِ نذرانہ کو خوشی کے ساتھ اپنے دامن میں لے لیا اور وہیں کھڑے

کھڑے میرے سامنے تمام زرِ نذرانہ ضرورت مندوں اور محتاجوں کو تقسیم کر دیا۔ اور ایک حبہ باقی نہ چھوڑا۔

پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"تم کو یہاں آنے سے کیا فائدہ ہوا؟ اپنا نقصان مفت میں کیا۔"

چونکہ میں اسی وقت لکھنؤ روانہ ہونے کے لئے تیار تھا اور سواری کچھ دور کھڑی ہوئی تھی۔ میں نے مراجعتِ وطن کی اجازت چاہی۔ حضرت نے خدا حافظ کہہ کر اور یہ شعر پڑھ کر مجھ کو رخصت کیا:

> دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
> تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

ترجمہ: سعدی کا دیدہ و دل تمہارے ہمراہ ہے تاکہ تم یہ گمان نہ کرو کہ تنہا جاتے ہو۔

(تذکرہ صفحہ ۱۲۳ تا صفحہ ۱۲۶)

(۱۲۵) نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی صدر الصدور امور مذہبی ریاست حیدر آباد دکن نے اپنی کتاب (مقالاتِ شیروانی) کے صفحہ ۱۹ تا ۲۲ میں "آستانہ فقیر" کے عنوان سے یہ مضمون تحریر فرمایا ہے:

مجھ کو ایک عرصہ سے (گنج) مراد آباد کی حاضری کی آرزو تھی اور باعثِ آرزو اشتیاق قدم بوسی حضرت شبلی عہد جنید دہر مولانا فضل رحمٰن صاحب مدظلہم تھا۔ چند بار قصد کیا لیکن محروم رہا۔ بارے اب کے آرزو پوری ہوئی اور شرفِ پابوسی موجبِ سربلندی ہوا۔

جمعہ ۲۰ رجب ۱۳۰۵ھ کو بقصد مراد آباد یہاں سے روانہ ہو کر کانپور

پہنچا۔ استاذی مولانا عبد الغنی خاں صاحب مرید حضرتِ شیخ کی معیت تھی۔ وہاں ایک وجہ خاص سے ایک روز توقف کرنا پڑا۔ دوسرے دن کانپور سے قصبہ بلہور میں آیا۔ یہاں سے پالکی میں سوار ہو کر مراد آباد کو چلا۔ راستہ میں تھوڑی دیر میں ایک ندی الیسن نامی پڑی۔ پھر کچھ دور جاکر گنگا ملی۔ صبح کا وقت ابر گھرا ہوا، گنگا پر عجیب لطف دیتا تھا۔ دس بجے مراد آباد پہنچا۔

دریافت ہوا کہ اس وقت حضرت درسِ حدیث میں مشغول تھے۔ اس لیے بازار کے کنارے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسجد کے اندر کے مقبرہ میں جا بیٹھا۔

یہ مقبرہ خدا جانے کس زمانے کا ہے۔ بیچ میں ایک قبر بنی ہوئی ہے۔ دھوئیں کے سبب سیاہ ہو رہا ہے۔ ایک طرف سنیل پاٹی کا فرش پڑا تھا۔ اس پر اور چند آدمی جو حصولِ زیارت کے واسطے آئے تھے، بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی جا بیٹھا۔

مولانا اگرچہ فاصلہ پر تشریف رکھتے تھے مگر یہاں اور مسجد کے باہر وہ رعب طاری تھا کہ کوئی فردِ بشر آوازِ بلند بات کرنے کی تاب نہیں رکھتا تھا اور بے تکلف یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی زبردست حاکم کے باہر آنے کے منتظر ہیں۔

ایک گھنٹہ کے بعد شرفِ حضوری حاصل ہوا۔

حضرت چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔ میں زمین پر بیٹھ گیا۔ کچھ تھوڑے سے دریافتِ حال کے بعد اشعارِ نعتیہ کمال شوق و ولولہ پڑھنے لگے۔ چند منٹ کے بعد حجرے میں تشریف لے گئے۔ مجھ کو بھی اندر آنے کے

لیے ارشاد فرمایا۔
بزرگوں کے حالات بیان فرمائے۔ مثنوی شریف کے شعر پڑھے۔ الحق کہ مثنوی کے شعر عجیب درد سے پڑھتے تھے۔ منجملہ اور اشعار کے یہ شعر بھی تھا:

صحبت مرداں اگر یک ساعت است
بہتر از صد خلوت و صد طاعت است

ترجمہ:۔ مردان (کاملین) کی صحبت اگر ایک ساعت ہو تو سیکڑوں خلوت اور سیکڑوں طاعتوں سے بہتر ہے۔
کچھ عرصہ کے بعد استراحت کے لیے رخصت فرمایا۔
حضرت کا قامت بلند، بدن دہرا، رنگ گورا، داڑھی چھوٹی نہایت سفید، آواز بھاری اور باطنی کیفیت میں ڈوبی ہوئی۔ حضرت کا لباس ڈھیلا انگرکھا ڈھیلا پاجامہ، دو پلّی ٹوپی تمام سر کو ڈھکے ہوئے، کیمخت کا جوتا جس کی ایڑھی بیٹھی ہوئی۔ حضرت کا حجرہ پرانا اور تنگ، ایک طرف چارپائی اس پر فرد اور دری پڑی ہوئی۔ (فرد اور دری دونوں نئے، شاید پندرہ روز کے ہوں گے) ایک طرف چوکی۔ اس پر مٹی کے برتن اور قلمدان۔ باقی جگہ میں شکستہ و کہنہ بوریا۔ بس۔
بعد ظہر مسجد میں تشریف لاکر حدیث شریف کا درس فرمایا۔ جس میں حاضر ہونے کی مجھ کو بھی عزت حاصل ہوئی۔ ایک گھنٹہ کے بعد حجرے میں رخصت کے واسطے طلب فرمایا۔ اور دعائے خیر کے بعد اجازت فرمائی۔
یہ مسجد (جس میں حضرت کا قیام ہے) نہایت پرانی اور مرمت طلب ہو رہی ہے۔ مسجد کے دروازے میں داخل ہونے پر جانب راست ایک مقبرہ

ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ اس کے سامنے مغربی جانب چند قبریں، ایک کنواں اور کچھ دور حجرہ مبارک ہے۔ گرد کے مکان بھی کہنہ و ویران ہیں۔ غرض کوئی چیز اہل دنیا کی دلچسپی کی نہیں ہے مگر صدہا امیر و غریب، تونگر و مفلس آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ ایک کشش ہے کہ سب کو کھینچتی ہے
کسی فن کا آدمی ہو جب تک خود ہم کو اس میں مداخلت نہ ہو ہم نہیں جانتے وہ کیا ہے؟ کامل یا ناقص، استاد یا اناڑی۔ اگر ہم اصول اقلیدس سے واقف نہیں تو اگر ایک شخص کسی مشکل مشق کو حل کرے تو ہم یہی کہیں گے کہ کچھ لکیریں کاٹتا ہے اس کا کیا نفع ہے یا اس کا حل کس ذہن و دماغ کا کام ہے۔ یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ ایسا ہی کچھ تصوف کا حال ہے۔ جب تک ہم صاحب حال نہ ہوں یہ معمہ حل نہیں ہو سکتا اور یہ مطلب صاف ہونا ممکن نہیں ہے۔
حضرت کی خدمت میں پہنچ کر دو زبردست خیال میرے دل میں طاری ہوئے جن کے سبب یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں نے حضرت کا مرتبہ پہچان لیا لیکن یہ جانا کہ ہم میں اور ان میں سوائے ظاہری مشابہت کے اور کوئی مشابہت نہیں۔ ہمارے خیالات سے ان کے خیالات الگ اور ہمارے ارادوں سے ان کے ارادے جدا، ہمارے مشاغل سے ان کے مشاغل علیحدہ، ان کی امیدیں اور خوشیاں اور خوف اور مقصود اور۔ آگ لکڑی کو جلاتی ہے۔ ہم بھی دیکھتے ہیں اور ان کے بھی پیش نظر ہے۔ لیکن ہم کیا سمجھتے ہیں اور ان کے ذہن میں کیا آتا ہے؟
اول خیال تو یہ تھا کہ مراد آباد دنیا میں ہے اور گاؤں نہیں، قصبہ ہے، لیکن حضرت کی مسجد میں ایک دوسرا عالم نظر آتا تھا، دنیاوی معاملات کا کوسوں پتہ نہیں تھا۔ خود حضرت کی گفتار و کردار اور وہاں کے اہل قیام کے احوال

سے (عام اس سے کہ وہ چند گھنٹے کے لئے آئے ہوں یا دو چار برسوں سے رہتے ہوں) یہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جو تعلقاتِ دنیا سے کنارہ کر آئے ہیں۔

حیدر آباد کے امیر کبیر نواب خورشید جاہ بہادر جو ۵۷ لاکھ کے معافی دار ہیں، میرے پہنچنے سے صرف ایک روز پہلے وہاں آئے تھے مگر ان کا ذکر بھی نہ تھا اور نہ کوئی وقعت ان کی کسی کے ذہن میں معلوم ہوتی تھی۔ حالانکہ کانپور اور لکھنؤ ان کے تذکروں کی صدا سے گونج رہے تھے۔ اور ہر ایک سوسائٹی (خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ) ان کے تذکروں کو اپنے جلسوں کا دلچسپ مبحث بنائے ہوئے تھی۔

پھر یہ کس کا اثر تھا؟

مراد آباد کے پانی کا؟

ہرگز نہیں!

وہاں کی خاک کا؟ ہرگز نہیں۔

وہاں کے در و دیوار کا؟ ہرگز نہیں۔

حضرت کے ہاتھ پاؤں کا؟ ہرگز نہیں۔

حضرت کے بالوں کا؟ ہرگز نہیں۔

البتہ اس کیفیت کا اثر تھا جو حضرت کے قلب میں تھی، وہ کیفیت کیا تھی؟ اس سے کون واقف ہے؟ اور کوئی کیا جانے؟

مریض کا بدن بخار سے جلتا ہے مگر وہ سوائے اثر کے مؤثر کو نہیں جانتا۔ سبب کو مشخص کرنا طبیب کا کام ہے۔ ہم بدن پر ہاتھ رکھ کر گرمی محسوس کر سکتے ہیں، مریض کو اپنا بدن گرم اور منہ کا ذائقہ تلخ معلوم ہوتا ہے۔

لیکن یہ جاننا کہ یہ غلبۂ صفرا کا نتیجہ ہے، طبیب کا کام ہے۔

دوسرا خیال یہ تھا کہ خود میرا ذہن مجھ کو ذلیل سمجھتا تھا اور ہر چند حیرت سے غور کرتا تھا لیکن کوئی وقعت اپنی میرے ذہن میں نہیں آتی تھی۔ دنیاوی جلسوں میں لفٹیننٹ کے دربار دیکھے، رؤسا کے مجمعے دیکھے، اہلِ علم کی مجلسیں دیکھیں مگر کہیں اپنے نفس کو اتنا بے حقیقت نہیں پایا۔ اپنے اعمالِ ذمیمہ ما فیہ پر خود نفس ملامت کرتا تھا اور اپنی بے مائگی پر خود لفریں کی تھا۔ ہر شخص سے خواہ وہ کوئی ہو اپنے تئیں کم وقعت تصور کرتا تھا۔ غرض ایک عجیب خیال تھا کہ پورا بیان میں آنا مشکل ہے۔

وہاں سے آنے پر یہ خیال ایسے رہے جیسے کسی دلچسپ خواب کا صبح کو خیال اور لطف ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ کیفیت زائل ہو گئی اور چند لمحے کے بعد پھر نفسِ امّارہ (برائی کا حکم دینے والا نفس) اَنَا وَلَا غَیرِی (میں اور دوسرا نہیں)، ہمچو ما دیگرے نیست (ہمارا جیسا دوسرا نہیں) کے پھندے میں جا پھنسا۔ یہ خیال میرے نزدیک محض نئے اور نرالے تھے جو مدت العمر میں کسی جگہ اور کبھی پیدا نہیں ہوئے۔

اس سے قیاس چاہتا ہے کہ وہ جگہ بھی کچھ اور جگہوں سے نرالی تھی۔ اللہ بس باقی ہوس۔ ۲۵ رجب ۱۳۰۵ھ یکشنبہ۔ اکبر آباد۔

(مقالاتِ شیروانی ص ۱۹-۲۲۔ تذکرہ ص ۱۰۹ تا ص ۱۱۲)

(۱۲۶) مولانا ابوالحسن علی ندوی نے مولانا مفتی عبداللطیف صاحب رحمانی سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن سے ان کی گنج مراد آباد میں حاضری کی روداد طلب کی تھی، مفتی صاحب کے جواب کو "تذکرۂ فضل رحمٰن" میں مکتوبِ لطیف کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے، جو درج ذیل ہے۔ ص ۱۰۳

مفتی صاحب ممدوح تحریر فرماتے ہیں:

میں ۱۳۱۲ھ میں پہلی بار گنج مراد آباد حاضر ہوا۔ اس وقت بجز اس کے کہ میں مولانا کی زیارت کروں، اور کوئی غرض نہ تھی۔ اس وقت کانپور میں میرا قیام تھا۔ خربوزوں کا موسم تھا۔ وہاں کے خربوزے شیرینی میں مشہور تھے۔ اس لئے میں نے کچھ خربوزے خدمت میں پیش کرنے کے لئے ساتھ لے لئے۔ چند طلبہ بھی میرے ساتھ تھے۔

گنج مراد آباد کے قریب جو ایک ندی پڑتی ہے۔ اس کو اتر کر اس کے کنارے بیٹھ گئے۔ ایک طالب علم نے مجھ سے کہا:

"مولانا! یہاں تو بڑے بڑے لوگ مرید ہیں اور بڑے بڑے تحفے اور ہدیے لاتے ہوں گے۔ آپ کے ان خربوزوں کی کیا قدر ہوگی؟ انہیں یہاں ہی کھا لیجئے۔"

اس وقت میرے خیال میں بھی یہ بات آگئی۔ میں نے کہا:

"اچھا، کھالو!"

مگر فوراً ہی مجھے خیال ہوا کہ بزرگوں کے یہاں چیز کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بلکہ اخلاص و محبت کو وہ دیکھتے ہیں۔ اس لئے میں نے ان کو کھانے سے روک دیا، اور خربوزے خدمت میں پیش کر دیئے۔

آپ حجرے میں تھے اور چند اور لوگ بھی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے خربوزے دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا:

"اب تک ہم نے خربوزے نہیں کھائے اور نہ کوئی ہمارے پاس لایا۔"

یہ فرما کر ایک خربوزہ ہاتھ میں اٹھایا اور اس پر گھونسہ مار کر توڑا اور نکال کر ٹکڑوں کو کھانا شروع کیا اور شیرینی کی بہت تعریف کی۔ غالباً یہ

طالب علم کی بات کا جواب تھا جس کو آپ نے اس طریقے سے ظاہر فرمایا۔

مجھے معلوم تھا کہ آپ سے آخر شب میں ملاقات اچھی ہوتی ہے۔ اس لئے میں رات کو تین بجے اٹھ کر خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایک چھپر کے نیچے تھے اور کچھ تسبیح ہو رہا تھا۔

جب میں چھپر کے اندر داخل ہوا تو پوچھا:

"کون؟"

اور فرمایا:

"بیٹھ جاؤ۔"

وہاں بیٹھنے کی کوئی چیز نہ تھی۔ بجز اس کے کہ آپ کی ایک بانس کی چارپائی تھی اور چند کڑیاں عمارتی پڑی تھیں۔ میں ایک کڑی پر بیٹھ گیا۔ میں نے عرض کیا:

"کوئی دعا ایسی بتلایئے کہ جس سے نماز میں دل لگے اور نماز کا ثمرہ مرتب ہو۔"

آپ نے ایک دعا بتائی۔ جو اس وقت مجھے یاد نہیں۔ یہ وہ دعا تھی جو حاجی امداد اللہ صاحب نے مجھے بتائی تھی۔

پھر فرمایا:

"ہماری ایک ماما تھی۔ اس کا انتقال ہو گیا تو ہمیں فکر ہوئی کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ پھر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔"

اس کے بعد فرمایا:

"تم جانتے ہو کہ بیماری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو بہت یاد کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ میری تیمارداری ان کے گھر میں ہو۔ تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟"

پھر فرمایا کہ:

"پیغمبر کے پاس بوقت انتقال جو شخص ہوتا ہے۔ علم نبوت کا ایک حصہ اس کو ملتا ہے اور جتنا قرب ہوتا ہے اتنا ہی اس حصہ میں زیادتی ہوتی ہے اور آپ جانتے تھے کہ اس بار کا کوئی متحمل نہیں بجز حضرت عائشہؓ۔ چنانچہ جب آپؐ کا انتقال ہوا تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں (بین صدری وسحری) (ترجمہ میرے سینہ اور حلق کے درمیان) اس لئے آپؐ ان کو یاد کرتے تھے۔"

اس کے بعد میں واپس چلا آیا۔

دوسری بار کی حاضری میں بیعت کی۔ دوسری بار کی حاضری میں کوئی خاص بات پیش نہیں آئی جو قابل ذکر ہو اور پھر تیسری بار حاضری جو ابھی نہیں ہوئی، اپنے ساتھ جو گذرا وہ لکھ دیا۔ دوسروں سے سُنے ہوئے حالات بہت کثیر ہیں جن کے لئے دفتر درکار ہے۔ بعض مولویوں کے ساتھ جو معاملات پیش آئے وہ مجملاً لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱)

مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری نے اوّل جو بخاری شریف چھپوائی اس کا ایک نسخہ لے کر مولانا (حضرت قبلہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پیش کیا اور کہا:

"میں نے اس کی تصحیح میں بہت کوشش کی ہے اگر اس میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو حضور اس کو بتائیں۔"

فرمایا:

"ہاں!"

اور ایک صفحہ لوٹا اور ایک سطر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ لفظ غلط ہے پھر

دو تین ورق الٹے اور اسی طرح ایک غلطی بتائی۔ چنانچہ چار پانچ غلطیاں ان کو دکھلائیں۔

مولانا احمد علی صاحب وہاں سے اٹھے تو فرمایا:

"یہ کسبی بات نہیں ہے وہبی بات ہے۔"

(۲)

مولوی عبدالحئی صاحب فرنگی محلی ایک بار خدمت میں حاضر ہوئے۔ لکھنؤ سے گنج مراد آباد تک جو سیدھا راستہ ہے وہ اتنا نہیں ہے جس میں نماز کا قصر کیا جائے لیکن مولوی عبدالحئی صاحب ایک ایسے راستہ سے آئے جس میں قصر کیا جا سکتا تھا۔ مگر انہوں نے سمجھا کہ جب اصلی راستہ میں قصر نہیں ہے تو اس راستہ میں بھی قصر نہ کرنا چاہیئے۔

مولانا (حضرت قبلہ) نے فرمایا:

"قصر کرو۔"

مولوی عبدالحئی صاحب فرماتے تھے کہ جب میں نے کتابوں کی طرف مراجعت کی تو وہی بات صحیح پائی جو مولانا (حضرت قبلہ) نے فرمائی تھی۔

(۳)

مولوی عبدالحق مفسر حقانی اپنی تفسیر لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور تفسیر پیش کی اور عرض کیا کہ:

"یہ تفسیر میں نے لکھی ہے اگر اس میں کوئی غلطی ہو تو مجھے مطلع فرمائیں۔"

آپ نے فرمایا:

(والی الابل کیف خُلِقَتْ) کی کیا تفسیر تم نے کی ہے؟"

انہوں نے وہی معنی جو عام مفسرین لکھتے رہیں، بتا دیئے۔

اس پر آپ نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ:

"ایسی ہی تفسیر لکھی ہے؟"

(ابل کے معنی یہاں ابر کے ہیں۔)

(۴)

مولوی بشیر الدین سہسوانی جن کا رجحان اہل حدیث کی طرف تھا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے ان کے دل میں چند شکوک شرح وقایہ کی عبارت پر تھے جو ایسے تھے کہ جن سے حنفیت پر زد پڑتی تھی۔ انہوں نے ان شکوک کو مولانا (حضرت قبلہ) کے سامنے پیش کرنے کا قصد کیا۔

اسی اثناء میں مولانا گھر کے اندر سے باہر تشریف لائے اور مولوی بشیر الدین سے کہا کہ:

"جنگل کی ہوا کھائیں گے؟"

راستہ میں قبل اس کے کہ مولوی صاحب اپنے شکوک پیش کریں۔ مولانا نے وہ خود ان سے مع جوابات کے بیان فرمائے جن سے مولوی صاحب کا بیان تھا کہ ان کی تشفی ہو گئی۔

(۵)

مولانا (حضرت قبلہ) کے یہاں درس صحیح بخاری ہوتا تھا جس میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے تھے۔ جا بجا کہیں غلطی کتابت کی ہوتی تو قلم دوات لا کر تصحیح کرتے جاتے۔ اتفاق سے دوات خشک تھی۔ قلم نہ چلتا۔ حاضرین میں سے ایک صاحب نے مسجد کے لوٹوں میں سے ایک اٹھا کر دوات میں پانی ڈال دیا۔

مولانا کی نگاہ نیچی تھی۔ نہ دیکھا۔ جب قلم بیٹھا تو ناخوش ہوئے کہ بے تمیز وضو کرنے والوں کا ماء مستعمل دوات میں ڈال کر روشنائی خراب کر دی۔

اب میں اس سے حدیث لکھوں؟

(۶)

قرآن مجید کا ایک ترجمہ بھاشا کا مولانا فرماتے تھے کہ:

"میں نے دیکھا ہے؟"

(۷)

چند کلمات قرآن و حدیث کے غیر متداول معنی بتایا کرتے تھے (حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ) یہاں جمل کے معنی اونٹ کے نہیں بلکہ کشتی کے لنگر (رسّے) کے معنی میں ہے۔ یہ معنی لغت میں مذکور ہیں۔

صحیح مسلم میں (یَبْشُرُ یُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا) کے معنی حضرت مولانا لطف اللہ صاحب سے متبسم ہو کر فرمائے کہ:

"پورب پچھم مارے مارے پھرتے تھے۔"

چنانچہ مولوی محمد بدر الدین صاحب نے "کلام لطف" میں اس کا واقعہ لکھا ہے۔ (تذکرہ ص۱۲۷ تا ص۱۴۰)

باب دوم (تعلیم و تربیت حضرت قبلہ)

(۱) ہمارے حضرت نے حضرت شاہ آفاق کے طریقہ کو اپنے باطنی تصرف سے اقرب اور آسان کر دیا ہے (شہرۂ آفاق ص۹)

(۲) بیان اس طریقہ عالیہ کا یہ ہے کہ مرشد کی نظر، صحبت، کلام اور توجہ باطن سب سے فیض پہونچتا ہے (شہرۂ آفاق ص۹)

(۳) حضرت پیر و مرشد احمد میاں نے فرمایا خدا نے ہمارے حضرت میں یہ قدرت دی ہے کہ نظروں میں مقامات طے کراتے ہیں (شہرۂ آفاق ص۱۰)

(۴) شرائع سابقہ میں بزرگوں کو سجدہ (تعظیمی) کرنا جائز تھا جیسے ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا ہے۔ اب ایک خاص حکمت سے منسوخ ہے۔ سجدہ کا مقصود تعظیم و تکریم ہے وہ باقی ہے اور دوستانِ خدا کی بارگاہ میں نیازمندی لازم ہے یہ خدا ہی کی آڈ بھگت ہے۔ (نشہ ص۴۳)

(۵) عشق کا لفظ اس حدیث میں آیا ہے جو حدیث کی کتاب "حلیۃ الاولیاء" میں حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں اللہ کا یہ قول ہے۔ (عَشِقَنِی وَعَشِقْتُہٗ اس بندہ عاشق نے مجھ سے عشق کیا اور میں نے اس سے عشق کیا) (نشہ عرفان ص۴۵)

(۶) بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم و تکریم لازم ہے جو (بَقِیَّۃٌ مِّمَّا تَرَکَ آلُ مُوسیٰ وَآلُ ھَارُونَ تَحْمِلُہُ الْمَلٰئِکَۃُ یعنی آل موسیٰ و آل ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزیں جنکو فرشتے اٹھا لائے تھے) قرآن مجید کی آیت کریمہ سے ثابت ہے (نشہ عرفان ص۴۶)

(۷) لَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اس حالت میں کہ وہ مشرک ہیں۔ اس آیتہ کریمہ میں شرک سے مراد شرک خفی یعنی ریا و نمائش اور دل کا غیر اللہ سے تعلق ہے (نشہ عرفان ص۴۶)

(۸) اپنے نفس سے کبھی نیک گمان نہ کرنا چاہیئے اس سے عجب (غرور) پیدا ہوتا ہے جس میں نیک عمل کی ہلاکت ہے (نشہ عرفان ص۴۶)

(۹) راقم (نواب سید نور الحسن خاں صاحب) نے حضرت سے نفی اثبات کو پوچھا آپ نے فرمایا ٹھنڈک میں تھوڑا کر لیا کرو۔ اور لَا اِلٰہ کے معنی لا معبود فرمایا (نشہ عرفان ص۴۷)

(۱۰) اصل اصول مرید کا مرشد سے رابطہ ہے بقدر رابطہ مرید کو کمال حاصل ہوتا ہے (گنجینۂ فقر ص۷)

(۱۱) بعض لوگ جن حدیثوں کو حدیث کی مشہور کتابوں میں نہیں پاتے موضوع کر دیتے ہیں یہ بڑی خطا اور سخت بے ادبی ہے کیونکہ اکابرات جو ظاہر و باطن کے جامع تھے وہ کیونکر موضوعات کو اپنے کلام میں لا سکتے ہیں (گنجینۂ فقر ص۸)

(۱۲) مرشد کا رابطہ ہی حقیقت میں خدا اور رسول کی محبت ہے۔ (نسخۂ حکمت ص۸۵)

(۱۳) حضرت نے راقم (نواب سید نور الحسن صاحب) کے ایک عریضہ پر تحریر فرمایا (دوران باخبر نزدیک و نزدیکاں بے خبر دور۔ قرب جانی کو قرب مکانی در کار نہیں ہے) (نکات سلوک ص۱۱۵)

(۱۴) حضرت اکثر سورۃ اخلاص سو بار پڑھنے کو فرماتے تھے اس کو ناخواندہ بھی پڑھ سکتے ہیں (نکات سلوک ص۱۱۳)

(۱۵) حضرت نے فرمایا جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھو اس میں فوائد بہت ہیں سنت عشاء کے بعد چار رکعت پڑھنے میں شب قدر کی عبادت کا ثواب ہے۔

دو رکعت وتر کے بعد بیٹھ کر پڑھو۔ (نکات سلوک ص۱۱۳)

(۱۶) ظاہر و باطن میں استقامت کا ہونا قرب کا صریح نشان ہے (مطلع قرب ص۱۱) استقامت سے مراد اپنے عمل کو ہمیشہ نباہ دینا، کرتے رہنا۔

(۱۷) سلطان جی (حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء) نے فرمایا اولیاء کا عشق ان کی عقل پر غالب ہوتا ہے (نغمۂ شہود ص۷۵)

(۱۸) حضرت نے راقم (نواب سید نورالحسن صاحب) کو تحریر فرمایا (سنت کے موافق عمل کرتے رہنا چاہئے۔ یہی کافی ہے) (علم نافع ص۱۴۲)

(۱۹) فرقۂ ناجی وہی ہے جو اجماع اہل السنۃ والجماعۃ پر قائم ہے۔ ورنہ باقی ۷۲ فرقے بھی قرآن و حدیث ہی کو اپنا مستند جانتے ہیں اور ان آیتوں اور حدیثوں کی تاویل کرتے ہیں جو ان کے مسلک کے خلاف ہیں لہٰذا ۷۲ فرقوں میں وہی لوگ داخل ہیں جو صحابہ، تابعین اور دیگر اکابر ائمہ کو جن پر اجماع ہے اپنا پیشوا نہیں مانتے حدیث (ما انا علیہ واصحابی) (ترجمہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں) سے اجماع مراد ہے۔ (علم نافع ص۱۴۳)

(۲۰) اشراق کی نماز بھی ہمارے حضرات کا معمول ہے اور فجر کی سنت کے بعد تھوڑا لیٹ کر آپ فرض کو ادا فرماتے ہیں (علم نافع ص۱۴۳)

(۲۱) حضرت نے درود تاج اور درود لکھی پڑھنے کو عنایت فرمایا دونوں افادۂ عام کے لیے نقل کیے جاتے ہیں (علم نافع ص۱۴۳) یہ دونوں درود اس کتاب کے آخر میں ملیں گے۔

(۲۲) حضرت نے فرمایا امام بخاری و مسلم سلطان جی (سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء) کو نہیں پاتے (جواہر قدس ص۱۳۵)

(۲۳) ارواح مشائخ پر فاتحہ پڑھنے سے فتحیاب جلد ہوتا ہے (جواہر قدس ص۱۴۶)

(۲۴) یہ قرب جو ہمارے طریقہ کو (بحکم اول با آخر نسبتے دارد) ثابت ہے۔ لہٰذا ہمارے حضرات ان رسوم سے جو خلق کی خردہ گیری کی موجب ہیں علیحدہ رہتے ہیں اگرچہ ہر ایک رسم و عادت کو کفر و شرک بھی نہیں کہتے۔ وہ اتباع سنت و حسن اخلاق کی بنا پر عام طور پر مقبول ہیں اور ہر فن کے باکمال ان کے نیازمند بیان اوصاف میں تر زبان ہیں (غنیمت باردہ ص۱۰)

(۲۵) حضرت نے فرمایا ایک بار مجھکو سخت پیاس لگی اس وقت ایک فیض آیا اس سے تمام سینہ برف کی طرح ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ بھی فرمایا اولیاء انبیاء کے زیر قدم ہوتے ہیں بعض اولیاء کے قلب میں سب اولوالعزم انبیاء کا فیض ہوتا ہے ایک صاحب نے عرض کیا آپ وجود و شہود میں کیا فرماتے ہیں فرمایا ہمارے حضرات کے ہاں ان باتوں کا ذکر نہیں، مسئلہ مسائل کا ذکر ہے۔ یہ بھی فرمایا۔ افسوس لوگ آداب شریعت کا برتاؤ نہیں کرتے۔ ایک بزرگ کسی کو ولی سن کر ان کی زیارت کو گئے ان کو دیکھا مسجد میں اوّل بایاں پاؤں رکھا وہ پھر کر چلے آئے۔ یہ بھی فرمایا لوگ بعض شخص کو برا جانتے ہیں حالانکہ اس پر انوار الٰہی برستے ہوتے ہیں (شرح ص۱۵۱)

(۲۶) حضرت نے فرمایا چار گھڑی مسئلہ مسائل کا ذکر کرنا رات بھر کی عبادت سے افضل ہے۔ (بزم نشاط ص۱۳)

(۲۷) حضرت نے درود شریف (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ) ۱۰۰ بار پڑھنے کو فرمایا (لمعۂ نور ص۱۷۱)

(۲۸) جنات میں اولیاء ہوتے ہیں لیکن نبی نہیں ہوتے کمالات نبوت کا فیض اکابر نے عنصر خاک پر فرمایا ہے۔ عنصر خاک نہ جنات میں ہے نہ ملائکہ میں۔ (عرفۂ ظہور ص۱۸۶)

(۲۹) حضرت قبلہ نے فرمایا بندۂ مومن کی حرمت کعبہ سے زیادہ ہے حدیث شریف

میں ہے حضرت پیر و مرشد نے فرمایا بے شک (عرصۂ ظہور ص۱۸۸)

(۳۰) بانسبت کا بے نسبت سے مرید ہونا جائز ہے ۔ حضرت پیر و مرشد سے معلوم
ہوا ایک نقب زن بظاہر صالح تھا رات کو رہزنی اور دن میں مسجد کے اندر
عبادت کرتا تھا ایک طالب خدا طلب خدا میں وہاں پہونچا اور اس کو دیکھ کر معتقد
ہو گیا اور بیعت ہونے پر اصرار کیا ناچار مرید کرکے کوئی ذکر اسکو تعلیم کرنا پڑا
مخلص مرید مجاہدہ کرکے باکشف ہو گیا جب اس نے اپنے مرشد کی طرف توجہ
کی تو دیکھا وہ نقب لگا رہے ہیں مرید سمجھا یہ مجھکو مغالطہ دے رہے ہیں اپنا مقام مجھ
سے چھپاتے ہیں بے اختیار ان کی خدمت میں جاکر فریاد کی اور غلبۂ اشتیاق میں ان
سے لپٹ گیا مخلص مرید کا عکس اس کے اوپر پڑا وہ بھی باکشف ہو گیا اور دونوں
ولی ہو گئے (عرصۂ ظہور ص۱۸۹)

(۳۱) حضرت قبلہ جب دہلی میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ جس وقت اعلیٰ
حضرت اندرون خانہ تشریف لے جاتے ، حضرت دہلی کے مزارات کی سیر فرماتے
تھے جب وہاں سے فاتحہ پڑھ کر آتے تو اعلیٰ حضرت کے روبرو مزارات کے
حالات عرض کرتے ۔ اعلیٰ حضرت نے ایک خلیفہ سے جو اس وقت حاضر تھے
فرمایا یہ لڑکا سب صحیح کہتا ہے ۔ (عرصۂ ظہور ص۱۸۹)

(۳۲) ایک بار بعض ارباب مجلس نے کہا کہ بزرگان چشتیہ سے جو ریاضات و مجاہدات
منقول ہیں کتاب و سنت میں ان کا نشان نہیں بالکل بدعت ہیں اس کے جواب
میں میں نے کہا امام بخاری نے جب صحیح بخاری لکھی ہر حدیث کے واسطے ایک غسل
اور دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے یہ کس حدیث میں آیا ہے اور اسراف پانی کا
اس کے علاوہ ہے اس جواب پیران کا ناطقہ بند ہو گیا ۔ اہل درد ہی اس تفصیل کو
سمجھتے ہیں ۔ مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ۔

۱؎

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست | درد را جز آدمی در خورد نیست

اس لئے ملائکہ کو ان کے مقام سے ترقی نہیں ہوتی کیونکہ موجب ترقی درد ہے
اور یہ خاصۂ انسان ہے (خزانۂ ظہور ص۱۹۰)

(۳۳) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا ایک بدکار شخص حضرت شاہ غلام رسول صاحب
کے حلقۂ توجہ میں داخل ہو کر ان سے توجہ کی تاثیر نہ ہونے کی شکایت کیا کرتا تھا
ایکدن شاہ صاحب نے صاف صاف سب حال فرمادیا اس نے حلقہ میں آنا چھوڑدیا
یہ صورت حال ان کے پیر و مرشد حضرت شاہ مراد اللہ صاحب کو ناگوار ہوئی
یعنی مرید کو لگائے رکھنا چاہیئے رفتہ رفتہ درست ہو جاتا ہے ۔ (صحیفۂ راز ص۱۹۶)

(۳۴) ایک صاحب نے حضرت قبلہ کی خدمت میں تصوف کی دو کتابیں پیش کیں حضرت
نے فرمایا میں تصوف کی کوئی کتاب نہیں دیکھتا میرا دل خود تصوف ہے اور میرا
تصوف یہ ہے پھر سورۂ مزمل کی پہلی آیت پڑھ کر ترجمہ فرمایا اور یہ شعر نعت کا پڑھا
تم ہو ئی باران سے سوکھی زمین | یعنی آئے رحمۃ للعالمین (صحیفۂ راز ص۱۹۶)

(۳۵) حضرت قبلہ نے تحریر فرمایا (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ) پانچ سو بار اوّل آخر درود
شریف سو سو بار پڑھنا جملہ حاجات کے لیے کافی ہے (صحیفۂ راز ص۱۹۷)

(۳۶) ایک بار حضرت قبلہ نے ہر روز (یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ) سو سو بار پڑھنے کو فرمایا ۔
(صحیفۂ راز ص۱۹۶)

(۳۷) حضرت شاہ الٰہی بخش فرخ آبادی نے فرمایا میں نے حضرت سے لطائف کو دریافت
کیا فرمایا اللہ کی راہ میں لطیفے شریفے کیسے ؟ اور یہ شعر پڑھا ۔
دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار | جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی
تصور شیخ مجھکو بتلایا تھا ۔ تصور شیخ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری
ہوتی ہے (برکات رحمانی ص۲۴۳)

۱؎ فرشتوں کو عشق ہے درد نہیں ہے | درد کی صلاحیت صرف آدمی میں ہے

(۳۸) حضرت شاہ الٰہی بخش فرخ آبادی کے معمولات میں (صلی اللہ علیک یا محمد) پانچ سو بار ہے (برکات رحمانی ص۲۴۳)

(۳۹) مولوی آل محمد صاحب فرماتے ہیں میرے والد سجادہ نشین خانقاہ میر عبدالواحد صاحب بلگرامی جب حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت آپ کو مسجد میں لے گئے اور منبر کے قریب بٹھا کر توجہ فرمائی پھر فرمایا الحمد للہ تمہارے قلب میں گہرے مقام کا فیض آگیا (دعوت الی اللہ ص۲۳۷)

(۴۰) حضرت شاہ الٰہی بخش کو حضرت قبلہ نے تحریر فرمایا (از فضل رحمٰن سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ دل بکار و دست بکار باید فقط شما را توجہ غائبانہ می رسد مدام با خدا باشند آمین۔ دل دوست میں اور ہاتھ میں ہونا چاہئے تم کو غائبانہ توجہ پہنچتی ہے ہمیشہ با خدا رہنا چاہئے) (صحائف قدسیہ ص۲۴۵)

(۴۱) حضرت شاہ الٰہی بخش کو حضرت قبلہ نے تحریر فرمایا (خواب را اعتبار نکنند و خود را حقیر دانند طریقۂ کاملاں ہمیں است فقط برائے شما دعا می کنم خواب کا اعتبار نہ کریں اپنے کو حقیر سمجھیں کاملوں کا یہی طریقہ ہے تمہارے واسطے دعا کرتا ہوں) (صحائف قدسیہ ص۲۴۵)

تعزیہ سے متعلق

(۴۲) حضرت قبلہ کی دو تحریر تعزیہ کے بارے میں ایک عبارت حضرت قبلہ کی یہ ہے (دریں باب گفتگو نباید کرد مقام ادب سنت۔ اس بارے میں گفتگو نہ کرنا چاہئے ادب کا مقام ہے) دوسری تحریر حضرات مونگیری کے استفتاء کے جواب میں (ما امور مذکورہ را قائل نیستیم ہر چہ خلاف سنت بدعت است۔ میں مذکورہ باتوں کا قائل نہیں ہوں جو کچھ سنت کے خلاف ہے بدعت ہے)

(۴۳) حضرت مولانا حکیم سید عبدالحئی صاحب رائے بریلوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کو حضرت قبلہ نے فرمایا (حزب البحر) ہر روز ایک بار پڑھا کرو اور کوئی شرائط نہیں فرمائے۔ (مجموعہ رسائل ص۲۹۶)

(۴۴) فتوح و کشائش رزق کے لیے بعد نماز فجر ایک سو ایک بار (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ) بہت مجرب ہے (مجموعہ رسائل ص۲۹۵)

(۴۵) حضرت نے اعلیٰ حضرت سے نقل فرمایا کہ جو کوئی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ عمل کرے اس کی رسائی اللہ تک ہو جاتی ہے۔ (اسرار محبت ص۵۳)

(۴۶) ایک صاحب نے حضرت سے مسئلہ سماع کا پوچھا آپ نے فرمایا کوئی راستہ سے گاتا ہوا نکل جاتا ہے تو میں بے تاب ہو جاتا ہوں (اسرار محبت ص۵۵)

(۴۷) ایک صاحب نے حضرت سے پوچھا کہ کسی مشکل یا حاجت کے وقت یا رسول اللہ کہنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اندھا آیا آنکھیں چاہیں آپ نے جو دعا بتلائی اس میں ہے (یا محمد انی اتوجہ الیک) ان صاحب نے عرض کیا اس وقت حضور موجود تھے آپ نے فرمایا کہ عثمان بن حنیف صحابی نے آں حضرت کے بعد ایک شخص کو یہ دعا بتلائی تھی (اسرار محبت ص۵۵)

(۴۸) ایک صاحب نے حضرت سے فاتحہ کرنے کو دریافت کیا آپ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی ذبح کی اس وقت فرمایا یہ میری امت کی طرف سے ہے بس یہی فاتحہ ہے (اسرار محبت ص۵۵)

(۴۹) حضرت نے فرمایا میں مولانا اسحٰق صاحب محدث دہلوی کے ساتھ مولود شریف میں جایا کرتا تھا لیکن۔ وہ کھڑے نہیں ہوتے تھے حضرت نے فرمایا اتباع

سنت یہی ہے کہ جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اسی طرح کرے گھٹائے بڑھائے نہیں (اسرار محبت ص۵۵)

(۵۰) ایک طالب علم نے حضرت سے اس شعر کے معنی پوچھے

بہارون نشیں خضر و موسیٰ دواں   مسیحا چہ گویم بہ جیب رواں

یعنی ہارون حضرت موسیٰ اور سجاد علیہم السلام شب معراج میں آپ کی سواری کے ساتھ رواں دواں تھے آپ نے اس لطف سے تقریر فرمائی کہ اس طرح ادا ہونا دشوار ہے یہ بھی فرمایا کہ جب دولہا کی بارات جاتی ہے تو باپ، دادا، بھائی سب اس کے رکاب میں چلتے ہیں تو اس میں کوئی بے ادبی انبیاء علیہم السلام کی نسبت نہیں ہے (اسرار محبت ص۵۵)

(۵۱) آپ نے فرمایا ایک صحابی تابعین سے حدیث بیان کرتے وقت فرماتے تھے (کانی انظر الی رسول اللہ گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں) بس یہی تصور شیخ ہے۔ یہ آپ نے اسکو جواب دیا جس نے آپ سے تصور شیخ کو پوچھا تھا (اسرار محبت ص۵۵)

(۵۲) حاجی حیدر علی صاحب نے حضرت قبلہ سے نقل کیا آپ نے فرمایا میری قبر سے بھی فیض ہوگا (فیض و برکت ص۲۱۸)

(۵۲/۲) حضرت نے فرمایا جو شخص قرآن مجید کے الفاظ اور معانی کی تحقیق اور چھان بین کرتا ہے اس کو وہ شخص جو تمام رات عبادت کرے نہیں پاتا۔ (اسرار محبت ص۵۵)

(۵۳) حضرت نے فرمایا جو شخص ارکان اسلام کی پابندی کرے وہ ولی ہے اس کی ولایت میں کوئی شک نہیں ہے کسی نے عرض کیا جو پابند ارکان اسلام ہیں اور حرام کا مرتکب ہو جائے تو فرمایا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اچھی غذا کھا کر اس پر زہر پی لے جو خدا کو حاضر ناظر جانے گا وہ کیونکر ایسا کریگا (اسرار محبت ص۵۶)

(۵۴) حضرت نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرماتے تھے اللہ کی یاد میں رہا کرو بس یہی سلوک (طریقت کی حقیقت ہے) یہ بھی فرمایا کہ سلوک میں حصن حصین سے بہتر کوئی کتاب نہیں یہ بھی فرمایا کہ مشائخ سے جو دعائیں منقول ہیں ان میں وہ تاثیر نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی دعاؤں میں ہے (اسرار محبت ص۵۸)

(۵۵) حضرت نے اس آیت کو پڑھا النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین پھر فرمایا شہداء اولیاء کو نہیں پاتے اور صدیقین اولیاء ہیں (وحسن اولٰئک رفیقا) فرمایا اور کہا اچھا ساتھ ہے (اسرار محبت ص۵۹)

(۵۶) حضرت نے فرمایا اللہ کی ملاقات کا شوق ہی ولایت ہے یہ بھی فرمایا کہ سنت کی پیروی ہی غوثیت اور قطبیت ہے (اسرار محبت ص۵۹)

(۵۷) راقم (نواب سید نورالحسن صاحب) نے حضرت سے حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی کی نسبت پوچھا آپ نے فرمایا عالم باعمل بزرگ اور صالح تھے بانسبت ہونا کیا آسان ہے البتہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اولاد امجاد میں آپ حضرت شاہ عبدالقادر کو بانسبت فرماتے ہیں، یہ بھی فرمائے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ سے بڑھی ہوئی تھی اسی طرح حضرت شاہ احمد سعید کی نسبت کو فرماتے ہیں کہ ان کے والد سے بڑھی ہوئی تھی یہ بھی فرمایا امام غزالی نے لکھا ہے کہ صحابہ   اگر اس زمانے میں ہوتے تو لوگ انکو دیوانہ کہتے اور وہ انکو کافر مانتے اور حق ہے۔ یہ بھی فرمایا جو کوئی عشاء کی نماز کے بعد سنت کے موافق باتیں کرکے سو جائے اسکو وہ شخص جو تمام رات عبادت کرے نہیں پاتا یہ بھی فرمایا جو کوئی اہتمام کے ساتھ صبح کی نماز ادا کرے اسکو وہ شخص جو رات کو عبادت کرے نہیں پاتا (اسرار ص۵۹)

(۵۸) ایک مرید نے حضرت کو ذوق شوق نہ ہونے کی شکایت لکھی اس پر آپ نے تحریر فرمایا کو ہمیشہ تقوے کے ساتھ رہنا ہی اصل ہے (اسرار محبت صفحہ ٦٠)

(۵۹) حضرت نے فرمایا کرشن رام چندر اور لچھمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں۔ یہ سب موحد تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتے تو ایمان لے آتے (اسرار محبت صفحہ ٦٠)

(٦٠) حضرت نے فرمایا اس میں بھید کیا ہے۔ لوگ جھگڑا کرتے ہیں ایک شخص کی وجہ سے صلح کر لیتے ہیں پھر فرمایا اس شخص کے قلب میں ایسا فیض ہوتا ہے کہ اس کے پرتو سے وہ سب صلح کر لیتے ہیں یہ بھی فرمایا کہ اولیاء اللہ کے دلوں میں ایسا نور ہوتا ہے جس سے تمام نظر آتا ہے جیسے اندھیرے گھر میں آفتاب سے سب کچھ نظر آتا ہے یہ بھی فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اگر ایک نظر کرتے تو کوئی مقابلہ نہ کرتا سب مسلمان ہو جاتے مگر امام حسین علیہ السلام توحید میں متغرق تھے کچھ خیال نہ فرمایا۔ ایک بار فاتحہ کی سند یہ فرمائی کہ ایک صحابی نے کنواں بنایا اور کہا ہٰذا لِاُمِّ سعدٍ یہ سعد کی ماں کے لیے ہے (اسرار محبت ٦٠)

(٦١) مولانا سید محمد علی مونگیری نے فرمایا میں نے ابتداء میں حضرت سے عرض کیا مجھکو جو مزہ شعر میں آتا ہے قرآن شریف میں نہیں آتا آپ نے فرمایا ابھی تو دوری ہے قرب میں جو مزہ قرآن شریف میں ہے کسی میں نہیں۔ مولانا موصوف نے فرمایا ایک بار میں نے حضرت سے صحبت میں رہنے کو عرض کیا آپ نے فرمایا قاز اپنا انڈا چھوڑ کر ہزاروں کوس چلی جاتی ہے اس کے خیال میں سے انڈے سے بچہ نکل آتا ہے تو کیا انسان میں یہ قدرت نہیں۔ (اسرار محبت ٦١)

(٦٢) حضرت قبلہ بھی جب دہلی میں تھے برابر مزار مبارک حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی میں جایا کرتے تھے اور

جو حضرت پیر و مرشد نے فرمایا مجھکو دو بزرگوں سے عشق ہے حضرت مجدد اور سلطان جی سے۔ (اسرار محبت صفحہ ٦٢)

(٦٣) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا ایک صاحب تذکرۂ مشائخ تحریر کرتے تھے انہوں نے کسی کو حضرت کی خدمت میں آپ کے حالات دریافت کرنے کو بھیجا حضرت نے فرمایا ہمارا حال کچھ نہ لکھو لیکن یہ ان سے کہہ دینا کہ (فضل رحمٰن سب کو دھکار ہے (اسرار محبت صفحہ ٦٢)

(٦٤) حضرت نے فرمایا نسبت کی دو قسمیں ہیں۔ وہبی اور کسبی۔ میری نسبت وہبی ہے (حسن معاملہ صفحہ ۹۵)

(٦٥) حضرت نے فرمایا اولیاء اللہ میں یہ قدرت ہے کہ ارواح موتی کو مرید کر لیتے ہیں۔ (وادیٔ الفت صفحہ ۱۸۱)

(٦٦) ہمارے حضرت فرماتے تھے امام اعظم کو اللہ تعالیٰ سے جو قرب فطر آتا ہے وہ کسی امام کو نہیں۔ اور امام بخاری و امام مسلم اُن کے رتبہ کو نہیں پاتے (نور احمدی صفحہ ٢٣)

(٦٧) حضرت امام اعظم کی منقبت میں حضرت مجدد الف ثانی اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کسی تعصب کے بغیر یہ بات کہی جاتی ہے کہ حنفی مذہب کی نورانیت مکاشفہ میں ایک بڑا دریا نظر آتی ہے اور دوسرے مذاہب حوضوں اور چھوٹی نہروں کی طرح نظر آتے ہیں اسی کا اثر ہے کہ اہل اسلام کا سواد اعظم امام ابوحنیفہ کا پیرو ہے۔ عجب معاملہ ہے امام ابوحنیفہ سنت کی تقلید میں سب سے آگے ہیں وہ حدیث مرسل کو اور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت پائے ہوئے صحابی کے قول کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں اس کے باوجود انکے مخالفین ان کو صاحب الرائے کہتے ہیں۔ وہ لوگ جو ان کو صاحب الرائے

کہتے ہیں [redacted] اگر ان کو یہ اعتقاد ہے کہ وہ کتاب
و سنت کے مقابلہ میں اپنی رائے پر عمل کرتے تھے تو ان کے اس گمان فاسد
سے مسلمانوں کا سواد اعظم گمراہ، بدعتی اور مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو
ہو جائیگا۔ ایسا اعتقاد وہ بے دین یا وہ جاہل ہی کر سکتا ہے جو اپنی جہالت سے
بے خبر ہے۔ ان کے مخالفین نے صرف چند حدیثوں کو یاد کر لیا ہے اور انھیں
میں شرعی احکام کو منحصر کر دیا ہے وہ اپنی جہالت سے اپنی معلومات سے زائد
کا انکار کر رہے ہیں (فیض رحمانی صفحہ ۲۳)

(۶۸) حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کا سلسلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے
ملتا ہے۔ اس مناسبت سے سماع کے بارے میں فرماتے تھے (نہ این کار می کنم و نہ
انکار می کنم یعنی یہ کام نہیں کرتا ہوں اور انکار بھی نہیں کرتا ہوں) حضرت
مجدد الف ثانی سماع کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوئے۔ مگر یہ بھی ہوا آپ کے
خلیفہ خواجہ محمد ہاشم گانا سننے لگے کسی نے آپ کو خبر دی آپ نے منع نہیں
کیا بلکہ یہ فرمایا کہ وہ درجہ کمال کو پہونچ گیا ہے ہمکو اس پر اعتراض نہیں ہے
حضرت مرزا مظہر جانجاناں بھی نہیں سنتے تھے اور حضرت خواجہ میر درد کی خدمت
میں ہر مہینے کی دوسری تاریخ کو ان کی طلب کے بغیر کالان موسیقی آتے
تھے اور گانا راگ سنا کر چلے جاتے تھے کسی نے حضرت مرزا صاحب سے
پوچھا کہ خواجہ صاحب سنتے ہیں آپ کیوں نہیں سنتے جواب دیا وہ کن رسی
ہیں اور میں آنکھ رسی ہوں عاشق کا بھید عاشق ہی جانے (لوزا احمد صفحہ ۱۳۲)

(۶۹) ایک غیر مقلد مولوی محمد ابراہیم ساکن آرہ نے گنج مراد آباد کی مسجد میں آکر
اکہری تکبیر کہی لوگوں نے غل مچایا یہ فتنہ باز غیر مقلد کدھر سے آگیا حضرت
قبلہ نے سب کو روکا اور کہا کہ حدیث کے ساتھ بے ادبی نہ کرو البتہ

داؤد میں ایسی بھی ایک روایت آتی ہے۔ کسی نے کہا حضرت یہ غیر
مقلد لوگ امام ابو حنیفہ کو برا بھلا کہتے ہیں ارشاد ہوا انکو بھی چھوٹا رافضی
سمجھو حضرت کے خلیفہ مولانا محمد علی صاحب سے معلوم ہوا کہ مکہ میں ابراہیم
صاحب کو صوفی طریقے پر پایا اور ان پر گریہ بہت طاری تھا وہ فرماتے
تھے افسوس ہمارے طریقے و مشرب سے ہندوستان میں بہت فتنہ
ہوا۔ حضرت قبلہ کی نگاہ جس پر پڑی وہ کامل ہو گیا مولانا محمد علی صاحب
سے مولوی صاحب موصوف نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی مجلس میں خواب میں میری حاضری ہوئی اور مجلس مبارک
میں امام اعظم ابو حنیفہ بھی تشریف فرما تھے جناب رسالت مآب صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم ان سے یعنی امام ابو حنیفہ سے بدظن ہو قصور معاف
کراؤ میں نے امام صاحب کے قدموں پر گر کر قصور معاف کرایا (کمالات رحمانی صفحہ ۳۲)

(۷۰) ایک مرتبہ فقیر تجمل حسین حاضر ہوا تو ارشاد ہوا کہ اچھا ہوا تم آگئے یہاں ابو داؤد
کی حدیث میں شروع ہوئی ہے اور یہاں ٹھیرو۔ ابھی ٹھہرا تھا عرض کیا حضرت کے پاس
ٹھہرتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے کیونکہ نہیں معلوم کہ کیا گستاخی ہو جائے پھر حضرت
قبلہ نے فرمایا اصل میں محبت پیر کی ہے جس کو رابطۂ شیخ کہتے ہیں وہ ہونا چاہیئے
بہت سے بے ایمان یہاں پڑے ہیں مگر ان کے دل میں ہماری محبت نہیں ہے
اس لئے ان کو میرے یہاں رہنے کا کچھ فائدہ نہیں ہے پھر حدیث ہونے لگی
اس وقت قاری مسیق مولوی عبدالکریم صاحب تھے جب بدعت کا ذکر
آیا کہ قیامت کے بعد حوض کوثر پر بدعتی کو جانا نہیں ملیگا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا
جب کوئی مُنے فضل الرحمن کا انتقال ہو تو چار قل پڑھ کر بخش دے بس اس
سے زیادہ کچھ نہ کرے۔ ہماری قبر پر کوئی میلہ نہ کرے پوچھنے پر تعزیہ داروں کے

بارے میں ارشاد فرمایا فاسق اور دھنی ہیں۔ (کمالات رحمانی ص۴۹)

(۷۱) جب مولوی امیر احمد صاحب (اہل حدیث) حضرت قبلہ کے پاس فیض بیعت کے لیے آئے حضرت سے بیعت کیا۔ اور صرف مرید ہی نہیں ہوئے بلکہ فرمایا ہم مقلد ہوئے اور امام ابوحنیفہ سے اعتقاد حاصل کیا۔ ان سے فقیر تجمل حسین نے تخلیہ میں دریافت کیا آپ سخت غیر مقلد تھے امام ابوحنیفہ کے مخالف تھے آپ نے تبدیل مذہب کر کے بیعت کیا فرمایا یہ سب کم علمی اور جہالت ہے یہ بھی فرمایا میں بھوپال سے آتا ہوں نواب صدیق حسن خان محدث اور مولوی بشیر الدین کو ڈانٹ کر آتا ہوں کہ فقہاء سے گستاخی کرتے ہو ائمہ کے فروعات میں گو اختلاف ہو مگر اصل میں سب امام متفق ہیں۔ (کمالات رحمانی ص۴۹)

(۷۲) رات کو اگر مرثیہ کی آواز آتی تو حضرت قبلہ دریافت فرماتے یہ عورتیں کیوں چلاتی ہیں عرض کیا گیا محرم کا زمانہ ہے امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ ہوتا ہے اگر کوئی شعر معرفت کا ہوتا تو آپ نعرہ مارتے دو تین دن تک وجد اور حال رہتا تھا۔ (کمالات رحمانی ص۵۰)

(۷۳) ایک بار احقر تجمل حسین نے عرض کیا۔ کیمیا کا علم مجھکو ہو جائے حضرت قبلہ کا ارشاد ہوا وہ بات پیدا کرو جو زبان سے سب کچھ ہو جائے دیکھو جب امام حسین رضی اللہ عنہ علیل ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے روزہ رکھا اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی جب افطار کا وقت ہوا سائل کے سوال پر آپ نے کھانا اسکو دے دیا پھر دوسرے دن روزہ رکھا جب افطار کا وقت آیا دوسرا سائل آگیا پھر ویسا ہی کیا یونہی تین دن گذر گئے یہ لوگ کیسے خدا سے ڈرنے والے اور فرماں بردار تھے ہمکو اور تم کو ایسا ہی ہونا چاہیئے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان صحابہ پر قربان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر قربان ان لوگوں پر جان فدا کرنے سے سب

کچھ ہوتا ہے۔ اس ارشاد کے بعد احقر کو کیمیا سے کلی نفرت ہو گئی آن کی آن میں قلب کو پلٹ دیتے تھے۔ (کمالات رحمانی ص۵۰)

(۷۴) حضرت نے پانسبت کی تعریف میں فرمایا سوتے جاگتے ::: اس کی یکساں حالت رہے یعنی یاد الٰہی میں غافل نہ ہو فقیر تجمل حسین سے یہ بھی فرمایا کہ صاحب نسبت وہ ہے کہ ادنیٰ ہمت سے اپنے سب کام کر لیا کرے اور غافل نہ ہو۔ صاحب نسبت ہونا مشکل ہے شاہ عبدالقادر صاحب : نسبت تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نیک اور صالح تھے (کمالات رحمانی ص۵۶)

(۷۵) کسی نے حضرت قبلہ سے کہا کہ مولود مروجہ میں بہت واہی تباہی مضامین پڑھ کر روتے ہیں آپ نے فرمایا ہم رب العالمین سے عرض کریں گے الٰہی یہ تیرے حبیب کی محبت میں مولود پڑھتے تھے ان کے قصور کو معاف کر دے۔ (کمالات رحمانی ص۶۱)

(۷۶) حضرت قبلہ نے ایک بار مولانا مونگیری کو مخاطب کر کے فرمایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا بھی مولود شریف ہے کہ پیغمبر صاحب کی رسالت کا تذکرہ ہوا (کمالات رحمانی ص۶۱)

(۷۷) مولوی لطف اللہ صاحب رامپوری نے جو محدث رامپوری کے ہمراہ آئے تھے ایک روز حضرت قبلہ سے عرض کیا کہ فلاں بزرگ کو کیمیا کا شوق ہے دعا فرمائے کہ ان کو حاصل ہو جائے آپ نے فرمایا اللہ کرے ان کو نہ آوے اور فرمایا بھائی جس دل میں کیمیا کا شوق ہو اس میں نسبت الٰہی ہرگز قرار پذیر نہیں ہو سکتی اس کے بعد انہوں نے دست غیب کے بارے میں دریافت کیا اس کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا یہ اس سے بھی بدتر ہے کیونکہ کسی جن، فقیر، درویش نے ایسے امروں کی تمنا نہیں کی۔ (کمالات رحمانی ص۶۸)

(۷۸) فقیر تجمل حسین سے یہ بھی فرمایا قرآن شریف اور حدیث پڑھا کرو اللہ یہاں

عمل پر آکر بیٹھ جاتے ہیں (کمالات رحمانی ص۶۶)

(۷۹) اس عاجز تجمل حسین سے ارشاد ہوا مثنوی بہت پڑھا کرو اس کے پڑھنے والے تین سو فرمایا۔ یا بہت فرمایا جو قطب وابدال ہو گئے اور یہ مشہور ہے حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا روم کے پیر ہیں حضرت قبلہ نے شاہ محمد علی مونگیری سے فرمایا۔ یہ مولانا روم کے پیر نہیں ہیں۔ (کمالات رحمانی ص۶۶)

(۸۰) حضرت قبلہ کے پاس تین شخص تھے ایک محمد علی نام کے شاہ صاحب ساکن ردولی وہ وظیفہ بہت پڑھتے تھے دوسرے مولانا عبدالکریم صاحب تیسرے خلیفۂ اعظم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری۔ حضرت قبلہ نے حضرت مونگیری کو مخاطب کر کے فرمایا بہت وظیفہ پڑھنے سے کیا ہوتا ہے۔ محبت الٰہی اور خلوص کو دخل ہے (کمالات رحمانی ص۶۹)

(۸۱) جب مولوی عبدالکریم صاحب نوکری چھوڑ کر لڑکوں کو مار پیٹ کر چلے آئے تھے فقیر تجمل حسین سے حضرت نے فرمایا کہ یہ جو میاں جی بچوں کے منہ پر تھپڑ مارتے ہیں جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے یہ بھی فرمایا قیامت کے روز جب سب کے عیب ظاہر کر کے سزا ہوگی تب ایک فرقہ سے اللہ جلّ شانہٗ کہے گا تم نے فلاں فلاں گناہ کیا ہم مخلوقات میں ظاہر کریں وہ بندہ کہے گا معاف کر اور ظاہر نہ کر تب حکم ہوگا چونکہ دنیا میں تم نے لوگوں کے عیب کو چھپایا تھا اس لئے ہم نے تمہارے عیب کو چھپا دیا۔ (کمالات رحمانی ص۷۰)

(۸۲) کانپور کے استاذ الاساتذہ مولانا احمد حسن صاحب حضرت قبلہ کے پاس آئے آپ نے حسب عادت دریافت کیا کیا پڑھاتے ہو؟ انہوں نے سب علموں کا نام لیا معقولات زیادہ بتایا حضرت نے معقول پڑھنے پڑھانے کی بہت ہجو کی اور فرمایا منطق زیادہ پڑھانے سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے حدیث فقہ

زیادہ پڑھایا کرو اور فرمایا اگر کسی کو آنکھ ہو تو ہم بتائیں اور دکھلا دیں کہ فقہ کی خدمت کے سبب سے مولوی عبدالحق کی قبر میں کیا فیضان الٰہی ہے اور معقولیوں کی قبر کو دیکھ جیسے قاضی مبارک کی قبر کو کہ کیا حالت ہے (کمالات رحمانی ص۷۰)

(۸۳) مولانا محمد علی مونگیری کانپور میں اپنی طالب علمی کے وقت حضرت قبلہ سے ملے تھے پوچھنے پر انہوں نے کہا قاضی مبارک حضرت قبلہ نے بڑے زور سے کہا لاحول ولا قوۃ اسکو کیوں پڑھتے ہو ہم نے مانا کہ تم مثل قاضی مبارک کے ہو گئے قاضی مبارک کی قبر کو دیکھو قبر میں کیسی ظلمت ہے (کمالات رحمانی ص۷۰)

(۸۴) حضرت مولانا محمد علی مونگیری سے مسئلہ وحدۃ الوجود کے بارے میں فرمایا کہ جب کچھ نہ تھا تو سب کچھ کہاں سے ہو گیا (کمالات رحمانی ص۷۰)

(۸۵) فاتحہ کے مسئلہ میں مولانا محمد علی مونگیری نے کہا ایک شخص مٹھائی لایا کہ بڑے پیر صاحب کا فاتحہ کر دیجئے حضرت قبلہ نے فرمایا لاؤ ہم فاتحہ کر دیں۔ فقیر تجمل حسین سے بھی حضرت قبلہ نے فرمایا تھا کہ مٹھائی پر فاتحہ کر کے بچوں کو کھلا دو بزرگوں کی روح خوش ہوتی ہے۔ (کمالات رحمانی ص۷۰)

(۸۶) ایک بار حضرت قبلہ نے یہ شعر پڑھا

جائیے کس واسطے اے درد میخانے کے بیچ
اور ہی مستی ہے اپنے دل کے میخانے کے بیچ

اور فرمایا کہ یہ شعر بہت پڑھا کرو اس کے پڑھنے سے فیض آتا ہے خصوصاً مثنوی مولانا روم بہت پڑھا کرو اُس کے پڑھنے والے قطب اور ابدال ہو گئے عرض کیا با معنیٰ یا فقط لفظ ارشاد ہوا صرف لفظ کے پڑھنے والے مزید ارشاد ہوا۔

مثنوی مولوی معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی

اور فرمایا کتنی بڑی نسبت مولانا روم کی ہے اور بہت زور سے آپ نے چیخ ماری، یہ بھی فرمایا تم سے کبھی اللہ میاں سے بات چیت ہوتی ہے عرض کیا نہیں ارشاد ہوا شعر پڑھنے میں تم کو لطف آتا ہے کہ نہیں عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا بس وہی بات چیت ہے (کمالات رحمانی صفحہ ۷۳)

(۸۷) ایک روز راقم الحروف (تجمل حسین) نے خدمت عالی میں عرض کیا آپ باوجود قرب الٰہی کے مقروض و پریشان رہتے ہیں کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ نفس متوفی ہونے کے سبب سے خاکسار رہتا ہے (کمالات رحمانی ص۷۸)

(۸۸) مولوی محمد حسین مدرس بھوپال درس حدیث میں حاضر تھے یہ حدیث آئی ایک صحابی فرماتے تھے (اللھم ارحمنی و محمدا ولا ترحم معنا احدا)

(ترجمہ) اے اللہ مجھ پہ اور محمد پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی پر نہ رحم فرما۔ حضرت قبلہ نے فرمایا صحابہ حمد و بغض سے مبرا تھے یہ کلام ان کا غلبۂ محبت کے سبب سے تھا۔ (کمالات رحمانی ص۷۹)

(۸۹) حضرت قبلہ سے جب ذکر صحابہ اور اہل بیت کا آیا تو آپ نے حضرت عائشہ کا مرتبہ بیان کر کے فرمایا بعض اہل علم کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سب پر فضیلت ہے (کمالات رحمانی ص۷۹)

(۹۰) علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور کسی کو نہیں ہے۔ اولیاء اللہ کے دل منور ہوتے ہیں اس کے ذریعے جدھر التفات کرتے ہیں ان پر کھل جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ التفات کے بغیر بھی کھول دیتا ہے۔ (اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ) (ترجمہ مومن کی اٹکل سے ڈرو بیشک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ عرش سے فرش تک سب منکشف ہو جاتا ہے پر تو علم الٰہی کا پڑ جاتا ہے (کنتُ سمعہٗ و بصرہٗ ترجمہ میں اس

کا کان اور آنکھ ہوتا ہوں) میں اسی کا بیان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے پوچھا کیا حال ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ عرش و کرسی بہشت و دوزخ سب دیکھ رہا ہوں آنحضرت نے فرمایا (عبدٌ نوّر اللہ قلبہٗ)

(ترجمہ) ایسا بندہ ہے جس کے دل کو اللہ نے روشن کر دیا ہے) ایسا ہی اللہ تعالیٰ ان کی روح میں یہ قوت دیتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے دور دور کے کام ہوتے ہیں جہاں عقل و فہم کو رسائی نہیں جب ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت دی ہے تو کیا انسان کامل کو نہیں دے سکتا ہے؟ چاروں خلفائے راشدین کا فیض چاروں سلسلوں میں پہونچا ہے طریقہ نقشبندی میں صدیقی نسبت کا ظہور ہے۔ طریقہ قادریہ میں فاروقی نسبت کا ظہور ہے۔ بزرگان سہروردیہ میں عثمانی نسبت کا ظہور ہے اور بزرگان چشتیہ میں خاص علوی نسبت کا ظہور ہے (کمالات رحمانی ص۷۸-۷۹)

(۹۱) ایک بار ہم (تجمل حسین) نے عرض کیا آج کل مجھکو قبض (بے کیفی) بہت ہے وہ بشاشت جو پہلے تھی نہیں ہے حضرت نے فرمایا انبیاء اور اولیاء کو تین تین برس قبض رہا ہے اور بی بی جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو وہ محبت باقی نہیں رہتی ہے جو شباب اول میں تھی معاملات وغیرہ بڑھ جاتے ہیں مگر لطف محبت نہیں رہتا ہے۔ (کمالات رحمانی ص۸۰)

(۹۲) ایک بار مولانا لطیف اللہ صاحب ملاقات کرنے کے لیے کانپور آئے حضرت قبلہ عبدالرحمٰن خاں صاحب کے مطبع میں ٹھیرے ہوئے تھے مسلم شریف دیکھ رہے تھے ایک حدیث پڑھی (یَغْزُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَھَا (ترجمہ) فرمایا مارے مارے پھرتے تھے پورب پچھم پھر ذکر شروع ہوا کہ مفتی عنایت احمد صاحب استاد مولانا لطیف اللہ صاحب کے سمندر میں ڈوب گئے اس پر ارشاد ہوا وہ شہید ہو گئے ہمیشہ ان کے لیے حج خدا نے لکھ دیا۔

اور سب گناہ ان کے لیے معاف ہو گئے مگر یہ بتاؤ کہ یہ قرض جو حق العباد ہے کیونکر معاف ہو گا؟ پھر خود ہی فرمایا ایک حدیث صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کریگا اپنی رحمت سے اس قدر مالا مال کر دیگا کہ (قرض خواہ) اپنا دعویٰ بھی بھول جاویگا اور قیامت میں حج کا ثواب اس کو ملیگا پھر مخاطب ہوئے بتاؤ بیت اللہ کی زیارت تو ہوئی نہیں مگر ہاں اللہ پاک مسلم بیت اللہ کو سامنے لاکر کھڑا دیتا ہے کہ زیارت کر لو۔ پھر حضرت قبلہ نے دو زانو بیٹھ کر آنکھ بند کر کے بڑے خوف اور ادب سے حدیث پڑھی کہ چہرہ آپ کا زرد ہو گیا یہاں تک کہ عبدالرحمٰن خان پر خوف طاری ہو گیا میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اب یہاں سے بھاگو ہم دونوں چپ چاپ کوٹھے سے نیچے اتر آئے اور دل میں سمجھ لیا کہ اصل محدث اور بزرگ پر حدیث کا اثر بہت سخت پڑتا ہے (کمالات رحمانی ص۸۰)

(۹۳) ہماری (تجمل حسین کی کتاب (کمالات رحمانی) کے عنوان پر جو دعا لکھی ہے (اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ وَرَحْمَتِکَ فَاِنَّہٗ لَا یَمْلِکُھَا اِلَّا اَنْتَ (ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل اور تیری رحمت مانگتا ہوں اس کا تو ہی مالک ہے) حضرت نے فرمایا اس کے پڑھنے سے نسبت میں ترقی ہوتی ہے ہم نے نسبت کے معنی پوچھے ارشاد ہوا نسبت کے معنی لگاؤ کے ہیں۔ (کمالات رحمانی ص۸۱)

(۹۴) میرے (تجمل حسین کے) ایک خواب کو سن کر جس میں مجھے بڑا پر کیف لطف ملا تھا حضرت قبلہ نے فرمایا کبھی اپنے پیر کی صورت کو دوسروں میں دیکھتا ہے اور حقیقت میں پیر و مرشد ہوتا ہے صورت مثالی ان کی لائی جاتی ہے (کمالات رحمانی ص۸۴)

(۹۵) وہ شجرہ جو نظم میں نور میاں نے چھپوایا ہے اس میں چند اشعار پر حضرت نے

نشان دے کر فرمایا اس کو پڑھا کرو وہ اشعار یہ ہیں۔

مخ خواجہ ماشاہ آفاق — نمک ریز جراحت ہائے عشاق
بامدادش تو محمد داراد گرداں — گرفتار محمد دم گنج شادکرداں
تہی دستیم از فقر و ریاضت — گنہگاریم بے زہد و عبادت
جمال مصطفیٰ در سینۂ او — جلال کبریا آئینۂ او
بود ہر چند او خود بے نشانے — نشانے دارد از ہر خاندانے
نباشد درد ما را ہیچ درماں — مگر تیر نگاہ فضل رحمٰن
بدست دوست چوں دست دادیم — نگاہ فضل آخر فضلیا نیم

بعض احباب کو حضرت قبلہ نے یہ بھی فرمایا کہ مصیبت کے وقت جو اس شجرہ کو پڑھے اللہ اس کی مصیبت دفع کرے (کمالات رحمانی ص۸۲) میلاد سے متعلق

(۹۶) ایک بار مولود شریف اور قیام کے مسئلہ میں ہم نے (تجمل حسین نے) عرض کیا جائز ہے یا نہیں آپ نے فرمایا کہ پورے قرآن شریف میں انبیاء کی پیدائش کا ذکر ہے بس یہی مولود شریف ہے۔ مولانا مونگیری نے فرمایا گنج مراد آباد کی مسجد میں دو مولوی جھگڑ رہے تھے کہ اس قسم کا مولود جو پڑھتے ہیں ہرگز جائز نہیں اور بہت تشدد کے الفاظ تھے حضرت قبلہ کو یہ تشدد ناپسند ہوا مجلس کے اندر مولانا مونگیری سے فرمایا کہ میں قیامت کے روز خداوند عالم سے عرض کرونگا الٰہی ان لوگوں نے تیرے حبیب کا ذکر محبت سے کیا ہے ایک روایت مولانا عبدالکریم سے یہ بھی ہے کہ ایک جماعت آئی اور حضرت قبلہ سے مولود کے جواز کو دریافت کر کے اس کی اجازت چاہی حضرت کو ہر وقت ایک خاص کیفیت رہتی تھی فرما دیا ہاں جائز ہے۔ مولوی عبدالکریم

اُس مولود کو کہتے ہیں جس میں چند گلا ملا کر اشعار پڑھتے ہوں اور جھوٹی روایات پڑھتے ہوں حضرت قبلہ نے فرمایا ایسا مولود ہرگز جائز نہیں ہے ایک بار فقیر نے (تجمل حسین) حضرت قبلہ سے مولود اور قیام کے جواز کو دریافت کیا تو فرمایا اگر کوئی محبت سے قیام کرے تو اٹھئے دو چنانچہ ہم نے (تجمل حسین) مونگیر میں مولود شریف کی مجلس قائم کی اور خود ہم نے مولود پڑھا حضرت نے جو لفظ محبت کا فرمایا تو فقیر کو (تجمل حسین کو) اس شعر پر لطف آیا دشت یثرب میں تیرے ناقہ کے پیچھے پیچھے ۔ دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتے جاتے ۔ اور اٹھ گیا شاید گیارہ مرتبہ کھڑے ہوئے ایک بار فقیر نے (تجمل حسین نے) مولود کے ناجائز ہونے کا سوال کیا حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا ہم تو مولود شریف ضرور کرتے ہیں حضرت ذکریا علیہ السلام و یحیٰ علیہ السلام و جملہ انبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر روزانہ بوقت ترجمہ قرآن شریف کیا کرتے ہیں الغرض حضرت قبلہ کا مطلب یہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام کی پیدائش کا یا انکی عظمت کا بیان یہی مولود شریف ہے ۔ نقل رحمانی جلد ثانی میں یہ تفصیل ہے کہ حدیث ہو رہی تھی کسی نے جوازِ مولود میں سوال کیا فرمایا کہ بس یہی مولود ہے جو ہو رہا ہے مولوی عبدالکریم مراد آبادی نے کہا حضرت یہ اس مولود شریف کو پوچھتے ہیں جس میں جھوٹی روایتیں اور جائز ناجائز مبالغہ کے اشعار اور دو تین آدمی گلا ملا کر بے وضو پڑھتے ہیں اور اس مجلس میں متقی لوگ نہیں ہوتے ہیں اس پر آپ نے فرمایا یہ ناجائز ہے (کمالات رحمانی صـ۸۴)

(۹۷) حضرت مولانا محمد علی صاحب قبلہ فرماتے تھے کہ حضرت قبلہ کانپور تشریف لائے تو ایک شخص نے کہا نہر پار ایک مولوی صاحب رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ہمارے بڑے بھائی ہیں یہ سنتے ہی حضرت کانپ گئے اور فرمایا ایسے لوگوں کا ہمارے سامنے ذکر نہ کرو نعوذ باللہ وہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے ۔

نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم ۔ زانکہ نسبت بسگ کوے تو شد بے ادبی
(ترجمہ) میں نے اپنی نسبت تیرے کتے سے کر دی اور بس شرمندہ ہوں کیوں کہ تیری گلی کے کتے سے نسبت کرنا بھی بے ادبی ہے ۔

(۹۸) ایک بار ہم نے (تجمل حسین نے) عرض کیا کہ اس زمانہ کے آدمی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ کے اعمال سنت کے موافق ہیں مگر مخلوق سے اس قدر بگڑنا کیسی سنت ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہاں نزدیک آؤ اور کان میں کہا کہ اوپر جی سے میں کڑا کا کرتا ہوں اور ہم نے اپنے خالق سے دعا کر لی ہے کہ جس کے لیے میں بد دعا کروں وہ دعا سمجھی جائے ورنہ ہجوم خلق سے نماز پڑھنا مشکل ہو جائے دیہاتی لوگ بہت تنگ کرتے ہیں (کمالات رحمانی صـ۸۵)

(۹۹) فقیر تجمل حسین کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور چند صحابہ کی زیارت ہوئی اس وقت یہ علم تھا کہ آنحضرت کا نزع کا وقت ہے آرہ کے ایک شخص نے جامع مسجد میں حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا آپ بہت مغموم ہیں چہرے پر گوشت نہیں ہے حضرت قبلہ نے ان خوابوں کی یہ تعبیر فرمائی تھی کہ نبی ﷺ کو اسکا بہت صدمہ ہے کہ اسلام میں یعنی مقلد اور غیر مقلد میں جھگڑا ہے اور حدیث و فقہ کی توہین ہوتی ہے مسلمانوں میں نفاق بڑھتا جاتا ہے ۔ (کمالات رحمانی صـ۸۶)

(۱۰۰) حضرت قبلہ نے فرمایا مقلدین و غیر مقلدین جھگڑے اور مناظرے جو آپس میں کیا کرتے ہیں تم ہرگز نہ کرنا قلب سیاہ ہو جاتا ہے (کمالات رحمانی صـ۸۸)

(۱۰۱) ایک بار ہم نے (تجمل حسین نے) حضرت قبلہ سے ذکر کیا کہ آپکے ہاں حلقہ توجہ نہیں ہوتا ہے اس میں بعض مشائخ طعن کرتے ہیں حضرت نے فرمایا لا اذکر وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً (ترجمہ) اپنے رب کو اپنے جی میں عاجزی

سے اور خفیہ طور پر یاد کرو) پس یہ قرآن شریف سے ثابت ہیں یہ بھی فرمایا
ہمارے یہاں توجہ کا حلقہ نہیں ہے بلکہ لسانی و نظری ہے اور فرمایا جتنی بات ہم
کرتے ہیں وہ سب توجہ ہے مگر خاص مریدوں کو آپ انکی صلاحیت کے اعتبار
سے ضرور توجہ دیتے تھے (کمالات رحمانی ص۸۹)

(۱۰۲) حضرت نے فرمایا ناجنس سے ہرگز نہ ملے فقیر کو (تجمل حسین کو) شاہ امداد اللہ
علیہ الرحمۃ کے علاوہ کسی سے ملنے کی اجازت نہیں دی صحبت کا بڑا اثر ہے (کمالات
رحمانی ص۹۰)

(۱۰۳) راقم الحروف (تجمل حسین) نے ایک بار حضرت قبلہ سے عرض کیا ہم سے بڑا گناہ
ہو گیا پھر سے مرید کیجئے آپ نے فرمایا ہاں ایک بزرگ تھے خوف خدا میں ہمیشہ
اپنے پیر سے مرید ہوتے تھے ہم نے عرض کیا کہ حضرت راستے میں اکثر بے پردہ قلعہ کی
غیر محرم عورتیں مل جاتی ہیں نظر پڑ جاتی ہے۔ ارشاد ہوا گھورا نہ کرو اچانک نظر پڑنا معاف ہے۔

(۱۰۴) ہمارے (تجمل حسین) کے ذریعے سے منشی امتیاز علی صاحب وزیر بھوپال
نے حضرت قبلہ کو یہ خط بھیجا یا کہلا بھیجا کہ نوکری یا خیرات کیلئے آپکے سفارشی
خطوط بہت آتے ہیں بعض وقت حکم کی تعمیل نہ ہونے سے حضور کے رنجیدہ
ہونے کا خوف ہوتا ہے حضرت قبلہ نے کہلا بھیجا کہ میں ایک نیک کام کرتا
ہوں تم کو اختیار ہے عمل کرو یا نہ کرو اگر گنجائش ہے تو کرو ورنہ نہ کرو ہم
رنجیدہ نہیں ہوں گے ہمکو صرف خلائق کی خیر خواہی منظور ہے (کمالات رحمانی ص۹۲)

(۱۰۵) ایک بار ایک انگریز حاکم آیا اس نے کہا آپکے یہاں ہر ملک کے لوگ مرید
ہونے آتے ہیں حضور نے فرمایا تم احمق ہو ارے میاں لوگ توبہ کرنے کو آتے
ہیں ہم گواہ ہو جاتے ہیں اور انگریزات کو بہت کھانا کھلا دیا حضرت کی اخلاقی تقریر
سنکر خوش ہو کر اس حاکم نے کہا اگر آپ فرمائیں تو آپکی خانقاہ کے لئے گورنمنٹ سے

کچھ مقرر کرا دوں حضور نے فرمایا میں تمہاری گورنمنٹ کا روپیہ لیکر کیا کرونگا خدا
کے فضل سے ایک لنگی کی بنی ہوئی چارپائی مٹی کے دو لوٹے اور مٹی کے دو گھڑے
موجود ہیں۔ اور ہمارے بعض مرید باجرے لاتے ہیں چلوا اسکی روٹی ہو جاتی ہے بیوی
صاحبہ کچھ ساگ یا دال پکا لیتی ہیں چلوا اس میں لگا کر کھا لیتے ہیں الغرض آپ
نے کچھ قبول نہیں کیا اور قناعت کیا اس درمیان میں لکھنؤ کے نواب نے
خانقاہ کے خرچ کیلئے کچھ مقرر کرنا چاہا اسکو بھی آپ نے قبول نہیں کیا (کمالات
رحمانی ص۹۵)

(۱۰۶) حضرت مولانا محمد علی مونگیری فرماتے ہیں ابتداء میں گھریلو ضرور تقسیم کی پریشانی
تھی حضرت قبلہ سے عرض کیا ارشاد ہوا لاحول ولا قوۃ دو سو مرتبہ پڑھ لیا کرو
عرض کیا ہم پانچ سو مرتبہ پڑھتے ہیں تب ارشاد ہوا بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم
صل علی محمد وعلی آلہ پانچ سو مرتبہ پڑھا کرو مولانا نے فرمایا جب ہم نے
اسکو پڑھا تو فوراً پریشانی رفع ہو گئی مولانا نے یہ بھی فرمایا اجازت میں عجیب
اثر ہے اس درود کو بہت زیادہ پڑھتا تھا مگر وہ اثر نہیں تھا (کمالات رحمانی ص۹۵)

(۱۰۷) ایک بار راقم الحروف (تجمل حسین) کی بیوی کی آنکھ سرخ ہو کر لٹک گئی تھی
اور ایک ریوڑی کے برابر ایک دانہ نکل آیا تھا حضرت قبلہ آنکھ کی ہر ایک
بیماری میں کتھا لگانا فرمادیا کرتے تھے ہم کو یہی حکم ہوا ہمارے یہاں کی عورتوں
کی سمجھ میں یہ آیا کہ گرمی سے ہے انھوں نے سر پر بہت سا رکھ دیا رکھنا تھا
کہ منہ پر پورا ورم ہو گیا حضرت قبلہ کو لکھا آپ نے جواب میں لکھا تم کو پلک
پر لگانے کو کہا تھا یا سر پر جب پلک پر لگایا ... تو صحت ہو گئی (کمالات رحمانی ص۹۶)

(۱۰۸) ایک بار کسی مولوی صاحب نے علی گڑھ کے سر سید احمد خاں کے بارے
میں کہا کہ اس نے شریعت محمدی میں بڑا اختلاف پیدا کیا ہے ہزاروں

کفریات اور حملے شریعت پر کئے ہیں حضرت قبلہ نے فرمایا ان کی ظاہری تقریر
کو نہ دیکھو ان کے قلب کو تو دیکھو اس درمیان میں سر سید احمد خاں مرحوم کا
خط آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور کچھ دوسرے مضامین
بھی تھے حضرت قبلہ نے فرمایا یہ حضرت یوسف ہمدانی کی اولاد ہیں اور ہم لوگ
اس سلسلہ کے خادم ہیں ان کی شان میں گستاخی نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے
(تجمل حسین کے) پیر بھائیوں کو سخت لفظ کہنے کی ممانعت (کمالات رحمانی ص۱۱۰)

(۱۰۹) جناب مولانا مونگیری نے فرمایا ایک بار حضرت قبلہ حجرہ میں بیٹھے تھے چند
مولوی صاحبان صحن میں لڑ رہے تھے سر سید روایات صحیح و تواتر کا انکار کرتا
ہے کافر ہے حضرت قبلہ حجرے سے باہر نکلے مسجد میں تشریف لائے اور مولانا
مونگیری سے فرمایا یہ مولوی لوگ اُس بیچارے کو کافر بناتے ہیں مگر اس
کے قلب کی طرف تو دیکھو کیسا ہے؟ اور یہ بزرگ زادہ ہیں ہم لوگ اس
طریقہ میں مرید ہیں یعنی حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں (کمالات رحمانی ص۱۱۱)

(۱۱۰) مولانا مونگیری اور مولانا فتح محمد تائب مفسر نے فرمایا حضرت قبلہ نے اس
عالم کو اُس عالم پر ترجیح دیا ہے اس لئے کہ یہاں لا الٰہ الا اللہ کہنا نصیب
ہوا اور انبیاء اولیاء کیسے کیسے یہاں آئے اور مجھکو زیارت نصیب ہوئی اس
لئے یہ عالم افضل ہے (کمالات رحمانی ص۱۱۷)

(۱۱۱) آج مولانا محمد عمر صاحب سے ہماری (شاہ تجمل حسین کی) ملاقات ہوئی مولانا
نے حضرت قبلہ سے درود شریف کی اجازت مانگی حضرت نے فرمایا درود شریف
کی اجازت کیوں چاہتے ہو؟ خدا نے قرآن شریف میں درود شریف پڑھنے کو فرمایا
ہے۔ مولانا عمر نے کہا خود تو لے لوں گا مگر آپ بھی فرما دیجئے حضور نے فرمایا بہتر درود
شریف پڑھا کرو۔ مولانا نے پوچھا کتنے بار اور کونسا درود شریف۔ فرمایا

یہی درود جو نمازیں پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کی تعداد کچھ نہیں فرمایا (کمالات رحمانی ص۱۱۵)

(۱۱۲) مولوی محمد عارف صاحب اور مولوی عبدالواسع صاحب سعدی پوری دربھنگوی
حضرت قبلہ کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے آپ نے ان سے پوچھا تم
کیا کرتے ہو انھوں نے کہا مدرسہ خادم العلوم مظفر پور میں پڑھاتا ہوں آپ
نے کتابوں کے نام پوچھے انھوں نے کتابوں کے نام بتائے حضرت قبلہ نے
یہ شعر پڑھا۔

صد کتاب و صد ورق در نار کن — سینہ و از نورِ حق گلزار کن

(ترجمہ) سیکڑوں کتابوں اور سیکڑوں ورق کو آگ میں ڈالو۔ سینہ کو نورِ حق سے
گلزار بناؤ۔ (کمالات رحمانی ص۱۱۹)

(۱۱۳) مولانا محمد عارف صاحب نے بیان کیا ایک طبیب صاحب نے حضرت قبلہ
سے عرض کیا میرا مطب چلتا نہیں ہے آپ نے ان سے فرمایا جب مطب میں
بیٹھا کرو تو پہلے الحمد اور چار قل اوّل آخر درود شریف پڑھ کر تمام بزرگوں
کو بخش دیا کرو اور دعا کر لیا کرو جو کوئی آئے اس کو شفا ہو۔ (کمالات رحمانی ص۱۲۱)

(۱۱۴) مولانا تجمل حسین فرماتے ہیں حضرت قبلہ نے بعض ایسے مشائخ سے جو
عالم تھے اور مشہور لوگوں سے تھے ملنے کی بھی اجازت نہیں دی۔ پھر جب
تخلیہ ظاہری مرید کو حاصل ہو جائے اور خلق سے وحشت اور خلوت میں
بیٹھنے کی عادت ہو جائے تب طالب سمجھے ہم نے مقامِ انس الٰہی میں
قدم رکھا۔ (کمالات رحمانی ص۱۲۳)

(۱۱۵) ہم (تجمل حسین) سے حضرت نے فرمایا گیارہ سو مرتبہ حضرت سید حسن
رسول نما دہلوی کا درود شریف (اللّٰھم صل علیٰ محمد و عترتہ بعدد کل معلوم
لک) پڑھا کرو (از مؤلف بفضلہ تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

نصیب ہوگی) حضرت نے فرمایا ہم بھی درود اسی درود کو ۱۱ مرتبہ پڑھا کرتے
ہیں (کمالات رحمانی ص ۱۲۷—۱۲۸)

(۱۱۶) عصر کی نماز کے بعد حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ حجرہ کے سائبان
میں تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ہم (تجمل حسین) نے عرض کیا اس وقت حضور کیا
پڑھ رہے ہیں؟ فرمایا تمکو حصین حصین پڑھنے کو کہہ دیا ہے عرض کیا ہمکو معمولات
حضرت پڑھنا ہے ارشاد ہوا (لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْن)
۱۰۰ سو مرتبہ (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم) ۱۰۰ سو مرتبہ اور (سُبْحَانَ
اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ) ۱۰۰ سو مرتبہ پڑھتا ہوں (کمالات رحمانی ص ۱۲۱)

(۱۱۷) ہم کو (تجمل حسین کو) ختم مجددیہ کی اجازت ہوئی جس کو بزرگان دین دنیا اور آخرت
کے نفع کے واسطے پڑھتے چلے آتے ہیں اور وہ یہ ہے پانچ ۵۰۰ سو مرتبہ (لَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم) اول و آخر درود ستو ستو بار (کمالات رحمانی ص ۱۳۲)

(۱۱۸) مولوی حکیم احمد اللہ خاں رئیس نے حضرت قبلہ سے دریافت کیا تصور شیخ بھی
کیا کریں آپ نے فرمایا ناجائز ہے ہمارے مشرب میں نہیں ہے (کمالات رحمانی ص ۱۳۳)

(۱۱۹) ہم (تجمل حسین) جب ذکر میں مشغول ہوتے ہیں آپ کا خیال آہی جاتا ہے
حضرت قبلہ نے فرمایا ہائے لکھا پڑھا تم نے سب چوپٹ کیا تمکو یاد نہیں ہے
ایک صحابی تھے ان کو اپنی بی بی سے بہت محبت تھی نماز میں بھی ان کو خیال آجاتا
تھا حضرت قبلہ کی غرض یہ تھی بلا ارادہ اگر شیخ کی صورت آجائے تو مضائقہ
نہیں۔ (کمالات رحمانی ص ۱۴۳)

(۱۱۹) توجہ کی یہ تعریف ہے کہ شیخ اپنے قلب کی کیفیت کو مرید کے دل میں خیال
کی قوت سے ڈالتا ہے (کمالات رحمانی ص ۱۴۲)

(۱۲۰) قطب الارشاد اس کو کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں ایک ہی ہوتا ہے عرش

سے فرش تک جس کسی کو رشد، ایمان اور معرفت اور ہدایت حاصل ہوتی ہے
اُسی کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے اس کے واسطہ کے بغیر کوئی شخص اس
دولت کو نہیں پا سکتا۔ پھر وہ شخص اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے یا بزرگ
اس کی طرف متوجہ ہے وہ بقدر اخلاص و توجہ فیضیاب ہوتا ہے یا کوئی شخص
ذکر میں مشغول ہے اُس کو ان بزرگ کی خبر نہیں ہے اس لئے انکار نہ
ہونے کی وجہ سے اس کو بھی فیض حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی اُن بزرگ کا
منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے رنجیدہ ہیں کتنا ہی وہ ذکر میں مشغول ہو مگر وہ
ہدایت سے محروم رہیگا چاہے اس کے متعلق اُن بزرگ کا کوئی ارادہ فائدہ
نہ ہونے کا یا ضرر پہونچانے کا نہ ہو اس لئے انکار کرنا ہی سد راہ فیض ہے
برخلاف اس کے وہ لوگ جو ان بزرگ سے محبت رکھتے ہیں کتنا ہی اُن بزرگ
کی طرف توجہ کرنے یا ذکر الٰہی سے غافل ہوں مگر نور رشد و ہدایت ان کو میسر
ہوگا۔ بس یہی مقام ہمارے حضرت قبلہ کا تھا۔ (کمالات رحمانی ص ۱۲۶)

(۱۲۱) ہم (تجمل حسین) نے حضرت قبلہ سے عرض کیا کون سا عمدہ عمل آپ نے کیا
ہے جس سے آپ کا یہ درجہ ہوا۔ ارشاد ہوا سنت پر عمل کرنے سے (کمالات
رحمانی ص ۱۵۲)

(۱۲۲) حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن زیارت قبور مسنون ہے۔ (کمالات رحمانی ص ۱۵۸)

(۱۲۳) حضرت کا ارشاد ہوا جن یا آسیب کے لئے یہ شعر بھی کافی ہے۔

عزیزیکہ از درگہش سر بتافت | بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

(ترجمہ) جس عزیز نے اس کے در سے سر پھیرا کسی دروازے پر بھی اسکو عزت نہیں ملی
(کمالات رحمانی ص ۱۵۹)

(۱۲۴) مولوی حکیم امیر الدین صوفی بہاری نے حضرت قبلہ سے روایت فرمایا

کہ ہر مہم اور غم کے واسطے اول آخر درود شریف گیارہ مرتبہ اور بسم اللہ الرحمن
الرحیم ایک مرتبہ اور بفضل الرحمن الرحیم گیارہ سو مرتبہ حضرت قبلہ کے وسیلے
سے دعا کرے فرمایا کہ تیر بہدف ہے ۔

(۱۲۵) کبھی حضرت قبلہ فرماتے تھے دعا کراؤ ہم دعا کریں یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی سنت ہے (کمالات رحمانی ص۱۶۶) آپ فرمایا کرتے تھے تم دعا کرو ہم آمین کہیں (کمالات رحمانی ص...)

(۱۲۶) میری (محمد حسین کی) درخواست پر ملک شام کے رئیس نے جو حکیم بھی تھے خط
میں لکھا بیعت ہونے کے بعد دوسری یا تیسری مرتبہ کی حاضری پر حضرت قبلہ
عصر کے بعد پلنگڑی پر تشریف فرما تھے میں مسجد کے باہر چشمہ کے پاس بیٹھ کر
تماشائے جمال و جلال کر رہا تھا یکایک حضرت نے انگشت مبارک سے آگے
بڑھنے کا اشارہ فرمایا بندہ درگاہ آگے بڑھ گیا ایسی کیمیا اثر نظر ڈالی میں بالکل
غش کھا کر گرنے لگا آپ نے روک لیا مگر قلب سے لیکر تمام بدن میں برق
لہرا گئی۔ مزید کیفیت کے بیان کرنے سے عاجز ہے (کمالات رحمانی ص۱۸۰)

(۱۲۷) مولانا محمد علی صاحب فرماتے ہیں حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ پڑھنے پڑھانے
سے کیا ہوتا ہے دیکھو میں کچھ قرآن شریف پڑھ لیتا ہوں اور تھوڑا سا کچھ
اور پھر لطف میں آکر فرمایا کہ اللہ رسول پر جان قربان کرنا چاہیئے اس سے
سب کچھ ہوتا ہے اور چند شعر پڑھے ۔ (ارشاد رحمانی ص۴۴)

(۱۲۸) مولانا محمد علی صاحب لکھتے ہیں حضرت کا ارشاد ہوا افعال ظاہر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بسہولت اور بے تکلف ہونے لگنا یہی فنا فی الرسول ہے
اور کچھ نہیں (ارشاد رحمانی ص۳۶)

(۱۲۹) مولانا محمد علی صاحب تحریر فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے عرض کیا حضرت
حالتیں سب کچھ طاری ہوتی ہیں مگر وہ جو بات ہے وہ نہیں ہے ارشاد ہوا

کوئی آسمان پر اڑنے نہیں لگتا ہے ولایت اسی کو کہتے ہیں کہ احکام شریعت
بے تکلف ہونے لگیں اور افعال شرعیہ ایسے ہو جائیں کہ گویا امور طبعی
ہیں (ارشاد رحمانی ص۳۶)

(۱۳۰) چودھری محمد عظیم صاحب تعلق دار سندیلہ نے بیان کیا میں بانگر مئو کے
وزیر علی شاہ صاحب کے انتقال کے تیسرے دن بطور تعزیت گیا
مگر وہاں کچھ نہیں تھا ان کے بیٹے نے کہا شاہ صاحب کی وصیت تھی ہمارا
سوم چہارم نہ ہو چنانچہ میں بانگر مئو سے واپس آیا حضرت قبلہ دروازہ پر
کھڑے تھے فرمایا کہاں سے آتے ہو میں نے پوری کیفیت بیان کی حضرت
نے فرمایا ہاں یہی چاہیئے اور اس جگہ کچھ اور لفظ بھی فرمایا جس کے معنی یہ ہیں
شریعت کی پابندی علاوہ چیز ہے (فضل رحمانی ص۳)

(۱۳۱) ایک مرتبہ مولوی محمد شفیع صاحب بجنوری (موضع بجنور متصل لکھنؤ)
نے حج کو جانے کا ارادہ ظاہر کیا حضرت قبلہ نے فرمایا شرائط حج کی بھی خبر
ہے یا ویسے ہی حج کا ارادہ کر لیا مولوی محمد شفیع صاحب نے عرض کیا جی
ہاں شرائط کی خبر ہے فرمایا کیا خبر ہے انہوں نے حضرت خواجہ حافظ کا یہ
شعر پڑھ دیا ؎ در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی
(ترجمہ) منزل لیلیٰ کے راستہ میں جان کے خطرے ہیں اس راہ کی پہلی شرط یہ
ہے کہ مجنوں بن جاؤ۔ حضرت مولانا نے یہ شعر سن کر ایک پر جوش نعرہ
لگایا لیکن فوراً ہی سنبھل گئے اور فرمایا سب واہیات ہے جو شریعت
نے فیصلہ کیا وہی برحق و درست ہے (ارواح ثلاثہ ص۲۵۹)

(۱۳۲) حضرت قبلہ کی خدمت میں کوئی عالم ربانی آتا تو آپ اسکی بڑی توقیر

فرماتے جب مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی آپ کی ملاقات کو تشریف لائے تو اتنی خوشی ہوئی جو تمام عمر نہیں ہوئی۔ آپ نے احمد میاں کو بلا کر فرمایا تم کو ان کے آنے سے خوشی ہوئی یا نواب جہانگیر آباد کے آنے سے انہوں نے عرض کیا انکے آنے سے میں خوش ہوا آپ نے فرمایا تم اپنے نئے مکان کے دالان میں چارپائی بچھاؤ اور کھانا ان کے واسطے اچھا اچھا تیار کرو۔ مولانا فرنگی محلی سے حضرت نے فرمایا میں نے بوڑھا ہو کر تمہاری تعظیم تمہارے علم کے سبب سے کی اس کی ایسی مثال ہے جیسے حضرت عباس رض نے حضرت عمر رض کی تعظیم کی تھی۔ (فضل رحمانی صـ ۴۳، ۴۴ ، تذکرہ صـ ۵۶)

۱۳۳۔ ایک روز حضرت قبلہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے آپ پر کیفیت طاری ہوئی۔ مولوی تجمل حسین صاحب سے فرمایا جو لذت ہم کو قرآن میں ہوتی ہے اگر تم کو وہ لذت ذرہ برابر آئے تو ہماری طرح نہ بیٹھ سکو کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل جاؤ۔ آپ نے آہ کی اور حجرہ میں تشریف لے گئے اور کئی روز تک بیمار رہے۔ (ذکر رحمانی صـ ۷ تذکرہ صـ ۵۸)

۱۳۴۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی بیان کرتے ہیں ایک بار حدیث شریف کا سبق پڑھا کر یہ شعر پڑھا۔

ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم ۔ الا حدیث دوست کہ تکرار می کنیم

ترجمہ: ہم نے جو کچھ پڑھا ہے بھلا دیا ہے بجز دوست کی بات کے جس کی بار بار تکرار کرتے ہیں۔ (ارواح ثلاثہ صـ ۲۹۱ ، تذکرہ صـ ۵۹)

۱۳۵۔ امور باطنی کی تعلیم کے بارے میں جو طریقہ رائج ہے میں نے (تجمل حسین نے) حضرت قبلہ سے عرض کیا، اس کے جواب میں ارشاد فرمایا یہی طریقہ شریعت عمدہ ہے اسی حدیث و قرآن کی مزاولت ہمیشگی اور اسی کی محبت کی برکت سے بڑے مراتب حاصل ہوتے ہیں اور اصل دل کی درستگی ہے اور شریعت کی پابندی۔ (فضل رحمانی صـ ۸۳ تذکرہ صـ ۶۰)

۱۳۶۔ مولانا محمد علی مونگیری سے فرمایا قاضی مبارک کی قبر پر جا کر دیکھو کیا حال ہے؟ اور ایک بے علم کی قبر پر جاؤ جس کو خدا سے نسبت تھی اس پر کیسے انوار و برکات ہیں (تذکرہ صـ ۶۱)

۱۳۷۔ مولانا حکیم سید عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء تحریر فرماتے ہیں، حضرت قبلہ نے فرمایا دعا درود و نماز سے سب کچھ مل جاتا ہے (تذکرہ صـ ۱۰۳)

باب سوم

سوانح مشائخ حضرت قبلہ

(۱) طریقۂ مجددیہ میں بھی بہت سے طریقے پیدا ہوئے۔ چنانچہ طریقۂ حضرتین (یعنی حضرت ایشان و حضرت خازن الرحمۃ پسران حضرت مجدد صاحب)۔ طریقۂ احسنیہ حضرت سید آدم بنوری کا۔ طریقۂ زبیریہ و مظہریہ۔ طریقہ حضرت شاہ ولی اللہ کا۔ طریقہ محمدیہ حضرت خواجہ ناصر عندلیب کا، جس کو حضرت خواجہ میر درد نے رائج کیا۔ اخیر میں ہمارے شیخ المشائخ حضرت شاہ محمد آفاق سے جملہ طریقوں کی برکتوں کا جامع طریقہ مزید خصوصیتوں کے ساتھ پیدا ہوا۔

آپ دعا سے حضرت مرزا مظہر جانجاناں کی پیدا ہوئے۔ سلسلہ آبائی سے آپ کے والد احسان اللہ خاں بن نواب اظہر الدین بن شیخ محمد تقی بن حضرت شیخ عبدالاحد شاہ گل المتخلص بوحدت بن حضرت خازن الرحمۃ بن حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم ہیں۔ آپ کا سلسلہ ارادت و خلافت حضرت عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم سجادہ نشین و فرزند حضرت مجدد سے ملتا ہے۔

آپ کی تکمیل اپنے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ ضیاء اللہ سے ہوئی جو حضرت خواجہ نقشبند بخاری کی اولاد اور حضرت قبلۂ عالم خواجہ محمد زبیر کے خلیفۂ اعظم تھے۔ آپ حضرت خواجہ ضیاء اللہ کے بعد حضرت خواجہ میر درد کی صحبت بابرکت میں مدت دراز تک رہے اور منصب قطبیت کی بشارت پائی۔ کابل تک سب آپ کے زیرِ نگین ہو گیا۔ زمان شاہ بادشاہ کابل بھی آپ کا مرید ہوا۔ اور کرامات عظیم الشان آپ سے ظاہر ہوئیں۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب اکثر اپنے مریدوں کو تعلیم دینے کے بعد آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ آپ کے ارشاد فرمانے کو وہ تسلیم کرتے تھے۔

(شہرۂ آفاق ص۷، ۸)

★

(۲) بزرگان قادریہ میں نسبت فاروقی کا ظہور ہے اور نسبت حضرت فاروق اعظمؓ کی موسوی تھی۔ اسی لیے جلال الٰہی اور تصرفات عظیم الشان کا ظہور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے بہت ہوا۔

(شہرۂ آفاق ص۱۳)

★

(۳) بزرگان چشتیہ میں نسبت علوی کا ظہور ہے اور وہ فیض عینیت (ایک ہی ہستی ہونے کا فیض) جو (عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ) حدیث میں ہے۔ علی مجھ سے ہیں میں ان سے ہوں۔) میں بیان ہوا ہے اس طریقہ میں بہت ہے۔ اور فنا فی الشیخ کا یہی منشا ہے اور آپ کی نسبت عیسوی تھی۔ اسی (نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ قرآن مجید میں ہے میں نے عیسیٰؑ میں اپنی روح پھونک دی) کی مناسبت ہے کہ چشتیہ کا درد سماع کے بغیر آرام پذیر نہیں ہوتا۔

نَفَخْتُ

(شہرۂ آفاق ص۱۳)

★

(۴) بزرگان نقشبندیہ میں نسبت صدیقی کا ظہور ہے۔ لہٰذا یہ طریقہ اقرب الطرق اور سہل الوصول ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ کی نسبت ابراہیمی تھی۔ لہٰذا القائے سینہ بہ سینہ حضرت نقشبند سے شائع ہوا حدیث میں ہے مَاصَبَّ اللّٰہُ شَیْئًا فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ (جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا اس کو میں نے ابو بکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا)

(شہرۂ آفاق ص۱۳)

(۵) حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ سید نظام الدین اولیاءؒ سے کسی نے پوچھا:

"آپ میں اور حضرت محبوب سبحانی غوث اعظمؓ میں کیا فرق ہے؟"

آپ نے فرمایا:

"وہ بیاہی تھے اور میں آنکھ لگی ہوں۔"

(شہرۂ آفاق ص۱۴)

★

(۶) حضرت امام اعظمؒ کا اجتہاد باطن کی طرف بہت متوجہ ہے۔ اس واسطے اہل ظاہر اس کی کنہ سے واقف نہیں ہوتے۔ اور دیگر آئمہ کا اجتہاد ظاہر سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت امام اعظمؒ دو برس حضرت امام جعفر صادق علیٰ جدہٖ وعلیہ السلام کی صحبت میں رہے جو پورے طور پر صدیقی وعلوی نسبت کے جامع تھے اس لیے ان کا اجتہاد پورے طور پر ظاہر و باطن کا جامع ہے۔

(فیض رحمانی ص۱۷)

(۷) حضرت مجدد صاحب کی اولاد کا نسبی بیان (سیر المرشدین) نامی کتاب میں

ہے۔ اس کے حاشیہ میں حضرت شاہ غلام علی صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے:
(حضرت قبلۂ عالم محمد زبیر کے خلیفہ حضرت خواجہ ضیاء اللہ سے حضرت شاہ محمد آفاق نے سلسلۂ نقشبندیہ و قادریہ مجددیہ کی نسبت حاصل کرکے بسر گرمیٔ حلقہ و مراقبہ و افادہ نسبت بہت ممتاز ہیں۔
(لشۂ عرفان صـ۵۰)

(۸) حضرت شاہ محمد آفاق کی ولادت ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی سکونت دہلی میں تھی۔ آپ کی وفات ۷ محرم ۱۲۵۱ھ بروز چہار شنبہ بعد مغرب ہوئی۔ اور جمعرات کو منگلپورہ میں مسجد کے پیچھے جہاں حضرت قبلۂ عالم کو غسل دیا گیا تھا آپ مدفون ہوئے۔
(لشۂ عرفان صـ۵۱)

(۹) حضرت شاہ آفاق ہر روز اشراق کے بعد سلطان جی (مزار مبارک حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین اولیاء) میں جایا کرتے تھے۔
(اسرار محبت صـ۶۲)

(۱۰) حضرت اعظم علی شاہ صاحب، حضرت شاہ آفاق کے خلیفہ تھے۔ جب حضرت شاہ آفاقؒ ان کے مکان پر تشریف لے گئے تو آپ کے آنے کی خوشی میں انہوں نے اپنا پورا مکان خدا کی راہ میں لٹا دیا۔
(اسرار محبت صـ۶۷)

(۱۱) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا:
ایک روز حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین اولیاء کا تذکرہ تھا۔ ہمارے حضرت نے حضرت شاہ آفاق سے عرض کیا۔
"ہم تو آپ کو خود سلطان الاولیاء جانتے ہیں۔"

حضرت کے پیر بھائی خلیفہ اعظم علی بہت شوخ تھے۔
بولے:
"آپ کو ان سے کیا نسبت؟ انہوں نے پچاس ہزار مُچّوں اور شہدوں کو با خدا کر دیا تھا۔ اور ہم مدت سے خدمت میں رہتے ہیں۔ کبھی دل میں سوئی سی چبھ جاتی ہے۔"
اس پر دوسرے پیر بھائی میر عباس علی کو جوش پیدا ہوا۔
"اسی وقت پوری دہلی کے سب مرد، عورت مع اطفال اور پیٹ کے بچے وغیرہ، سب کو ولی کیے دیتا ہوں۔"
ان کا یہ ارادہ حکمتِ الٰہی کے خلاف تھا۔ اس لیے ان کی نسبت پردے میں مستور ہو گئی۔
(اسرار محبت صـ۶۷)

(۱۲) اعلیٰ حضرت شاہ محمد آفاق کے داماد حضرت میاں عزیز احمد صاحب، حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کو بھی اعلیٰ حضرت سے شرفِ اجازت حاصل ہے۔
(اسرار محبت صـ۷۰)

(۱۳) حضرت امام قاسم (حضرت صدیق اکبرؓ کے پوتے) فقہائے سبعہ مدینہ منورہ سے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نانا ہیں۔ آپ کا قول ہے:
(وَلَدَنِي أَبُوبَكْرٍ مَرَّتَيْنِ۔ ابو بکرؓ نے مجھ کو دو بار پیدا کیا۔)
یعنی از راہ نسب و از راہ طریقت۔
(گنجینۂ فقر صـ۷۳)

(۱۴) ترویج اسلام واجرائے شریعت جو محبوب صمدانی مجدد الف ثانیؒ سے ہوا وہ اظہر من الشمس ہے۔ آپ نے طریقت اور حقیقت کو شریعت کا خادم فرمایا ہے۔ یہ بھی شریعت کے تین جزو ہیں:

علم، عمل، اخلاص۔

اور اخلاص طریقۂ صوفیہ کے سلوک کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ فقہ میں آپ کا مذہب حنفی تھا۔ آپ نے بادشاہ کو سجدہ نہ کیا اور اس کے موافق باتیں نہیں کہیں لہذا انبیاء علیہم السلام کی سنت کے بموجب دو برس قید رہے۔ پھر بادشاہ نے بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ آپ کو رخصت کیا۔

(گنجینۂ فقر ص۷)

(۱۵) حضرت مجدد کے صاحبزادے حضرت خازن الرحمۃ اور حضرت ایشاں ہیں۔ آپ نے حضرت خازن الرحمۃ کو مقام خُلّت کی بشارت دی اور حضرت ایشاں کو قیومیت کا منصب عطا فرمایا۔ پھر اس منصب کی بشارت آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند کو دی۔ ان کے بعد حضرت قبلۂ عالم زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ منصب ملا۔

(گنجینۂ فقر ص۷)

(۱۶) حضرت خازن الرحمۃ کے خلیفہ ان کے صاحبزادے حضرت شاہ گل تھے۔ نیز حضرت شاہ گل نے اپنے چچا حضرت ایشاں سے بھی سلوک حاصل کیا تھا۔

حضرت شاہ گل کے خلیفہ شاہ گلشن تھے جو حضرت خواجہ ناصر عندلیب کے پیر صحبت تھے۔ حضرت خواجہ ناصر عندلیب کو حضرت امام حسن علیہ السلام

سے اہل بیت نبوی کی خاص نسبت حاصل ہوئی تھی۔

(گنجینۂ فقر ص۵)

(۱۷) حضرت شاہ غلام علی نے ذکر فرمایا:

ایک عارف نے اپنے استاد کی وفات کے بعد ان کے مزار پر باطنی توجہ کے ساتھ انوار ڈالنے شروع کئے۔ تاکہ استاد کا حق شاگردی ادا ہو۔

استاد مزار سے نکل آئے اور ڈانٹ کر فرمایا:

"تو جانتا ہے خدا کے قرب کی یہی راہ ہے جو تو نے حاصل کی ہے۔ میں جس راہ سے خدا کی بارگاہ کا مقرب ہوا ہوں تو اسے کیا جانے؟"

(گنجینۂ فقر ص۵)

(۱۸) حضرت سید آدم بنوریؒ صرف تین دن حضرت مجدد الف ثانی کی صحبت بابرکت میں رہ کر درجۂ کمال کو پہنچ گئے۔ اب اکابر کی اس تاثیر نسبت کی یادگار ہمارے حضرات ہیں۔

(گنجینۂ فقر ص۶)

(۱۹) بزرگان قادریہ کی نسبت اراکین سلطنت جیسی ہے جس کا ملک سے خاص تعلق ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرت غوث اعظمؒ کی روحانی مدد کے بغیر کوئی اس مقام تک نہیں پہنچتا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات کے آخر میں تحریر فرمایا ہے:

"میں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا نائب ہوں۔"

(گنجینۂ فقر ص۷)

(۲۰) حضرت میر علی شاہ اور حضرت اعظم علی شاہ دونوں بھائی تھے اور دونوں

حضرت محبوبِ خلاق شاہ محمد آفاق کے خلیفہ تھے۔ حضرت پیر علی شاہ نے مراقبہ کے بعد خاص کیفیت میں یہ فرمایا:

"یہ سب تفرج گاہ ہے۔ ناظر وہی اللہ ہے۔"

(گنجینۂ فقر ص۷۹)

(۲۱) حضرت پیر و مرشد نے ذکر فرمایا:

ایک بزرگ دہلی میں ایک مقام پر گزرے۔ ان کو انوار الٰہی کا نزول معلوم ہوا۔ وہ سمجھے شاید کسی بزرگ کا یہاں مزار ہے۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا، مزار نہیں ہے۔

ایک بوڑھے نے بیان کیا۔ ایک مولوی عبدالحق تھے یہاں کتاب بانچا کرتے تھے۔ یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ۔

(گنجینۂ فقر ص۹۲)

(۲۲) چار بزرگ حضرت قبلۂ عالم کے مشہور خلیفہ ہیں:

۱۔ حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیب

۲۔ حضرت شاہ قطب الدین

۳۔ حضرت خواجہ عبدالعدل

۴۔ حضرت خواجہ ضیاء اللہ

حضرت شاہ قطب الدین کے خلیفہ حضرت شاہ جمال قادری ہیں۔ حضرت شاہ جمال کے خلیفہ شاہ درگاہی تھے۔ حضرت شاہ عبدالعدل کے خلیفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند حضرت شاہ عبدالقادر تھے۔

حضرت شاہ ضیاء اللہ کے خلیفہ اعلیٰ حضرت شاہ آفاق تھے اور اعلیٰ حضرت کے خلیفہ ہمارے حضرت ہیں۔

(نسخۂ حکمت ص۸۵)

(۲۳) حضرت مجددِ الفِ ثانی کے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید تھے لیکن خلافت و اجازت ان کے صاحبزادے حضرت شیخ رکن الدین سے پائی۔ حضرت مجدد کے جدِ ششم امام رفیع الدین حضرت مخدوم جہانیاں کے خلیفہ تھے۔

(نسخۂ حکمت ص۸۵)

(۲۴) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا:

ایک طالب خدا سالہاسال سے سلطان جی میں ٹھہرے ہوئے تھے اور حضرت سلطان جی کی نظرِ عنایت کے طالب تھے۔ لیکن کچھ حاصل نہیں ہوتا تھا۔

کسی بزرگ نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے اپنا مقصد بتایا۔ فرمایا:

"سلطان جی اپنے معاملہ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کو تمہاری خبر بھی نہیں۔ تم ایک کام کرو۔ ڈھیر دو پیسوں کی کوڑیاں اور گھٹیاں یہاں بچوں کو بانٹو، ان کے شور و غل سے تم پر نظرِ عنایت ہو جائے گی۔"

انہوں نے ایسا ہی کیا اور برسوں کی محنت ایک دم میں وصول ہو گئی۔

(حسنِ معاملہ ص۹۳)

(۲۵) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا:

حضرت ایشاںؒ خواجہ محمد معصومؒ کے دسترخوان پر چار چار ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے اور حلقۂ ذکر چار چار ہزار آدمی کا ہوتا تھا اور ہر ایک کی حسبِ منشا کھانا پکتا تھا۔ (حسنِ معاملہ ص۹۳)

(۲۶) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا:

ایک بار حضرت مخفی زیب النساء بیگم دختر اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ جو حضرت ایشاں کی مرید تھیں، حضرت ایشاں کو ایک شمعدان زبرجد کا نذر کر گئیں۔ پھر جو آ کر دیکھا تو خانقاہ میں وہ شمعدان گرد آلود پڑا تھا۔ بہت افسوس کیا اور عرض کیا:

"یہ شمعدان زبرجد کا ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"ہوگا۔"

یہ بے پروائی دیکھ کر انہوں نے شمعدان کے عوض ایک لاکھ روپیہ نذر کیا۔

آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

"جا تیرا حشر خاتونِ جنت علیہما السلام کے ساتھ ہوگا۔"

سبحان اللہ! کیا بلند پایہ نسبت تھی۔

(حسن معاملہ صـ۹۴)

(۲۷) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا:

حضرت سیف الدین کا حلقہ چودہ سو آدمی کا ہوتا تھا۔ حلقے کے انتظام کے لیے ایک مرید کو یہ خدمت سپرد تھی کہ درمیانِ حلقہ جس کو کوئی بھی ضرورت پیش آتی اس کو وہ سلب کر لیتا تھا۔

(حسن معاملہ صـ۹۵)

(۲۸) حضرت نے فرمایا:

حضرت آدم بنوری حج کو جاتے تھے۔ بڑی مخلوق مرید ہونے کے لیے

جمع ہوئی۔ آپ نے عمامہ پھیلا دیا جو اس پر ہاتھ رکھ دے وہ ہی مرید ہے۔ جو مرید ہوا با نسبت ہو گیا۔

پھر حضرت نے فرمایا:

"میں نسبت اسے جانتا ہوں۔"

(حسن معاملہ صـ۹۰)

(۲۹) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا:

ایک بار حضرت خواجہ ضیاء اللہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت قبلۂ عالم کو خواب میں بہت روز سے نہیں دیکھا تھا اس کا تذکرہ حضرت مظہر جانِ جاناں سے کیا۔

مرزا صاحب نے فرمایا:

"آج دیکھو گے۔"

اسی شب حضرت خواجہ نے حضرت قبلۂ عالم کو خواب میں دیکھا۔ صبح کو مرزا صاحب کا شکریہ ادا کرنے گئے۔

(حسن معاملہ صـ۹۶)

(۳۰) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا:

حضرت خواجہ میر درد دہلوی حقہ پیتے تھے۔ ایک بار شاہ عبدالعزیز دہلوی نے آپ سے کہا:

"جو کوئی حقہ پیتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔"

آپ نے حقہ منگایا اور ایک کش لے کر اسی دم حضوری میں پہنچے۔ منہ سے دھواں نکل رہا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"آؤ درد! پاس بیٹھ جاؤ"
شاہ صاحب یہ کیفیت دیکھ کر قائل ہوئے اور حضرت قبلۂ عالم بھی کسی عذر سے حقہ پیتے تھے۔ کشمیر کا کیوڑہ پانی کے بجائے ڈالا جاتا تھا اور تمباکو مصری میں کوٹی جاتی تھی۔
(حسن معاملہ ص۹۶)

(۳۱) حضرت پیرومرشد نے فرمایا:
بادشاہ دہلی کو حضرت خواجہ ضیاء اللہ سے بہت اعتقاد تھا۔ اس نے آپ کی خدمت کرنا چاہی، منظور نہ فرمایا۔ اس کے اصرار سے ساٹھ روپیہ ماہوار قبول فرمائے۔ اتنا گذر کے لیے کافی ہے۔ لیکن آپ بڑے سخی تھے۔ دکانداروں کے قرض دار رہتے تھے۔ لوگوں کو قرض دے دیتے تھے۔ بادشاہ نے حکم دے دیا تھا کہ آپ سے کوئی قرض نہ مانگے، سب وہ خود ادا کرتا تھا۔
(حسن معاملہ ص۹۷)

(۳۲) حضرت نے فرمایا:
ایک بار حضرت شاہ آفاق نے حضرت مرزا صاحب سے فرمایا:
"آپ مریدوں کو کھڑا رکھتے ہیں۔ یہ سنت کے خلاف ہے"
مرزا صاحب نے فرمایا:
"صاحبزادے! میں ان کا نفس توڑتا ہوں"
آپ نے کہا:
"آخر سنت تو ہے!"

اس پر مرزا صاحب بہت خوش ہوئے۔
(حسن معاملہ ص۹۷)

(۳۳) حضرت نے فرمایا:
ہمارے ایک پیر بھائی تھے۔ ان کو بخار آیا۔ چند روز میں جاتا رہا۔ لیکن ان کی صورت اور کیفیت بیماری والی رہی۔ طبیب حیران ہو کر ان سے پوچھتے تھے۔
چند مہینے اسی طرح گذر گئے۔ طبیب نے جب بہت اصرار کیا تو کہا:
"کیا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کو تشریف لاتے ہیں اس لیے بیمار بنا رہتا ہوں"
(حسن معاملہ ص۹۸)

(۳۴) اعلیٰ حضرت کے دو مرید تھے۔ پنجگانہ نماز کعبہ شریف میں پڑھا کرتے تھے۔
(نقدِ وقت ص۱۱۲)

(۳۵) حضرت پیرومرشد نے فرمایا:
"حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی کعبہ میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ آپ کے ہمراہ وہ بھی کعبہ میں حاضر ہو۔
آپ نے فرمایا:
"یا حیی یا قیی پڑھتا ہوا ہمارے ساتھ چلا آ"
وہ آپ کے ہمراہ روانہ ہوا۔ سمندر میں اس کو خیال آیا کہ صحیح پڑھنا چاہیے۔
اس نے یا حیی یا قیوم پڑھا۔

بس فوراً ڈوبنے لگا۔

الغرض پھر اسی طرح پڑھتا ہوا آپ کے ہمراہ بسلامت پہنچ گیا۔ وہاں آپ سے اس کا سبب دریافت کیا۔

آپ نے فرمایا:

"تم نے زبان صاف کی اور میں نے منّی کو صاف کیا۔"

(نکات سلوک ص۱۱۵)

(۳۶) حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا:

"ہم نے جو کچھ پایا فضلِ الٰہی سے، آیات واحادیث پر عمل کرنے کی برکت سے اور صحابۂ کرامؓ کی اقتدا سے۔"

حضرت خواجہ احرار فرماتے تھے:

"ہم کو خدمت کے دروازے سے لائے ہیں۔"

حضرت مجدد نے فرمایا:

"ہم نے جو کچھ پایا بقدرِ اتباعِ سنت پایا۔"

بعض اکابر فرماتے ہیں:

"ہم نے جو کچھ پایا درود شریف کی بدولت اور صرف توجہ سے پایا۔"

حضرت مرزا صاحب نے فرمایا:

"فقیر نے جو کچھ پایا، پیرانِ کبار کی محبت کے غلبہ سے پایا۔"

(نغمۂ شہود ص۱۲۶)

(۳۷) حضرت نے فرمایا:

"میر نعمان اکبرآبادی اور حضرت میر ابوالعُلیٰ نسبت عالی رکھتے تھے۔"

(ساقی مُجذب ص۱۴۱)

(۳۸) حضرت پیرومرشد نے فرمایا:

"حضرت فرماتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب کے خلیفہ مولوی ثناء اللہ نسبت عالی رکھتے تھے۔"

(ساقی مُجذب ص۱۴۱)

(۳۹) حضرت پیرومرشد نے فرمایا:

رتیا شاہ سے کسی نے اپنا مطلب عرض کیا۔ فرمایا:

"یہ پڑھا کرو (بُکْمٌ عُمْیٌ چنتو وہمری اود)۔"

اس کا مطلب حاصل ہو گیا۔

(ساقی مُجذب ص۱۴۲)

(۴۰) حضرت خواجہ میر درد کو ایک فاقہ مہینہ بھر کا اور ایک پندرہ روز کا ہوا تھا۔

آپ فرماتے تھے:

"فقیر ڈیڑھ صد فاقے میں مشہور ہو گیا۔"

(علم نافع ص۱۴۳)

(۴۱) حضرت خواجہ میر درد کے مکان مبارک میں صحیح بخاری کے اجزاء باحتیاط رحلوں پر رکھے تھے۔ آپ مطالعہ فرمایا کرتے تھے۔ کسی نے "بخاری کا کوئی مسئلہ دیکھنا چاہا۔"

آپ نے فرمایا:

"مسئلہ اور کہیں جاکے دیکھو۔ فقیر کے ہاں تو صحیح بخاری فیض حاصل کرنے کے لیے رکھی ہوئی ہے۔"

(علم نافع ص۱۴۳)

(۴۲) حضرت خواجہ میر درد کی بابرکت خدمت میں شاہ عالم بادشاہ حاضر ہوا۔
کسی عارضہ کی وجہ سے مجلس کے دستور کے مطابق وہ نہ بیٹھ سکا۔
چار زانو بیٹھ گیا۔
آپ مراقب تھے۔ کسی مرید نے بادشاہ کو آگاہ کیا۔ ان کے پیچھے الماس
غلام کھڑا تھا۔ اس نے جواب دیا:
"عذر میں اس طرح نماز بھی جائز ہے۔"
آپ نے فرمایا:
"نماز میں جائز ہے، فقیر کے ہاں مستحب بھی نہیں!"
(علم نافع ص۱۴۳)

(۴۳) رباعی حضرت خواجہ میر درد کی:

بے لشکر و فوج بادشاہی کردیم
بر مسند فقر کبریائی کردیم
اے درد بدولت فقیری این جا
در کسوت بندگی خدائی کردیم

(لمعۂ نور ص۱۶۳)

(۴۴) حضرت نے فرمایا:
حضرت خواجہ میر درد کی نسبت حضرت مرزا صاحب سے بڑھ کر ہوئی
ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے۔
(لمعۂ نور ص۱۶۴)

(۴۵) جن بزرگ نے منکر نکیر سے مذاق کیا تھا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا:
وہ حضرت خواجہ ضیاء اللہ کے مرید تھے۔ حضرت پیر و مرشد سے

معلوم ہوا۔ ان کو استفادہ اعلیٰ حضرت شاہ محمد آفاق سے تھا۔
(لمعۂ نور ص۱۶۵)

(۴۶) حضرت خواجہ ضیاء اللہ کی وفات ۱۴ ربیع الاول کو ہوئی۔ مزار مبارک
سہرند (سرہند) شریف میں ہے۔
(لمعۂ نور ص۱۶۷)

(۴۷) حضرت نے فرمایا:
حضرت مخدوم جہانیاں بڑے بزرگ تھے۔ جس بزرگ کو سنتے تھے۔
ان کی ملاقات کو جاتے تھے اور فرمایا:
بعض اولیاء کو ایک نبی سے نسبت ہوتی ہے بعض کو دو سے اور بعض
کو زیادہ سے اور جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہوتی ہے
تو آپ کے معجزے اس سے کرامت ہو کر ظاہر ہوتے ہیں۔
(لمعۂ نور ص۱۶۸)

حضرت نے فرمایا:
حضرت مخدوم جہانیاں نے کعبہ کو نہ پایا۔ معلوم ہوا حضرت چراغ دہلی
کے طواف کو گیا ہے۔ پھر آپ کعبہ سے حضرت چراغ دہلی کی خدمت
میں آئے۔ حضرت چراغ دہلی کی نسبت بہت عالی تھی۔
(لمعۂ نور ص۱۶۸)

(۴۸) حضرت نے فرمایا:
شاہ ترکمان سہروردیہ بزرگ تھے۔
(وادیٔ الفت ص۱۸۱)

(۴۹) حضرت سید محمد مدنی شاہ صاحب حضرت قبلہ کے اجازت یافتہ

اور حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

"برائے صفائے قلب و زیارتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دفعِ بلا بعد عشاء ۷ بار (سات بار) درود تاج پڑھو"

(وادئ الفت صـ ۱۸۷)

(۵۰) دہلی کا بادشاہ حضرت مولانا فخر الدین چشتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دستور کے موافق آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔ پھر ادنیٰ و اعلیٰ جو بھی آیا سب کی تعظیم فرماتے رہے۔

بادشاہ وہاں سے رخصت ہو کر حضرت مرزا مظہر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنی عادت کے موافق کوئی تعظیم نہیں فرمائی اور جو کوئی بھی آیا، اس کی تعظیم نہیں فرمائی۔ پھر وہاں سے رخصت ہو کر حضرت شاہ ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اُسکی تعظیم فرمائی اُسکا وزیر آیا اُسکی تعظیم نہیں فرمائی۔ پھر شاہی چوبدار سامنے آیا۔ آپ نے اس کی تعظیم فرمائی۔

بادشاہ نے متعجب ہو کر سوال کیا:

اس اشکال کو حل فرمایئے اور ہر جگہ کا دیکھا حال بیان کیا۔

آپ نے فرمایا:

"حضرت فخر الدین چشتی مقام توحید وجودی میں ہیں لہٰذا سب میں جلوۂ یار ان کو نظر آتا ہے اور حضرت مرزا صاحب پر توحید شہودی کا غلبہ ہے لہٰذا عظمتِ الٰہی کے مشاہدہ کے سبب کسی کی تعظیم روا نہیں رکھتے اور فقیر نے ظاہر شریعت پر عمل کیا تم (اولو الامر) ہو تمہاری تعظیم لازم ہے اور یہ وزیر رافضی ہے لہٰذا تعظیم کے قابل نہیں اور تمہارا چوبدار قرآن کا حافظ ہے اس لیے میں نے اس کی تعظیم کی (عرصۂ ظہور صـ ۱۸۸)

(۵۱) حضرت میر صاحب علی صاحب حضرت قبلہ کے اجازت یافتہ قدیم ارادتمند ہیں۔

(شرابِ طہور صـ ۱۹۱)

(۵۲) حضرت قبلہ عالم کی مسجد کے عقب میں اعلیٰ حضرت شاہ محمد آفاق کا مزار ہے اور اس کے متصل حضرت کی اہلیہ صاحبہ کا مزار ہے اور ان مزارات کے بائیں حضرت خلیفہ اعظم علی شاہ صاحب کا مزار ہے۔

(شرابِ طہور صـ ۱۹۲)

(۵۳) حضرت خواجہ محمد پارسا اپنے رسالہ قدسیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"احیائے اموات کی کرامت جب اولیاء اللہ سے ہوتی ہے اس وقت وہ عیسوی المشرب ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا اولیاء میں ہر نسبت کا دور اس زمانہ کے اعتبار سے ہوتا ہے؟"

(صحیفۂ راز صـ ۱۹۷)

(۵۴) حضرت قبلۂ عالم خواجہ محمد زبیر کے خلیفہ حضرت شاہ قطب الدین نے اپنی تصنیف (ذھب الزبیر) کے آخر میں اپنے خلیفہ حافظ جمال اللہ کو ہدایت فرمائی ہے کہ اس تصنیف کو میرے بھائی خواجہ ضیاء اللہ کے پاس لے جا کر ان سے اجازت حاصل کرو۔

(صحیفۂ راز صـ ۱۹۸)

(۵۵) حضرت نے فرمایا:

"حضرت سلطان جی سے قبر میں سوال ہوا کہ نکاح کیوں نہیں کیا؟

اسی اثنا میں حضرت گنج شکر تشریف لائے اور فرمایا:

"ہمارے حکم سے نہیں کیا؟

(فیض و برکت صـ ۲۱۹)

(۵۶) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت باقی باللہ کے استقبال میں تشریف لائے۔ نماز مغرب کے وقت بچوں نے یہ کھیل شروع کیا کہ پرانے جوتے نیچے رکھو اور نئے اوپر رکھو۔

مجدد صاحبؒ کے صاحبزادے نے فرمایا:

"دوزخیوں کے جوتے نیچے رکھے جائیں اور بہشتیوں کے اوپر۔"

حضرت مجدد الف ثانی نے خادم سے کہا:

"دو پیسے کی روٹی اور کباب بازار سے لا کر اس کو کھلا دو۔"

اس نے کھایا اس کا کشف بند ہو گیا۔

(کمالاتِ رحمانی ص۱۰)

(۵۷) ایک بار ایک مجذوب صاحب گنج مراد آباد میں آئے حضرت نے ان کی خاطر کر کے مقبرہ میں اتارا۔ بار بار حضرت کچھ کھانے کی چیز اور پہننے کو کپڑا لایا کرتے تھے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر میں آ کر پوچھا کرتے تھے۔

احمد میاں صاحب کو ناگوار تھا۔ ہم (تجمل حسین) سے کہا اس کو نکالو اور تنگ کرو۔

شب کو ۲ بجے ہم نے مجذوب صاحب سے چھیڑ خانی شروع کی۔ مجذوب صاحب کو ناگوار ہوا۔ فرمایا:

"اچھا گاؤ!"

ہم ہوش ہی میں نہیں رہے۔ ہم ہیں یا نہیں اور کس کے سامنے ہیں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا:

"کون شور کرتا ہے؟"

خادموں نے کہا:

"آپ کے مولوی تجمل حسین صاحب ہیں اور مجذوب ہیں۔"

(کمالات رحمانی ص۱۱)

(۵۸) گنج مراد آباد کئی مرتبہ حضرت حاجی سید وارث علی شاہ ساکن دیوی ضلع بارہ بنکی آئے۔ ان کے ساتھ ڈیڑھ سو (۱۵۰) آدمی بھی لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے گنج مراد آباد میں داخل ہوئے۔ سب کے سب پا پیادہ گویا احرام باندھے ہوئے تھے۔

(کمالاتِ رحمانی ص۱۱)

(۵۹) مولوی محمد عارف صاحب فرماتے تھے:

ایک بار کسی معتبر شخص کے ہاتھ حاجی صاحب کا سلام علیک حضرت قبلہ کی خدمت میں پہنچا۔

آپ نے سلام کا جواب دیا اور بہت توجہ سے دریافت کیا:

"کیا حاجی صاحب اچھے ہیں؟"

انہوں نے کہا:

"اچھے ہیں۔"

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں جناب حاجی وارث علی شاہ کی شکایت آئی کہ خلافِ شرع ہیں۔

فرمایا:

"میاں کسی کو برا نہ سمجھو۔ ایک کافر مگر باطن میں مسلمان تھا۔ ہم کو خواب میں دکھلایا۔ میں خوش ہوں۔ نہیں معلوم کون کس حالت میں رہتا ہے۔ رنڈیاں تو مجھ سے بھی مرید ہوئیں مگر بسر اوقات حلال خرچے پر کرتی

ہیں"

کسی نے کہا:

"حاجی صاحب کی مرید رنڈیاں تو اب تک ناچ کرتی ہیں"۔

فرمایا:

"حرام کرتی ہیں۔ حاجی صاحب نے مرید کر لیا، اس کا ثواب ان کو ہوگا، اور رنڈیوں نے توبہ کے بعد گناہ کیا تو سزا پائیں گی"۔

ایک مرتبہ حاجی صاحب مراد آباد تشریف لائے۔ مولانا عبدالغنی صاحب فرماتے ہیں میں وہاں حاضر تھا۔ حضرت مولانا گنج مراد آبادی نے ان سے فرمایا:

"سُنا ہے تم نے خدا کی نماز چھوڑ دی ہے"۔

شاہ صاحب نے فرمایا:

"جی نہیں، پڑھتا ہوں"۔

پھر حاجی صاحب نے مسجد میں وضو کیا۔ اس وقت حضرت قبلہ امام ہوئے اور حاجی صاحب نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔

(کمالاتِ رحمانی ص۱۱۱)

(۶۰) مولوی ہدایت اللہ حاجی وارث علی شاہ صاحب کے خاص مریدوں میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ایک بار ہم حاجی صاحب موصوف کے ہمراہ مراد آباد حضرت مولانا فضل رحمٰن قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے۔ حاجی صاحب نے دیہاتی زبان میں عرض کیا:

"(ہم سنتے ہیں کسی نے آپ سے کہا ہے وارث علی نماز نہیں پڑھتا ہے،

سو غلط ہے ہم نماز پڑھتے ہیں"۔

آپ نے فرمایا:

"وضو کیجیے"۔

حاجی صاحب نے وضو کیا اور حضرت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی۔ ہاں ایک نئی بات یہ ہوئی کہ مولانا صاحب اور حاجی صاحب میں تخلیہ میں باتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ نماز ظہر میں تاخیر ہوگئی۔ حالانکہ حضرت قبلہ کی عادت تھی کہ جملہ نمازوں کو اول وقت میں پڑھتے تھے۔

(کمالاتِ رحمانی ص۱۱۱)

(۶۱) صحبت کا اتنا بڑا اثر ہے کہ ایک بار شیخ المشائخ مرزا مظہر جانِ جاناں کے مرشد نے فرمایا کہ:

"بوئے شراب از دہن شما می آید"

ترجمہ: شراب کی بو تمہارے منہ سے آ رہی ہے۔

"شاید براہ از شراب خوار ملاقات کردہ باشد"

ترجمہ: شاید راستہ میں شراب خور کی ملاقات ہوگئی ہوگی۔

اور دوسری مرتبہ فرمایا:

"بوئے زنا از بدن شما می آید شاید براہ نگاہ بر غیر محرم رفتہ باشد"

ترجمہ: زنا کی بو تمہارے بدن سے آ رہی ہے۔ شاید راستہ میں غیر محرم پہ نگاہ پڑ گئی ہے۔

(کمالاتِ رحمانی ص۱۲۳)

(۶۲) اعلیٰ حضرت شاہ محمد آفاق ہمیشہ شہر میں رہتے تھے۔ آپ کا مسکان علاقہ تھانہ ترکمان محلہ محمد امیر اللہ بن خان میں تھا۔ آپ کی توجہ کے چار

طریقے تھے:

۱۔ نظری۔

۲۔ لسانی۔

۳۔ قلبی۔

۴۔ روحی۔

آپ غائبانہ بھی ہزارہا کوس تک فیض پہنچاتے تھے۔ حلقہ کرکے توجہ دینا حضرت شاہ غلام علی صاحب کا طریقہ تھا۔

(۶۳) حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد سید نور محمد بدایونی کی مجلس میں ایک شخص نے کہا:

"میں نے (خواب میں) کنہیا کو آگ میں جلتے دیکھا۔ جن کو کرشن کہتے ہیں اور رام لچھمن کو آگ کے کنارے دیکھا۔"

علماءِ مجلس نے خواب کی جو تعبیر بیان کی حضرت شاہ بدایونی کو پسند نہیں آئی۔ آپ نے مرزا صاحب سے پوچھا۔

مرزا صاحب نے فرمایا:

"کنہیا میں جذب تھا۔ اس لیے وہ آتشِ عشق میں تھے اور رام میں سلوک تھا اس لیے وہ آگ کے کنارے پر تھے۔"

(کمالات رحمانی ص ۱۷۱) از مؤلف۔

(غرض یہ ہے کہ یہ سب اہلِ حق تھے مگر ان کا دین منسوخ ہو چکا ہے)

(۶۴) ہمارے حضرت فرماتے تھے،

ہمارے حضرت شاہ آفاق دس ہزار مرتبہ درود شریف اور پچاس ہزار مرتبہ کلمہ پڑھتے تھے اور قرآن مجید کے دس پارے تہجد میں

پڑھنے کا معمول تھا اور کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا۔ دس پارے اتنی دیر میں پڑھتے تھے کہ انجان سمجھے کہ ایک پارہ پڑھا ہوگا۔ اور پانچوں وقت صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے۔

(ارشاد رحمانی ص ۳۶ ۔ تذکرہ ص ۲۳)

(۶۵) حضرت خواجہ ضیاء اللہؒ آخر شب میں گریہ و زاری فرماتے تھے اور لوگوں کو بیدار ہونے کی تنبیہ فرماتے تھے:

"تمہارا محبوب بیدار ہے، تمہاری طرف متوجہ ہے اور تم غافل ہو تم دعوئ محبت میں جھوٹے ہو۔"

(دُرۃ المعارف ۔ تذکرہ ص ۲۴)

(۶۶) حضرت خواجہ محمد زبیرؒ نے اپنے جدِ نامدار حضرت خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی اور انہیں سے تکمیلِ سلوک کی اور بشارتوں سے سرفراز ہوئے۔ آپ صلوٰۃ اوّابین میں دس پارے قرآن مجید کے پڑھتے تھے۔ اس کے بعد مردوں کا حلقہ ہوتا تھا اور آپ توجہ دیتے تھے۔ پھر دولت خانہ تشریف لے جاکر عورتوں کا حلقہ کرتے تھے اور آدھی رات کو چند گھڑی آرام فرماکر تہجد کے لیے اٹھ بیٹھتے تھے اور تہجد کی نماز میں چالیس۴۰ یا ساٹھ۶۰ مرتبہ سورہ لیٰسین پڑھتے تھے اس کے بعد چاشت کے وقت تک مراقب رہتے تھے۔ پھر مردوں کا حلقہ ہوتا تھا اور آپ توجہ دیتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر قیلولہ فرماکر قرأۃ طویل کے ساتھ چار گھڑی میں نماز فی الزوال پڑھتے تھے۔ پھر ختم خواجگان پڑھ کر ظہر کی نماز ادا کرتے تھے۔ بعد اس کے قرآن مجید کی تلاوت

کر کے کھانا نوش کرتے تھے۔ رات دن میں یہی وقت حضرت کے کھانے کا تھا۔ عصر کے بعد مشکوٰۃ شریف یا مکتوبات امام ربانیؒ (حضرت مجدد صاحب) کا درس فرماتے تھے۔

(درۃ المعارف ملفوظات حضرت شاہ غلام علیؒ۔ تذکرہ صـ٢٤-٢٥)

جب آپ مکان سے مسجد تشریف لاتے تھے تو امراء اپنے دوشالے اور پگڑیاں مکان سے مسجد تک بچھا دیتے تھے تا کہ قدم مبارک زمین پر نہ پڑے۔ اور اگر کسی مریض کی عیادت یا دعوت میں جانے کے لیے سوار ہوتے تو بادشاہوں کے مثل آپ کی سواری جاتی تھی۔

(درۃ المعارف ملفوظات حضرت شاہ غلام علیؒ و تذکرہ صـ٢٤-٢٥)

ایک روز دہلی کی جامع مسجد کے نیچے سے آپ کی سواری نکلی۔ حضرت شاہ گلشن (جو سلسلۂ مجددیہ کے خلفاء و کاملین میں سے تھے) نے دیکھا کہ ایک شخص پالکی میں سوار ہے اور بہت سی پالکیاں اس کے پیچھے چلی جاتی ہیں اور مجمع کثیر ان پالکیوں کے ہمراہ ہے اور انوار الٰہی اس پالکی کے اس طرح محیط ہیں کہ پالکی سے لے کر آسمان تک نور تاباں کا ایک تختہ معلوم ہوتا ہے اور تمام گلی نور سے بھر گئی ہے۔

حضرت شاہ گلشن نے اپنے سر سے پرانی کملی اتار کر ڈال دی اور اپنے مریدوں سے فرمایا:

"اس میں آگ دے دو۔"

انہوں نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے؟

فرمایا:

"اس امیر کی سواری پر ایک ایسا نور ہے کہ میں نے کبھی اپنی کملی میں مشاہدہ نہیں کیا۔ باوجودیکہ تیس برس اس کملی میں ریاضت سے گذارے ہیں۔"

کسی نے عرض کیا:

"یہ سواری حضرت محمد زبیرؓ کی ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"الحمد للہ کہ ہمارے پیرزادے ہیں۔ ہماری آبرو باقی رہی۔"

اور پھر اپنے مریدوں کو خدمت میں حضرت قبلۂ عالم کے بھیجا۔ اور فرمایا:

"جس جا حضرت تشریف رکھتے ہوں، ہم کو مرید کرنا جائز نہیں۔"

(ارشاد رحمانی صـ٢٨۔ تذکرہ صـ٢٥)

(٦٧) حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبند ثانی حضرت خواجہ محمد معصومؒ ایشاں کے فرزند سعید اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پوتے ہیں۔ اپنے والد مکرم سے فیض یاب ہو کر سلوک و معرفت میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم نے آپ کو اپنا جانشین و خلیفہ بنایا اور ان کی وفات کے بعد آپ ارشاد و تلقین میں ہمہ تن معروف ہو گئے۔

(تذکرہ صـ٢٦)

(٦٨) حضرت خواجہ محمد معصوم حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ارشد آپ کے جانشین و یادگار اور آپ کے علوم و معارف کے شارح ہیں آپ کے فیضِ تربیت ہی کا نتیجہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے دینی جذبات اور اصلاحات کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس نے آپ سے بیعت کی اور آپ کے صاحبزادے خواجہ سیف الدین سے سلوک کی تکمیل کی۔

(تذکرہ صـ٢٧)

(۶۹) اس سلسلۃ الذھب کا اختتام اس ذاتِ گرامی پر ہوتا ہے جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے لقب سے مشہور رہیں۔ آپ کا شمار اکابر اُمتِ محمدیہ اور آئمۂ مجددین میں ہے۔

یہ مختصر رسالہ آپ کے (کمالات کے) تذکرہ کا متحمل نہیں رکھتا۔ ناظرین اس کے لیے تاریخ دعوت و عزیمت کے چوتھے حصہ کا انتظار فرمائیں۔

(تذکرہ ص۲۷)

(۷۰) ہمارے حضرت قبلہ نے فرمایا:

"ہم کو لڑکپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی زیارت ہوا کرتی تھی۔"

(اسرار محبت ص۲۲ و تذکرہ ص۲۹)

(۷۱) حضرت قبلہ نے فرمایا:

"ہماری عمر ۱۱-۱۲ سال کی ہوگی کہ والد رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا۔ جو کچھ سرمایہ تھا وہ وقتاً فوقتاً خرچ ہوگیا تھا کہ سخت قحط پڑا۔ ہماری والدہ ماجدہ نے جو بہت بڑی زاہدہ اور متوکل تھیں۔ جب تک قحط رہا، مکان کا دروازہ بند رکھا اور جو درخت گھر میں تھے ان کے پتوں کو اُبال کر کھالیتیں اور کسی کو اپنے حال سے مطلع نہ ہونے دیتیں حالانکہ یگانے اور دوست ایسے تھے کہ مدد کرتے مگر یہ گوارا نہ تھا۔

(انوار العیون۔ مؤلفہ مولوی حسام الدین صاحب فضلی ص۱۹۰۔ تذکرہ ص۳۰)

(۷۲) ہمارے حضرت قبلہ نے فرمایا:

"جب ہم حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کا شہرہ سن کر لکھنؤ سے چلے تو ہمارے پاس تھوڑے پیسے تھے۔ راہ میں پیسے دو پیسے کے دانے لے کر کھا لیتے۔ ہم کہیں نہیں ٹھہرے۔ صرف اپنی ایک بہن کے یہاں کہ عرصہ سے ان کو دیکھا نہیں تھا، ایک شب ٹھہر گئے تھے۔

پھر راہ میں ایک شخص ملے اور ہم سے کہا کہ:

"آپ شاہ صاحب کے پاس جاتے ہیں۔ دو روپیہ لیتے جائیے۔ ان کو دے دیجئے گا۔"

ہم نے کہا:

"اس شرط پر لیے جاتے ہیں کہ راہ میں ہم کو ضرورت ہوگی تو ہم صرف کرلیں گے۔"

پھر ایک جگہ پہنچے۔ وہاں کے لوگوں کو کچھ حاجت تھی۔ ہم نے دعا کی۔ ان کی حاجت بر آئی۔ انہوں نے کچھ روپے دیئے۔ ہم بآرام دہلی پہنچ گئے۔

(انوار العیون مؤلفہ مولوی حسام الدین صاحب فضلی ص۱۹۲)

(۷۳) حضرت قبلہ نے فرمایا:

احمد میاں کی والدہ سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے چچا نے تمہارا عقد ایک فقیر مفلس سے کرنا چاہا ہے۔ وہ بھی مکدر ہوئیں۔ مگر چچا نے سمجھا کر عقد کر دیا۔ چونکہ مراد آباد کے زمین دار اور رئیس آپ کے سسرالی لوگ تھے۔ اس لیے وہ آپ کو حقیر سمجھتے رہے۔ اس وقت ایسی غربت پیش آئی کہ مہینوں اروی اُبال کر کھاتے تھے مگر نوکر کا پیشہ نہیں کرتے تھے۔

(فضل رحمانی ص۲۷، ۲۸)

(۷۴) گنج مراد آباد کی مسجد حضرت کے تصرف میں آئی اور آپ کے دشمن تباہ ہو گئے۔ آپ نے مدتوں اس میں بسر کی۔ آپ کے استعمال کے لیے صحن کے کنوئیں کو جو کھاری تھا، خدا نے میٹھا کر دیا۔ ایک مدت تک یہ مسجد شکستہ و بے مرمت رہی۔ پھر نواب صدیق حسن خاں صاحب نے مبلغ دو ہزار روپیہ مسجد شریف کی درستگی اور مرمت کے لیے بھیجا۔

(فضل رحمانی ص۳۰)

(۷۵) ہمارے حضرت لمبا انگرکھا اور بڑا خالطہ کا پائجامہ اور دو پلی ٹوپی پہنتے تھے۔ دھوبی کے یہاں سے جب کپڑا آتا تو آپ اس کو پھر پاک کرتے اور سکھا کر پہنتے تھے۔

(کمالات رحمانی ص۱۱)

(۷۶) مٹی کے برتن میں ہمیشہ آپ کھاتے تھے اور بوریئے پر بیٹھتے تھے۔ عشاءؑ کی نماز بہت ہی سویرے ہوتی تھی۔ نماز پڑھ کر لیٹ جاتے تھے اور پھر کلام نہیں کرتے تھے۔

(فضل رحمانی ص۳۵)

(۷۷) جب آپ ایک بجے رات بیدار ہوتے تھے تو پوچھتے تھے اس وقت کتنی رات ہے اور کسی کے پاس گھڑی ہے۔

اگر سب نے کہا۔

"نہیں ہے"

تو آپ بہت خفا ہوتے تھے کہ نمازی ہو کر گھڑی نہیں رکھتے۔

میں نے (تجمل حسین) عرض کیا:

"حضور! میرے پاس گھڑی ہے۔ وقت دیکھتا ہوں۔"

پھر خود فرماتے تھے،

"میں وقت کہہ دوں؟"

ہم عرض کرتے،

"فرمائیے!"

آپ ٹھیک وہی وقت فرماتے تھے جو گھڑی میں ہوتا تھا۔

پھر آپ معمولی وظیفہ پڑھ کر بیٹھتے تھے۔ اس وقت پورے دن کی بہ نسبت بہت خوش رہتے تھے، اور ہم لوگوں کو فرماتے کہ اس وقت جاگا کرو اور استغفار پڑھو۔ اس وقت کے جاگنے میں بڑی فضیلت ہے۔

(فضل رحمانی۔ جلد دوم ص۳۷)

(۷۸) طلوع آفتاب اور کبھی اس سے پہلے مسافران مسجد رخصت کیے جاتے تھے۔ بعض چاہتے تھے کہ میں دو چار روز ٹھہروں۔

آپ فرماتے تھے،

"اگر میں دو دن سب مسافروں کو روک رکھوں تو یہاں جگہ نہ ملے۔"

آخر زمانے میں یہ کثرت ہوئی کہ دس دن اور بیس دن کی راہ سے لوگ آتے تھے اور فوراً رخصت کر دیے جاتے تھے۔ (از مؤلف) یعنی نگاہ پڑتے ہی ان کا مطلب حل ہو جاتا تھا۔

(فضل رحمانی۔ جلد دوم ص۳۸)

(۷۹) ایک مرتبہ سات آٹھ رئیس ہمارے (تجمل حسین) ساتھ گئے۔

ارشاد ہوا،

"شمار کرو، مسجد میں کتنے آدمی ٹھہرے ہیں؟"

عرض کیا:

"ڈیڑھ سو آدمی اس وقت موجود ہیں۔"

حالانکہ بہت سے آدمی رخصت کر دیئے گئے تھے۔

ارشاد ہوا:

"تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟"

عرض کیا:

"آٹھ آدمی ہیں۔"

فرمایا:

"اب ان کو رخصت کر دو۔"

ہم نے عرض کیا:

"ہمارے نانا چودھری نصرت علی صاحب رئیس سندیلہ کے ساتھ ساٹھ آدمی ہیں۔ ان کے ساتھ کئی پالکیاں ہیں جن میں وہ خود اور ان کے صاحبزادے اور بہت سی عورتیں اور رتھ اور گھوڑے ہیں اور شاید ہاتھی بھی ساتھ تھا۔ اور سات آٹھ سپاہی اور خدمت گار پیچھے بھی تھے۔"

ارشاد ہوا:

"ان کو بھی کہو کہ جائیں۔ چونکہ وہ علیل ہو گئے تھے۔ اس لئے حضرت احمد میاں صاحب نے ان کو اپنا مہمان بنا لیا۔"

(فضل رحمانی - صـ۳۹)

(۸۰) حضرت اپنی علالت سے پہلے مسافروں کو دروازۂ مسجد تک پہنچانے آتے تھے اور بعض بزرگان دین کو بستی کے باہر تک بھی پہنچانے جاتے تھے۔ بوقتِ رخصت جو چیز آپ کے پاس موجود ہوتی تھی۔ جیسے

کپڑا یا برتن یا کھانے کی چیز، مسافروں کو دیتے تھے۔ کسی کو چلتے وقت لوٹا اور دری عنایت فرماتے تھے اور جس کے پاس راستے کا خرچ نہیں ہوتا تھا، آپ زادِ راہ اس کو اپنے پاس سے دیتے تھے اور جو لوگ محض طلبِ خدا میں آتے تھے۔ ان کو آپ اپنی زبان سے جلد چلے جانے کو نہیں فرماتے تھے۔

(فضل رحمانی - صـ۲۱)

(۸۱) حضرت نے فرمایا:

بعض مرتبہ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ قریب تھا کہ دم نکل جائے مگر ہمارے حضرت شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ صاحب پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اللہ کے فضل سے بچ گئے

(ارشادِ رحمانی صـ۵۱)

باب چہارم

کرامات

(۱) مؤلف کے پیرو مرشد حضرت مولانا سید بدر علی شاہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک مادر زاد نابینا حضرت گنج مراد آبادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں بھی خدمت میں موجود تھا۔

حضرت قبلہ نے اس سے فرمایا:

"تم کو کہیں کھٹہ بھی نہیں ملتا جو تم اپنی آنکھوں میں لگا دیتے"

اس نے عرض کیا:

"وہ کھٹہ مجھے میسر نہیں۔ آپ ہی لگا دیجئے"

حضرت نے کھٹہ منگوایا۔ حضرت احمد میاں کھٹہ لے کر حاضر خدمت ہوئے حضرت قبلہ نے اپنے ہاتھ سے اس کی دونوں آنکھوں میں لگا دیا۔ دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں اور وہ خوش و خرم اپنے گھر واپس گیا۔

(۲) مؤلف کے پیرو مرشد حضرت مولانا سید بدر علی شاہ رحمۃ اللہ کو تپ دق ہو گئی تھی اور بالکل تیسرے درجے میں پہنچ گئی تھی جو لاعلاج

سمجھی جاتی تھی۔ پورا جسم ضعفِ شدید سے ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ آپ کی والدہ وقتِ آخر کی منتظر تھیں کہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رضی اللہ عنہ سیاحی فرماتے ہوئے پہنچ گئے۔ آپ کا قیام جائس سے قریب موضع موی میں اپنے نانا کے مزار کے متصل مکان میں تھا۔

آپ کی والدہ نے عرض کیا:

"حضرت! شہر میں قیام فرمائیں۔ یہاں میری حالت بڑی بے بسی کی ہے"

فرمایا:

"میں اسی غرض سے آیا ہوں۔ تمہارا لڑکا صحت یاب ہو کر عرصۂ دراز تک زندہ رہے گا"

غرض آپ صحت یاب ہو کر حضرت گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے اور تحصیلِ علم کے لئے قاہرہ (مصر) جانے کی اجازت طلب کی۔

حضرتؒ مولانا نے فرمایا:

"جاؤ! لیکن جیسے جاتے ہو ویسے ہی واپس آجانا"

آپ نے فرمایا ہے۔ حضرتؒ مولانا کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ وہاں شادی نہ کر لینا۔

چنانچہ آپ قاہرہ تشریف لے گئے اور ۱۷ (سترہ) سال کے بعد جامعہ ازہر سے فارغ ہو کر ۱۸۷۹ء میں واپس ہوئے۔ اسی سال نہر سویز کھودی گئی تھی۔

(ضیاء البدر صفحہ ۹۴)

(۳) مولانا تجمل حسین صاحب دسنوی شیخ الحدیث فرماتے ہیں:

مجھ کو اس احاطۂ مسجد میں جہاں حضرت قبلہؒ کا قیام تھا قدم رکھتے ہی خدا یاد آجاتا تھا۔

(کمالات رحمانی ص۲۳)

(۴) مولانا تجمل حسین صاحب فرماتے ہیں:

شروع زمانے میں جب پیرانی صاحبہ والدہ حضرت احمد میاں زندہ تھیں اور کھانا پکانے والی تہجد گذار تھیں۔ کھانا کھاتے ہی قلب میں انوار آجاتے تھے۔

(کمالات رحمانی ص۲۵)

(۵) حضرت قبلہ حکام سے نوکری کی سفارش کر دیتے تھے۔ آپ نے ایک پٹھان کو پیادہ گیری میں لینے کے لئے بٹھور کے تحصیل دار کو جو ہندو تھا اور نیا آیا تھا۔ لکھ دیا۔

اس نے آپ کا خط پھینک دیا۔ سر رشتہ دار نے بہت سمجھایا۔ تمام حکام ان کا حکم مانتے ہیں۔ انگریز حکام بالا ان کی خدمت میں حاضری دیتے ہیں۔ وہ نہیں مانا۔

پٹھان آپ کی خدمت میں واپس آیا اور حال بتایا۔

آپ نے فرمایا:

"تم یہاں ٹھہرو۔"

دوسرے دن اس تحصیل دار کو معطل کر دیا گیا تھا۔ وہ بڑی حیرت میں تھا کہ کوئی قصور نہیں ہوا اور حکم معطلی کا ہو گیا۔

سر رشتہ دار نے کہا کہ چلئے حضرت قبلہ سے معافی مانگئے۔

چنانچہ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ سے معافی مانگی۔ پٹھان بلایا گیا۔ آپ نے پوچھا:

"اسی بے ایمان نے خط پھینک دیا تھا؟"

آپ نے تحصیلدار کو معاف کیا اور فرمایا:

"ڈپٹی کمشنر کانپور کے وہاں جاؤ۔"

وہ گیا۔

ڈپٹی کمشنر نے کہا:

"میں نے حکم نہیں لکھا لیکن دستخط ضرور میرے ہیں۔ بہر حال معافی؟"

اور پٹھان کو نوکری مل گئی۔

(کمالات رحمانی۔ ص۲۷)

(۶) مولانا محمد ابراہیم ساکن آرا غیر مقلد عالم تھے۔ حضرت قبلہ کے فیض صحبت میں صوفی المشرب ہو گئے۔

حضرت قبلہ کی جس پر نگاہ پڑی، وہ کامل ہو گیا۔

وہ فرماتے تھے:

ہمارے طریقہ و شرف سے ہندوستان میں بہت فتنہ ہوا۔ انہوں نے حضرت مولانا مونگیریؒ سے کہا:

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں خواب میں میری حاضری ہوئی اور مجلس مبارک میں امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی تشریف فرما تھے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ:

"تم ان سے یعنی امام ابوحنیفہؒ سے بدظن ہو قصور معاف کراؤ۔"

میں نے امامؒ صاحب کے قدموں میں گر کر قصور معاف کرایا۔"

(کمالات رحمانی۔ ص۳۲)

(۷) ہندوستان کے مشہور شیخ الحدیث مولانا احمد علی محدث سہارنپوری حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔

حضرت قبلہ بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں بخاری شریف کو پیش کیا۔ آپ نے فوراً دیکھتے ہی بطور کرامت ورق الٹتے گئے اور غلطی بتاتے گئے۔

چنانچہ مولانا موصوف نے سہارنپور پہنچ کر غلط نامہ چھاپ کر تیار کر دیا۔

(کمالات رحمانی ص۶۱)

(۸) حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری فرماتے ہیں:

جب حضرت قبلہ نے مجھے مرید کیا تو خادم سے فرمایا کہ:

"اندر سے جو کچھ ہو لاؤ۔"

اس وقت اندر کچھ موجود نہ تھا۔ تھوڑے چنے آگئے۔ مجھ کو دیئے اور فرمایا:

"یہ ہم نے تم کو دنیا دی کھانے کو۔"

پھر ایک پان منگا کر عنایت فرمایا اور کہا:

"یہ پان ہے عرفان کا۔"

حضرت قبلہ کی کرامت کا یہ فیض ہے کہ آپ کے اہل وعیال بھی کثیر ہیں اور روزانہ آپ کے یہاں مہمانوں کی کثرت رہتی ہے۔ سب عمدہ کھانا کھاتے ہیں۔

آپ کا کھانا امیرانہ تھا۔ ایک مرتبہ ایک رئیس آئے اور دیکھا کہ کثیر

لالٹینوں میں تیل بھرا جا رہا ہے۔

کہنے لگے:

"خدا جانے کتنے کمرے ہیں؟"

ایک بڑے نواب کی شان کی آپ کی زندگی ہے۔ عمارت، باغ اور اس کے کثیر ملازموں کو دیکھ کر لوگوں کو حسد ہوتا ہے اور سب کی عقل حیران ہے کہ عمارت کا کارخانہ اتنا بڑا ہے جو کسی امیر کا بھی نہیں ہے۔

(کمالات رحمانی ص۶۲ و حسن معاملہ ص۱۰)

(۹) علی گڑھ کے نامی گرامی مفتی عبداللطیف صاحب فرماتے ہیں:

حضرت قبلہ نے فرمایا ایک ماما ہماری مر گئی اس کے بارے میں یہ تذبذب رہا کہ بخشش گئی یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ اچھی ہے۔

(کمالات رحمانی ص۶۲)

(۱۰) حضرت قبلہ نے جناب احمد میاں کی والدہ کا ذکر فرمایا کہ وہ ایسی بزرگ تھیں کہ گھر میں ہم دونوں بیٹھے تھے۔ پورے مکان میں خوشبو پھیل گئی اور آنکھوں سے بیداری میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ ایک بزرگ عورت تھیں۔ پچاس برس ہمارا ان کا ساتھ رہا۔ اس موقع پر راقم الحروف (حضرت مولانا تجمل حسین) کے دل میں کچھ وسوسہ آیا۔

آپ کو کشف سے معلوم ہوا۔ بڑے جلال میں آ کر فرمایا کہ:

"بعض باتیں کہنے کی نہیں ہوتی ہیں۔ کسی سے کہنا نہیں۔"

یہ جملہ فرما کر ارشاد فرمایا:

"درود شریف کی کثرت وہ چیز ہے کہ جنابت کی حالت میں ہم نے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔"

(کمالات رحمانی صـ۸۵)

(۱۱) ایک بار ارشاد ہوا:

"اب فرنگیوں نے منی آرڈر جاری کئے ہیں پہلے یہ سب نہیں تھے مگر ہاں! ہمارے پیرو مرشد حضرت شاہ آفاق رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ لاؤ میاں فضل الرحمٰن! تمہاری والدہ کو روپیہ پہنچادیں۔ تین یا پانچ روپے آپ نے اپنی کرامت سے ظہر کے وقت والدہ صاحبہ کے پاس پہنچا دیئے۔ اور آواز دی کہ فلاں شخص نے یہ روپیہ دیا ہے۔ حالانکہ آپ مسجد ہی میں موجود تھے۔

(کمالات رحمانی صـ۸۶)

(۱۲) ایک بار ہم نے (مولانا تجمل حسین صاحب نے عرض کیا):

"حضرت! دس بارہ برس پہلے کھانے میں بہت لطف تھا۔ اب وہ لطف نہیں ہے۔"

آپ پر کیفیت غم کی طاری ہوگئی اور آہ کرکے دیوار سے لگ گئے۔

پھر فرمایا:

"مجھ کو چھوڑ کر چلی گئیں۔ میاں! ان ہی کی برکت تھی۔ وہ بزرگ تھیں۔ اور ان کے ساتھ کی ماما نمازی تہجد گزار تھیں۔"

پھر فرمایا:

"گھر میں ہر وقت باوضو رہتی تھیں اور پکانے والی وضو سے پکاتی تھیں۔"

(کمالات رحمانی صـ۸۶)

(۱۳) ایک بار بخاری شریف کا سبق ہو رہا تھا۔ بڑے بڑے اس میں موجود تھے۔ کسی نے پوچھا:

"حضرت خضرؑ کا وجود ثابت ہے یا نہیں؟"

آپ نے فرمایا:

"اس میں بزرگوں کا اختلاف ہے مگر ہم نے ایک بار زیارت بھی کی ہے۔ میں جنگل میں ہوتا تھا کہ ایک شخص سبز عمامہ باندھے ہوئے کھانا لائے۔ ایسا کھانا اور پانی نہ کبھی کھایا تھا اور نہ کبھی پیا تھا۔ جب میں دہلی گیا تو اس وقت کے بزرگوں سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ سبز عمامہ باندھے حضرت خضرؑ تھے۔"

حضرت نے یہ بھی فرمایا:

بعض بزرگ ایسے تھے کہ لطف توحید میں آکر فرماتے تھے:

"اے حضرت خضرؑ! اس وقت تشریف لے جائیے۔"

(کمالات رحمانی۔ صـ۸۷)

(۱۴) ایک بار مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی (شیخ اول جماعت اہل حدیث) نے حضرت قبلہ کو بڑی تکریم وتعظیم سے خط لکھا اور اپنے بھانجے یا بھتیجے کو مرید کرنے کے لیے بھیجا تھا اور لکھا تھا:

"یہ آپ کے شوق میں حاضر ہوئے ہیں۔ درویشی کی تعلیم ان کو فرمائیے۔"

آپ نے ان کو مرید کیا اور طریقہ اللہ کے نام لینے کا بتادیا۔

فقیر (مولانا تجمل حسین) نے حضرت قبلہ سے یہ دریافت کیا:

"مولوی نذیر حسین صاحب تو محدث ہیں۔ خود کیوں مرید نہیں کیا؟"

حضرت جلال میں آگئے اور فرمایا:

"ان کو نسبت الی اللہ نہیں ہے۔ نسبت الی اللہ ہونا کوئی دل لگی ہے؟"

(کمالات رحمانی ص۹۱)

(۱۵) نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنے خاص صاحب مولوی قدرت اللہ کو روانہ کیا کہ مولانا کو بھوپال لاؤ۔ شاہ جہاں بیگم والئی بھوپال اور ہم بھی مرید ہوں گے۔

حضرت قبلہ کو بہت جلال آگیا اور تشریف نہیں لے گئے۔

(کمالات رحمانی ص۹۳)

(۱۶) گیا میں ایک شاہ صاحب دیوی کے حاجی وارث علی شاہ صاحب کے مرید تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا

"حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب ہمارے مولانا کو (حضرت قبلہ) کیسا سمجھتے تھے؟"

انہوں نے کہا کہ:

"حضرت مولانا بغیر حکم پیغمبر صاحب سب کو مرید نہیں کرتے تھے۔ البتہ بخشا دیتے تھے۔"

(کمالات رحمانی ص۱۲۵)

(۱۷) ایک مرتبہ ترجمہ قرآن شریف ہو رہا تھا۔ اس میں متقیوں کا ذکر آیا۔

حضرت قبلہ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ذکر فرمایا کہ خدا نے تقوے کے سبب ان کو ایسا مرتبہ دیا تھا کہ ان کے جلسۂ درس میں ایک باغیرت طالب علم کو پاخانہ کی حاجت ہوئی تو آپ نے کشف سے دریافت کر کے ایک بے غیرت طالب علم کو فرمایا:

"جاؤ! پاخانہ بھر آؤ۔"

اس کے پیٹ کا پاخانہ اس بے غیرت کے پیٹ میں چلا گیا۔

(کمالات رحمانی۔ ص۱۲۸)

(۱۸) ارشاد ہوا:

(اثبات نفی) کیا کرو۔ یعنی "لا الٰہ الا اللہ" کہا کرو۔

پہلے ہم بارہ ہزار مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔

ہم نے عرض کیا:

"محمد رسول اللہ" ملائے بغیر صرف "لا الٰہ الا اللہ" پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے؟

ارشاد ہوا:

"جن کی تم کو شرم آتی ہے۔ انہوں نے یہ تعلیم فرمائی کہ اللہ کا نام ہے اور جب "محمد رسول اللہ" ملایا گیا تو کلمہ ہو گیا اور اگر تم کو یہی خیال ہے تو سیکڑہ جب ختم ہو جائے تب "محمد رسول اللہ" کہہ دو۔"

بعض بزرگوں کی تحقیق ہے کہ "لا الٰہ الا اللہ" ایک خاص ذکر ہے جس میں "ماسوی اللہ" سے نسیان پیدا ہوتا ہے مگر یہاں اس قسم کے ذکر و شغل سے جذب ہوتا ہے اور "محمد رسول اللہ" لگانے سے جذب رفع ہو جاتا ہے۔

حضرت قبلہ نے یہ بھی فرمایا کہ:

"اعلیٰ حضرت شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ یہ پچاس ہزار مرتبہ روزانہ پڑھتے تھے۔"

(کمالات رحمانی ص۱۸۰)

(۱۹) قطب الارشاد اس کو کہتے ہیں کہ وہ اپنے زمانے میں ایک ہی ہوتا ہے۔

جس کسی کو رشد، ایمان، معرفت اور ہدایت حاصل ہوتی ہے اسی کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ بے واسطہ اس کے کوئی شخص کچھ نہیں پا سکتا۔ ان کا فیض اس کو بھی حاصل ہوتا ہے جو ان سے بے خبر ہے۔ اس لیے وہ ان کا منکر نہیں ہے۔ البتہ جو انکار کرے گا، ضرور ہدایت سے محروم رہے گا۔ انکار راہِ فیض کو روک دیتا ہے۔ ہمارے حضرت قبلہ کا بھی مقام تھا۔

(کمالات رحمانی ص۱۴۶)

(۲۰) حضرت قبلہ نے گنج مراد آباد کی مسجد کی یوں تعریف فرمائی ہے کہ:

"اس مسجد میں حضرت غوث پاک اور حضرت نظام الدین رضی اللہ عنہما کی آمد و رفت ہے۔"

(کمالات رحمانی ص۱۵۳)

(۲۱) ارشاد فرمایا:

ہمارے حضرت شاہ محمد آفاق کے سلسلہ میں بہت خلقت داخل ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ شاہ صاحب موصوف کی نسبت عالی ہونے کی وجہ سے بہت خلقت مرید ہوئی۔ کسی بزرگ کا شعر ہے:

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

ترجمہ: میں نے سنا ہے امید اور خوف کے دن اللہ کریم بروں کو نیکوں کے ساتھ میں ہونے کی وجہ سے بخش دے گا۔

(کمالات رحمانی ص۱۵۵)

(۲۲) بزرگوں کی اجازت ہی سے فائدہ ہوتا ہے۔ ایک بار فقیر (مولانا تجمل

حسین صاحب) کو ارشاد ہوا کہ:

"جو کوئی مصیبت میں سو بار (لا الٰہ الا اللہ) پڑھے۔ اس کا کام ہو جاتا ہے۔"

پھر فرمایا:

"تم کو دس ہی مرتبہ کافی ہے۔"

فقیر نے بڑی مصیبت میں عمل کیا فتح ہو گئی۔

(کمالات رحمانی ص۱۵۶)

(۲۳) مولانا مونگیری سے حضرت قبلہ نے دریافت فرمایا:

"تم نے عشق کی دکان دیکھی ہے؟"

انہوں نے سکوت فرمایا۔

پھر حضرت قبلہ نے خود ہی فرمایا:

"ہم نے دو دکانیں دیکھی ہیں۔ ایک شاہ آفاق رحمۃ اللہ علیہ کی اور دوسری شاہ غلام علی صاحب کی۔" ؎

یہی تھی دعا کہ نہ آئے دل کوئی بے وفا نہ دکھائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ اپنی دکان بڑھا گئے

(کمالات رحمانی ص۱۵۶)

(۲۴) ایک بار حضرت قبلہ نے جو دولائی اپنے جسم سے اتار کر دیا تھا اور فرمایا تھا:

"تم کو یہ خرقہ دیا۔"

اور ارشاد ہوا تھا کہ:

"اس کے نیچے اس قدر کلمہ پڑھا گیا ہے کہ تعداد یاد نہ رہی۔"

الغرض مونگیر کے شاہ صبیح اللہ صاحب کا داماد کم سن پر جن کی تسلیط ہوئی
ہم اس دولائی کو اوڑھے ہوئے تھے (دولائی کا کچھ حصہ) اس کے
کندھے پر جو پڑا، وہ جن بولا:
"ہمارے اوپر آپ نے ایک پہاڑ ڈال دیا ہے، ہم کو چھوڑ دیجئے، ہم
جاتے ہیں۔"
سبحان اللہ!

اس روز سے یہ قاعدہ ہوا کہ جو رئیس بیمار ہوا۔ اس کو اوڑھا دیا گیا
وہ بفضلہ اچھا ہوگیا۔
(کمالات رحمانی ص۱۵۹)

(۲۵) ایک رئیس نے اپنی پریشانی بیان کر کے عرض کیا:
"حضرت دعا کیجئے یہ کام ہو جائے۔"
آپ نے سر سے ٹوپی اتاری اور ہاتھوں میں لے کر یوں دعا فرمائی:
"الٰہی! بحرمت شاہ محمد آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کا کام ہو جائے۔
آمین، آمین، آمین۔"
(کمالات رحمانی ص۱۵۹)

(۲۶) مولوی حکیم علی حیدر خاں صاحب اطراف لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور
عرصے عظیم آباد (پٹنہ) میں مقیم تھے۔ حضرت قبلہ کے یہاں آتے جاتے
تھے۔ ایک پیر بھائی نے ان سے کہا:
"حضرت قبلہ سے سلام عرض کرنا اور ہمارے گھر میں لڑکا نہیں ہوتا ہے
دعا کریں کہ لڑکا ہو۔"
حضرت قبلہ نے حکیم صاحب کو توجہ دی اور فوراً آپ مراقب ہوگئے۔

پھر ارشاد ہوا:
"تم کو ہم نے توجہ دے دیا ہے، تم ان کے سامنے چلے جانا ان شاء اللہ لڑکا دے
گا۔"
حکیم صاحب کہتے ہیں۔ جب ہم چلے تو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی بھاری چیز
ہمارے جسم میں سما گئی ہے۔ خدا کی شان ان کی بی بی کو حمل ہوگیا پھر لڑکا
پیدا ہوا۔
(کمالات رحمانی ص۱۶۰)

(۲۷) ایک حکایت کرامت آمیز سنیئے: قصہ بہت بڑا ہے مگر مختصر اسی قدر
کہ مولوی عبدالمجید صاحب مالک مطبع دہلی سے روایت ہے:
"چار میمیں بتلاش حضرت قبلہ ہندوستان میں آئیں۔ ایک امریکی تھی
اور تین لندن کی شاہی خاندان سے تھیں جس کی تصدیق علمائے لکھنؤ نے
بھی کی تھی کہ عالم خواب میں وہ مسلمان ہوئیں اور اس کے بعد حضرت کی
زیارت ہوئی تو وہ گنج مراد آباد آئیں اور معلوم ہوا کہ بطور اویسیہ کی طرح
ان کو سب تعلیم خواب میں ہوئی۔ سلب مرض وغیرہ بھی کرتی تھیں۔ جب
حضرت قبلہ کے یہاں مولوی عبدالمجید کے ہمراہ گئیں تو سندیلہ کے
راستہ سے گئیں۔ جب تین کوس یا کم و بیش باقی رہ گیا تو ندی کے حائل
ہونے کی وجہ سے نہ جا سکیں۔
تب مولوی عبدالمجید خود گئے۔ حضرت کو اطلاع کی۔

آپ نے فرمایا:
"تم جاؤ، ان کا سب کام ہوگیا۔"
جب مولوی عبدالمجید واپس آئے تو ان میموں نے قہقہہ لگایا کہ حضرت جلسہ

خود یہاں تشریف لائے اور ہم لوگوں کو توجہ دے کر چلے گئے۔
مولوی صاحب نے سمجھ لیا یہ کرامت تھی۔ صورت مثالی ان کی لائی گئی۔

(کمالات رحمانی ص۱۶۱)

(۲۸) ہمارے حضرت نے فرمایا:

ایک مرید حضرت شاہ آفاقؒ کے بھوپال میں نوکر تھے۔ اس زمانے میں وہاں کے نواب کو جنگ درپیش تھی۔ اثنائے جنگ میں ایک سکھ نے ان کو بھالا مارا۔ انہوں نے اسی وقت حضرت شاہ آفاقؒ کو یاد کیا۔ آپ نے اپنی پشت مبارک پر قبول لیا اور وہ مرید بچ گیا۔

حضرت کی پشت مبارک سے خون جاری ہوا۔ ایک مرید نے جو بہت شوخ تھے۔ بڑے اصرار سے پوچھا۔

آخر آپ نے بیان فرمادیا۔ اور بسم اللہ کر کے اپنی پشت مبارک پہ ہاتھ پھیرا۔ خون بند ہو گیا۔ گویا زخم تھا ہی نہیں۔

ایسے تصرفات ہمارے حضرات کے بہت ہیں۔ جن کے بیان کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کی روح میں وہ قوت دیتا ہے جس کے ذریعہ سے دور دور کے کام ہو جاتے ہیں۔ جہاں عقل و فہم کی رسائی نہیں ہے جب ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت دی ہے تو کیا انسان کامل کو نہیں دے سکتا ہے۔

(نور احمدی ص۳۱، ۳۲)

(۲۹) حضرت نے فرمایا:

"میں ایک قصبہ میں جاتا تھا۔ رنڈیوں کے سامنے سے گزرا۔ سب نے

کھڑے ہو کر سلام کیا۔

میں نے جھڑک دیا۔

خدا کی شان تھوڑی دور گیا تھا کہ وہ سب آ کر میری مرید ہو گئیں۔ اس کے بعد سب نے نکاح بھی کر لیا۔"

(اسرار محبت ص۵۶)

(۳۰) ایک بار حضرت بہت علیل تھے۔ آپ نے فرمایا کہ:

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ مجھ سے فرمایا:
کہ تمہاری زندگی بہت ہے۔"

(اسرار محبت ص۵۷)

(۳۱) ایک پیرزادہ حضرت کی خدمت میں آئے۔ آپ کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت نے پوچھا تو کہا:

"میں نے آپ کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔"

آپ نے فرمایا کہ:

"بس ایک جھلک میں تمہارا یہ حال ہو گیا۔"

(اسرار محبت ص۶۲)

(۳۲) حضرت نے فرمایا:

ایک درویش آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ:

"اس قبر کو دیکھو۔ یعنی مزار صاحبزادی صاحبہ کا جو مسجد کے جوار میں ہے۔"

انہوں نے مراقبہ کے بعد بیان فرمایا:

"پورا سلوک طریقت ان کو طے ہے۔"

(اسرار محبت ص۶۲)

(۳۳) حضرت نے فرمایا:

میں ایک کنوئیں پر تسبیح پڑھ رہا تھا۔ اس کا پانی کھاری تھا۔ ہاتھ سے تسبیح چھوٹ گئی۔ وہ پانی اسی وقت سے میٹھا ہوگیا۔

(اسرار محبت ص۶۲)

(۳۴) حضرت پیرومرشد اور گنج مراد آباد کے بہت سے لوگ ہندوؤں کی تہمت سے حوالات میں تھے۔ سب بری ہوکر رہا ہوگئے۔ حضرت نے فرمایا:

"میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ فرماتے ہیں! میں تمہارے بیٹے کو قید سے چھڑائے لاتا ہوں۔"

اس موقعہ پر بعض لوگوں نے آپ سے دعا کے لیے عرض کیا تھا۔

اس پر آپ نے فرمایا:

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود ان کے واسطے دعا کرتے ہیں۔"

(اسرار محبت ص۶۳)

(۳۵) ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں حضرت پیرومرشد کو ایسا استغراق ہوگیا تھا کہ نہ کچھ بات کرتے تھے اور نہ کچھ کھاتے پیتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ یہ حالت دیکھ کر رونے لگیں۔

حضرت نے فرمایا:

"خاطر جمع رکھو، ہوش آجائے گا۔" پندرہ دن کے بعد آپ کو افاقہ ہوا۔

(اسرار محبت ص۶۳)

(۳۶) حضرت نے فرمایا:

حضرت شاہ آفاق کے ایک پیر بھائی محمودؒ خانصاحب قندھاری نے ایک بار اپنا گھوڑا کھیت پر چھوڑ دیا اور کہا:

"خبردار اس میں مت کھانا۔ یہ کھیت مسلمانوں کا ہے۔"

اس نے منہ بھی نہیں ڈالا۔

خاں صاحب بڑے پرہیزگار تھے۔ ان کے گھوڑے بھی حرام نہیں کھاتے تھے۔

(اسرار محبت ص۶۳)

(۳۷) حضرت نے فرمایا:

ایک بار خربوزے کاٹے گئے۔ سب بے مزہ تھے۔ میں مراقبہ کرتا تھا۔ ان پر بھی ایک توجہ کی۔ سب میٹھے ہوگئے۔

(اسرار محبت ص۶۳)

(۳۸) حضرت نے فرمایا:

شاہ غلام رسول صاحب اور مولوی ابوالحسن صاحب اور محمود خانصاحب بھی یہاں آچکے ہیں۔ محمود خانصاحب حضرت شاہ آفاقؒ کے پیر بھائی تھے۔ انہوں نے جب حضرت کو بچپن میں دیکھا تو اس وقت یہ فرمایا تھا کہ:

"یہ شخص کئی سو برس کے بعد پیدا ہوا ہے۔"

(اسرار محبت ص۶۴)

(۳۹) حضرت نے فرمایا:

مجھ کو لڑکپن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت ہوا کرتی تھی۔

(اسرار محبت ص۶۴)

(۴۰) ایک بار حضرت نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔ حضرت کو سینے سے
لگا کر اپنا بیٹا فرمایا۔

(اسرار محبت ص ۶۴)

(۴۱) میکو لال نے حضرت شاہ آفاق رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا۔ وہ حضرت پیر علی شاہ صاحب
کے مرید اور نظر یافتہ تھے۔ مناسبت کی صورت دیکھ کر اس کا رتبہ بنا
دیتے تھے۔

(اسرار محبت ص ۶۵)

(۴۲) حضرت پیر مرشد نے فرمایا:
ایک خدا کا طالب جوان لڑکا حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ نے امتحان
کے لیئے اس کو مسجد سے نکلوا دیا۔ جب دروازہ کھلا تو حضرت پیر مرشد
اس کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے آئے۔ نماز کے بعد حضرت نے اس کو
بلا کر مطلب پوچھا۔
اس نے کہا:
"پریم کا پیالہ پلا دو۔"
آپ نے شربت منگا کر آدھا خود نوش فرمایا اور آدھا اس کو پلا دیا۔
اور فرمایا:
"چلا جا۔"
وہ کامیاب روانہ ہو گیا۔

(اسرار محبت ص ۶۵)

(۴۳) حضرت میاں عبداللہ شاہ صاحب اپنا تمام اسباب راہِ خدا میں لٹا
کر خدا کی طلب میں حضرت کے آستانے پر حاضر ہوئے۔ دو برس

خدمت میں رہ کر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ دل سے حضرت کے
عاشق ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں دیکھا یہ حال بیان کرتے تھے کہ:
ایک شخص حضرت کی خدمت میں آ رہے تھے۔ راستہ میں ایک ندی میں
انہوں نے اپنی گھوڑی ڈال دی۔ اس میں دلدل بہت تھی۔ گھوڑی اس
میں ڈوبنے لگی۔ انہوں نے حضرت کو یاد کیا۔ خدا کی شان وہ گھوڑی اس
دلدل سے نکل آئی۔ جب وہ حضرت کی خدمت میں آئے تو آپ حجرہ میں
چادر اوڑھے بیٹھے تھے۔
آپ ان کو دیکھ کر بولے:
"لوگ ہم کو تکلیف دیتے ہیں۔"
پھر اپنی پشت مبارک دکھائی۔ گھوڑی کے چاروں کھر کے نشان مع
کیچڑ کے موجود تھے۔
اور ایسا ہی ایک تذکرہ ایک جہاز کا ہے۔ جو سمندر میں غرق ہو رہا تھا۔
آپ کی برکت سے سلامت رہا۔

(اسرار محبت ص ۶۷)

(۴۴) حضرت نے فرمایا:
روم کے ایک شخص میرے پاس آئے۔ وہ جنوں کے بہت شاکی تھے۔
میں نے کہا:
"ان سے میرا سلام کہہ دینا۔"
انہوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ جن وہاں سے چلے گئے۔ یہ کرامت آپ کی بہت
زیادہ مشہور ہے۔

(اسرار محبت ص ۶۸)

(۴۵) حضرت نے فرمایا:
اس مسجد میں جن تھے۔ لوگوں کو ایذا پہنچاتے تھے۔ لوگ شکایت کرتے تھے۔ جب میں یہاں آیا۔ مراقبہ میں بیٹھا۔ دیکھا۔ ایک جن آیا۔ جن کے پاؤں پھرے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا:
"تم کون ہو؟"
اس نے کہا:
"جن! مرید ہونے آیا ہوں۔"
اسے بیعت کی۔ پھر میں نے کہہ دیا۔
"خبردار اس مسجد میں کوئی ایذا نہ پہنچائے۔"
تب سے کسی کو کوئی شکایت نہ ہوئی۔
(اسرار محبت ص۶۸)

(۴۶) حضرت نے فرمایا:
میں ایک روز مراقبہ میں تھا۔ دیکھا کہ پریاں آئیں اور کہا:
"ہم جنوں کی بیٹیاں ہیں۔"
سب مرید ہو گئیں۔
(اسرار محبت ص۶۸)

(۴۷) منشی سالک رام نے ذکر کیا کہ حضرت نے فرمایا:
دہلی میں ہمارے پاس پانچ روپے تھے۔ ہم کو فکر تھی۔ وطن میں اپنی والدہ ماجدہ کو بھیج دیں۔ حضرت شاہ آفاقؒ نے مجھ سے پوچھا:
"کیا سوچ رہے ہو؟"
میں نے عرض کیا۔

آپ نے فرمایا:
"لاؤ، ہم بھیج دیں گے۔"
اس کے بعد گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ اسی رات خود اعلیٰ حضرت نے دروازہ پر پکار کر وہ روپے دیدیئے اور آپ کی والدہ صاحبہ سے کہہ دیا کہ تمہارے بیٹے خیریت سے ہیں۔
(اسرار محبت ص۶۹)

(۴۸) حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری نے حضرت قبلہ سے نقل کیا کہ:
صاحبِ حال اور صاحبِ مقام ہونا آسان ہے۔ بانسبت ہونا مشکل ہے۔
(اسرار محبت ص۶۹)

(۴۹) ایک بار حضرت پیر و مرشد نے خواب میں دیکھا کہ عرش کے نیچے فرشتوں کا ہجوم ہے۔ اسی اثناء میں وہ ایک مجرم کو گرفتار کر کے لائے۔ کسی نے کہا:
"یہ مرید مولوی فضل رحمٰن کا ہے۔"
غیب سے آواز آئی:
"کیا وہ آفاقی ہے؟"
انہوں نے کہا:
"ہاں!"
حکم ہوا:
"چھوڑ دو۔"
وہ چھوڑ دیا گیا۔
پھر آپ نے حضرت سے یہ خواب بیان کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جن کو

خواب میں دیکھا تھا وہ آ گئے۔ آپ نے ان کو پہچان کر حضرت کو بتلایا۔ حضرت نے ان کو معافی کی بشارت اپنی زبان مبارک سے فرمائی۔

(اسرار محبت ص۶۹)

(۵۰) ایک بار حضرت پیرومرشد سے حضرت نے پوچھا:

"ہماری نسبت میں اور مرزا صاحب کی نسبت میں کیا فرق ہے؟"

پیرومرشد نے کہا:

"ایک بات میں آپ کو ترجیح ہے اور ایک بات میں اُن کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب آپ کو زیادہ ہے اور مرزا صاحب کے خلفاء بہت ہیں۔ یہ ترجیح ان کی آپ پر ہے۔"

حضرت نے یہ سن کر فرمایا کہ:

"جا ہم نے تجھ کو سب دیا۔"

(اسرار محبت ص۷۰)

(۵۱) حضرت پیرومرشد نے فرمایا:

ایک بار مجھے تادر گنج جانے کا اتفاق ہوا۔ رتیا شاہ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گیا۔ ان کی نسبت بہت قوی معلوم ہوئی۔ مجھ کو قرض ادا کرنا تھا۔ ایسا معلوم ہوا۔ رتیا شاہ کہتے ہیں:

"میں نے تم کو تین سو روپے دیئے۔"

جب میں دوسرے مقام پر پہنچا تو اس کا ظہور ہوا۔

(اسرار محبت ص۷۱)

(۵۲) حضرت پیرومرشد نے فرمایا:

ایک شخص حضرت گنج شکر کا خط حضرت سلطان جی خواجہ نظام الدینؒ

محبوب الٰہی کے پاس لایا۔

آپ مراقبہ میں مشغول تھے۔ اس وقت غیب سے ایک حنائی ہاتھ آپ کی بغل سے نمودار ہوا۔ اس نے وہ خط لے لیا۔

(گنجینۂ فقر ص۷۹)

(۵۳) حضرت کا ایک مقام پر گزر ہوا۔ وہاں ایک اندھا کنواں تھا حضرت نے اس میں سے پانی طلب فرمایا:

لوگوں نے کہا:

"حضرت! یہ اندھا کنواں ہے۔ مدت سے خشک پڑا ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"بسم اللہ کر کے ڈول ڈالو۔"

خدا کی قدرت اس میں سے پانی نکل آیا۔ یہ واقعہ حضرت کے روبرو حضرت پیرومرشد سے سنا۔

(گنجینۂ فقر ص۸۰)

(۵۴) حضرت غوث پاکؓ کی اولاد میں حضرت شاہ سکندرؒ، حضرت شاہ کمالؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ کو کوئی حاجت پیش آئی۔ برملا فرمایا:

"جس کو کوئی فرزند مطلوب ہو آوے۔"

لوگ ہر طرف سے بہت سے ہدایا لائے اور اپنی مراد کو پہنچے۔

(گنجینۂ فقر ص۸۲)

(۵۵) حضرت پیرومرشد نے فرمایا:

ایک بار حضرت ایشاں خواجہ محمد معصومؒ کو پیشاب کی حاجت ہوئی۔ آپ نے ایک مرید سے فرمایا:

"تو میرے عوض پیشاب کر آ"

وہ مرید آپ کے عوض پیشاب کر آیا۔

(حسن معاملہ صفحہ ۹۴)

(۵۶) حضرت پیرومرشد نے فرمایا:

حضرت ایشاں خواجہ محمد معصومؒ مراقب تھے۔ چار آزاد آئے۔ کہنے لگے:

"کیا پینک میں بیٹھے ہوئے ہو؟"

آپ نے اُن کو آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ چاروں ولی ہوگئے۔

(حسن معاملہ صفحہ ۹۴)

(۵۷) حضرت پیرومرشد نے فرمایا:

جب نادر شاہ نے دہلی میں ہاتھ صاف کیا (قتل عام کیا) کسی نے اس کو خبر دی کہ حضرت قبلہ عالم کے مکان میں کئی شہزادے چھپے ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ توپ خانہ سے خانقاہ کو اُڑا دو۔

آپ کو خبر ہوئی۔ کچھ نہ فرمایا۔

جب توپ خانہ آ کر لگا اور آپ کو خبر دی کہ بتی دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

"ہاں اُلٹی چلیں"

پھر جو توپ چلی، اُلٹی چلی۔ اس کا لشکر اُڑنے لگا۔

یہ کرامت دیکھ کر فوراً توپیں موقوف کیں اور نادر شاہ مشکیں باندھ کر حاضر ہوا

"میری تقصیر معاف فرمائیں"

فرمایا:

"اس میں بات کیا ہے۔ تیرے حکم سے آگے چلتی تھیں۔ میرے حکم سے پیچھے چلنے لگیں۔

(حسن معاملہ صفحہ ۹۵)

(۵۸) حضرت پیرومرشد نے فرمایا:

حضرت قبلۂ عالم کے ایک مرید مراقبہ میں حوض کوثر پر پہنچے اور کچھ پی بھی لیا۔ تمام عمر ہونٹ چاٹتے رہے۔

(حسن معاملہ صفحہ ۹۶)

(۵۹) حضرت پیرومرشد نے فرمایا:

محمود خاں صاحب قندھاری (جن کا لکھنؤ میں قندھاری بازار ہے) پیشہ گری میں کامل تھے، قوتِ مردمی نہیں تھی۔ نکاح ہوگیا۔ لکھنؤ کے طبیب کے علاج سے عاجز ہوگئے تھے۔ ان کے چچا عبدالرحمٰن خاں صاحب علاج کے لئے رائے بریلی لئے جا رہے تھے۔ درمیان راہ میں حضرت خواجہ ضیاء اللہ صاحب کی نگاہ ان پر پڑ گئی۔ فرمایا:

"محمود ادھر آ، حجرہ میں میرا پاجامہ رکھا ہے اُسے پہن لے۔ اس کو پہن کر نامرد بھی مرد ہو جاتے ہیں۔"

وہ حجرہ میں گئے۔ پاجامہ مبارک پہنا۔ فوراً مردانگی کے آثار معلوم ہوئے۔ اپنے گھر جا کر حاجت پوری کی۔

یہ کرامت دیکھ کر حضرت خواجہ کی خدمت میں چھ ماہ رہے۔ مُفت میں ولایت حاصل ہوگئی۔

(حسن معاملہ صفحہ ۹۷)

(۶۰) حضرت پیرو مرشد نے فرمایا:
ایک بیمار کو اعلیٰ حضرت شاہ آفاقؒ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے
اس کا مرض ایک بکرے پر جو اس وقت وہاں موجود تھا، ڈال دیا۔
وہ بکرا گر کر مر گیا اور بیمار کو فوراً صحت ہو گئی۔
(نقد وقت ص۱۰۸)

(۶۱) حضرت پیرو مرشد نے فرمایا:
ایک بار حضرت سلطان جیؒ چلے جاتے تھے۔ ایک حسین لڑکا سامنے آیا۔
آپ نے اس کی پیشانی کا بوسہ لیا
"یہاں بھی تمہارا جلوہ ہے"؟
بعد ازاں سب مریدوں نے جو ہمراہ تھے، بوسہ لیا لیکن حضرت چراغ
دہلیؒ نے نہیں لیا۔
آگے ایک مقام پر آگ روشن تھی۔ سلطان جی نے آگ کا بھی بوسہ لیا،
اور فرمایا:
"یہاں بھی تمہارا جلوہ ہے"؟
کسی مرید نے بوسہ نہ لیا۔ حضرت چراغ دہلیؒ نے یہاں بوسہ لے لیا۔
(نقد وقت ص۱۱۱)

(۶۲) حضرت قبلہ نے فرمایا:
ہم سفر میں تھے۔ دریا پیش آیا۔ ہم اور ہمارا ایک خادم کشتی کے بغیر
اس پار نکل گئے ہم دونوں کا دامن بھی تر نہ ہوا پھر فرمایا:
"جس کو نسبت موسوی ہوتی ہے۔ اس سے ایسی کرامت ہوا کرتی ہے"؟
(عروۂ ظہور ص۱۸۷)

(۶۳) حضرت قبلۂ عالم سے پان کھانا منقول ہے۔ جو بانجھ عورت آپ کا اگال یا
آپ کے حقے کا گل کھا لیتی تھی خدا کی قدرت سے حاملہ ہو جاتی تھی۔
(عروۂ ظہور ص۱۸۱)

(۶۴) حضرت قاری صاحب نے فرمایا:
ایک بار میرے الٹے پاؤں رہ گئے، حرکت کرنا دشوار تھا۔ چار مہینے اسی
طرح گزر گئے۔ جب حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا:
"تم اچھے ہو"
اسی وقت اچھا ہوا۔ گویا کبھی بیمار ہی نہ تھا۔
(زوائد فوائد ص۲۱۵)

(۶۵) شاہ خادم صفی کا جب انتقال ہوا تو حضرت قبلہؒ نے اپنے خادم میاں
امام علی کو فرمایا:
"ہماری طرف سے مٹی دے آؤ"
حالانکہ مسافت دس کوس کی تھی۔ وہ فوراً پہنچ گئے اور شریک ہوئے۔
(فیض و برکت ص۲۱۸)

(۶۶) (از مؤلف)
حکیم حفیظ الدین صاحب ملیح آبادی مرحوم نگرام کے یونانی شفاخانہ کے
انچارج تھے۔ اردو، فارسی، اور عربی کے عالم تھے۔ میں نے ان سے طب
میں قانونچہ (عربی) پڑھا تھا۔ ان کی سسرال بانگرمئو کی ایک قابلِ قدر
شریف خانقاہ میں تھی۔

جب میں مدرسہ عربیہ بدریہ نگرام کا مہتمم تھا۔ ایک سال ۱۲۔ ربیع الاول کو اپنی پہلی اہلیہ کے ساتھ مذکورہ خانقاہ میں شب باش ہوا۔ بانگر کے ایک شریف دیندار مسلمان جو محکمہ انہیم میں محرر تھے، مجھ سے ملنے آئے۔ وہ حضرت فانی فی اللہ باقی باللہ حاجی سید وارث علی شاہ صاحب اساکن دیوہ ضلع بارہ بنکی) کے مرید تھے۔ انہوں نے اپنا ایک واقعہ مجھ سے بیان کیا۔ فرمایا:

میرے پیر و مرشد حاجی صاحب ملاواں میں مقیم تھے۔ میں بانگر مئو سے روزانہ ان کی خدمت میں حاضری دیتا تھا۔ گنج مراد آباد درمیان میں پڑتا تھا۔ راستہ گنج مراد آبادی کی مسجد کے سامنے سے ہے جاتے ہوئے حضرت کو سلام کرتا تھا۔ ایک دن میں نے حضرت حاجی صاحب کے لئے بادام کا حلوہ تیار کرایا۔ لے کر چلا تو خیال آیا۔ آج مسجد کے پیچھے سے گذر جاؤں کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت گنج مراد آبادی دیکھ لیں اور کچھ چکھ لیں تو جھوٹا ہو جائے گا۔

غرض مسجد کے پیچھے سے گیا۔ جب حاجی صاحب کی قیام گاہ پر پہنچا، تو دیکھتے ہی جلال میں آ کر فرمایا:

"نکالو اس مردود کو یہ میرا مرید نہیں ہے۔ حضرت چکھ لیتے تو تبرک ہو جاتا، جھوٹا نہ ہوتا"۔

میں سہم گیا۔

دوسرے فقراء نے مجھ سے پورا حال سن کر مجھ کو مشورہ دیا کہ فوراً واپس جا کر حضرت گنج مراد آبادی سے معافی مانگو ورنہ ہمیشہ کے لئے خارج ہو جاؤ گے۔

میں گنج مراد آباد واپس آیا۔ حضرت اپنی مسجد کے صحن میں ٹہل رہے تھے۔ مجھ کو دیکھ کر فرمایا:

"نکالے گئے ہو۔ لاؤ ذرا سا چکھ لوں، تبرک ہو جائے گا تو حاجی صاحب قبول کر لیں گے"۔

ذرا سا حضرت نے چکھ لیا اور فرمایا:

"اب جاؤ"!

میں حاجی صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ دیکھتے ہی فرمایا:

"اب یہ میرا مرید ہے۔ تبرک لایا ہے۔ اس کو میں ضرور کھاؤں گا"۔

(۷۶) (از مؤلف) ۱۹۸۷ء میں عزیزم قاری موسیٰ افریقی کے ساتھ میں ڈربن گیا۔ ڈربن کے مشہور عالم مولانا محمد عمر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولانا نے فرمایا:

"میں نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے اجازت یافتہ صوفی عبدالرب صاحب (ساکن کرسی ضلع بارہ بنکی) کی ایک مطبوعہ تصنیف میں پڑھا ہے وہ لکھتے ہیں:

میرے والد صاحب کے کوئی لڑکا نہیں تھا اور ان کو برص (سفید داغ) کی شکایت تھی۔ وہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئے۔ ان کا بیان ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا:

"دیکھو مٹی کے بدھنے میں کیا ہے"؟

دیکھا تو چند بتاشے اور چند بیر تھے۔ فرمایا:

"لے لو۔"

میں نے ۲-۳ بتاشے لئے۔

فرمایا:

"تم صحت یاب ہو گئے۔"

پھر فرمایا:

"اور لے لو۔"

میں نے بیر لے لیا۔

فرمایا:

"لڑکا پیدا ہو گا۔"

چنانچہ صوفی عبدالرب کی پیدائش ہوئی اور سفید داغ دور ہو گئے۔ جسم کا رنگ صحت مند ہو گیا۔

○

(۶۸) حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی مولانا شاہ سید عبدالقادر جیلانی کا کھانا بہت پُر تکلف تھا۔ ایک عورت اپنے لڑکے کو آپ کے پاس لائی اور کہا:

"اس کو اللہ کا نام سکھلا دیجئے۔"

آپ نے اس کی تعلیم شروع کی اور خانقاہ سے سوکھی روٹی مقرر ہوئی۔ اس کی ماں نے دیکھا۔ حضرت غوث پاک مرغ کا پلاؤ کھا رہے ہیں۔ اس نے حضرت سے عرض کیا:

"میرے لڑکے کو کھانے کی بہت تکلیف ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"تم نے اللہ کا نام سکھلانے کو کہا تھا یا کھانا کھلانے کو۔"

پھر آپ نے مرغ کی ہڈیوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ مجسم زندہ ہو گیا اور اس عورت سے فرمایا:

"جب تمہارا لڑکا بھی اس درجہ میں آجائے گا تو وہ بھی مرغ پلاؤ کھائے گا۔"

(کمالاتِ رحمانی ص۵۵)

(۶۹) ایک بار حضرت کو کئی روز کا فاقہ ہوا۔ آپ دہلی سے چلے آتے تھے۔ ایک جھاڑی سے اس جنگل میں ایک ہاتھ نظر آیا۔ جس میں مٹھائی کا دونہ تھا۔ آپ نے لے کر کھا لیا۔

(وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ)

ترجمہ: "اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہو گا۔" کی یہی شان ہے۔

(کمالاتِ رحمانی ص۹۴)

(۷۰) ایک بار حضرت کو بنیے کا لڑکا تنگ کر رہا تھا۔

"حضرت دال کی قیمت ایک روپیہ چاہیئے۔ اس وقت ضرورت ہے۔"

وہ لڑکا حویلی میں گیا اور وہاں سے تقاضا کرتا ہوا باہر آیا۔ آخر آپ نے خلافِ عادت مجھ سے پوچھا:

"تمہارے پاس ایک روپیہ ہے؟"

ہم سوچنے لگے۔ ہمارے پاس ایک روپیہ ہے۔ وہ راستہ کا خرچ ہو

گا۔ ریل کا آمد و رفت ٹکٹ ہمارے پاس تھا۔
یکایک حضرت نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو ایک روپیہ نکل آیا۔
وہ لڑکا متحیر ہوا۔ جیب میں بارہا آپ نے ہاتھ ڈالا تھا۔
ٹٹو والے کو بلا کر آپ نے حکم دیا:
"میاں تجمل حسین کو گھاٹ تک پہنچا آؤ۔ کرایہ ہم سے لے لینا۔"
(کمالات رحمانی ص ۹۶)

۷۱) ہماری (تجمل حسین) بستی میں ایک رئیس کا لڑکا کو مرگی ہو گیا تھا اور اس کی بیوی پر جن کا تسلط تھا۔ وہ لڑکا حضرت کے پاس آیا حضرت قبلہ نے دم کر دیا۔ وہ مرید ہو گیا۔ خدا کے فضل سے ایک مہینے میں تندرست ہو گیا۔ اور ان کی بیوی پر جو جن مسلط تھا۔ اس کو سلام کہلا بھیجا۔
جن نے کہا:
"ہم لوگ مولانا کا سلام لینے آئے ہیں۔ ہم اب اس عورت کو چھوڑتے ہیں مگر کوٹھے پر بال کھول کر نہ بیٹھے۔"
اس بستی میں آتش زدگی بہت شروع ہوئی۔ حضرت کو کہا۔ حضور نے جواب دیا:
"جن کے فساد سے ہے۔ اذان دے دو۔" ہم نے اذان دی۔ آتش زدگی موقوف ہو گئی۔
(کمالات رحمانی ص ۹۹)

۷۲) راقم الحروف (تجمل حسین) کی آنکھ میں درد اور پیر کے انگوٹھے میں زخم ہو گیا۔ درد کی بے چینی سے بدحواس تھا۔ حجرہ میں حاضر ہوا۔

حضرت نے فرمایا:
"عطر کی شیشی سے عطر زخم پر لگا دو۔"
پھر دم کر کے تھوک لگا دیا۔ مسجد میں جاتے جاتے بالکل اچھا ہو گیا۔
میاں امام علی بچپن سے حضرت کے ساتھ آپ کے قدیم خادم تھے۔ مجذوب صفت بڑے بزرگ تھے۔ ان کو مخدوم شرف الدین بہاری کا نسخہ معلوم تھا۔ آنکھ میں لگا دیا۔ اسی دن اچھے ہو گئے۔
(کمالات رحمانی ص ۱۰۰)

۷۳) مقدمہ خونریزی میں حضرت احمد میاں صاحب کو انگریزی پولیس گرفتار کر کے لے گئی۔
ایک دن فرمایا:
"حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرما گئے ہیں، تمہارا لڑکا اور اس کے ہمراہی چھوٹ آویں گے۔"
یہ بھی فرمایا:
"مسلمانوں نے ناک کاٹ ڈالی ہے۔ پیغمبر صاحب ہوتے تو ناک کاٹنے کے بدلے میں ناک کاٹتے۔ غنیمت سمجھو فرنگی کچھ قید کرتے ہیں۔"
(کمالات رحمانی ص ۱۰۱)

(۷۴) ہمارے (تجمل حسین کے) بھائی صاحب کو اولاد نہ تھی۔ اس کے لئے بھی دعا کرنے کو کہا تھا۔ حضرت نے دعا کی۔ پھر بہت اولادیں ہوئیں۔
(کمالات رحمانی ص ۱۰۲)

(۷۵) گلشن کے رئیس و حکیم تحریر فرماتے ہیں:
ایک دفعہ کا ذکر ہے میں صداع حار (گرمی کا درد سر) کے باعث

قریب تھا کہ بے ہوش ہو جاؤں۔ مسجد کے ایک گوشہ میں سرنگوں پڑا تھا۔ اچانک حضور عالی تشریف لائے اور سر پکڑ کر فرمایا:

"کیا ہوا؟"

عرض کیا:

"دردِ سر کے باعث سخت تکلیف ہے۔"

بس سر کو ذرا سا ہلا دیا۔ درد کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

یہ بھی تحریر فرمایا:

ایک بار میرا خادم قربان علی سخت خونی پیچش میں مبتلا تھا۔ مراد آباد کا سفر میرے ساتھ کرنے میں عذر کیا۔

میں نے کہا:

"چل کر دیکھو کیا ہوتا ہے؟"

آخر ہمراہ ہوا۔

میں نے کانپور سے مٹھائی (قلاقند) حضور کی نذر کے لئے لی تھی۔ مراد آباد شریف پہنچ کر مقبرہ میں ٹھہرتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت قبلہ نے تشریف فرما ہو کر مٹھائی کی ہانڈی میں دستِ حق پرست ڈال کر قربان علی کو نکال کر خوب پیٹ بھر کر کھلائی۔

سبحان اللہ!

محبانِ خدا کی کیسی قوت تھی۔ قانونِ طب کے خلاف قلاقند کھلا دینا اور دائمی صحت سے مشرف ہونا عجیب بات تھی۔

پھر اس کو ایسی پیچش کبھی نہیں ہوئی۔

(کمالاتِ رحمانی ص ۱۸۱-۱۸۲)

(۷۶) حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی رائے بریلوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی طلب پر حضرت شاہ کمال کیتھلی رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد نے خاندانی کتابوں سے نقل کر کے یہ حالات بھیجے ہیں:

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ محبوبِ ربانی غوث الثقلین ثانی حضرت ابوالبرکات سید شاہ کمال الدین کیتھلی قادری قدس اللہ سرہ ولایت بغداد کے رہنے والے تھے۔ حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قبائل و عشائر ملک ہندوستان تشریف لائے۔

بلادِ ملتان میں بیس سال مقیم رہنے کے بعد وہاں سے مقامات مختلفہ ہوتے ہوئے قریہ کیتھل کو رشک افزائے جنۃ الفردوس بنایا۔

ماہ جمادی الثانیہ ۹۸۲ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ نے علمِ باطن کی تعلیم روحِ مبارک حضرت غوث الاعظم اپنے جدِ امجد سے بلاواسطہ حاصل کی تھی۔ مگر باسبابِ ظاہر آپ نے خرقۂ قادریہ حضرت سید فضیلؒ کے ہاتھوں سے پہنا تھا۔

سلبِ حالات اس قدر غالب تھا کہ بارہ میل کی مسافت میں کوئی اولیاء اللہ آپ کی اجازت کے بغیر قدم نہیں رکھ سکتے تھے اور ہوا پر ہو کر یا زمین کے اندر ہو کے گزر نہیں سکتے تھے۔ اتفاقاً کوئی اس کی جرأت کر بیٹھتا تو فوراً اس کی تمام حالت سلب ہو جاتی اور وہ کورے کا کورا رہ جاتا۔

حضرت ابوالبرکاتؒ کے تین صاحبزادے تھے۔ سب سے بڑے بیٹے کا نام حضرت شاہ عمادالدین تھا۔ کسی دن مراقبہ کی حالت میں ان پر دریائے شور کے حالات کشف ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ ایک بڑا تجارتی جہاز ڈوب رہا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر ان کا دل بے چین ہو گیا اور

اس پر نظرِ توجہ کر دی ۔۔۔ اسی وقت صحیح و سلامت کنارے پر پہنچ گیا۔ حضرت پر اس امر کا انکشاف ہو رہا تھا۔ صاحبزادے کو چشم نمائی فرما کر ارشاد کیا:

"تمہیں کیا پڑی تھی کہ تقدیرِ الٰہی کے کارخانے میں دخل دیا۔"

یہ فرما کر ان کے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا اور ان کی تمام حالت سلب کر لی۔

آپ کے دوسرے صاحبزادے جن کا نام قطب الدین ابوالمکارم موسیٰ تھا۔ اپنے بڑے بھائی کے اس واقعے کو سن کر حضرت کے شانِ جلالی کے خوف سے گھر چھوڑ کر نکل بھاگے۔

جس وقت بہت دور نکل گئے تو ایک جگہ سو رہے، آنکھ کھلنے پر اپنے آپ کو اصلی جگہ پر پایا۔ تین دن اسی انداز میں سفر کرتے رہے اور ہر بار اپنے تئیں اپنے ہی گھر میں پا یا کیے۔ آخر مجبور ہو کر بے تابانہ حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ:

"سیدی! اگر آپ ارشاد فرمائیں تو میں چند روز سفر کروں اور خدا تعالیٰ کی نادر صیفتوں کا تماشا دیکھوں؟"

حضرت نے ارشاد کیا:

"بیٹا! خوف و خطر کو دل سے دور کرو۔ بلا تقدیرِ الٰہی دنیا میں کوئی بات نہیں ہوتی۔ کوٹ قبولہ کی ولایت تمہیں عطا کی جاتی ہے۔ وہاں کی سکونت تم پر لازم کرتا ہوں۔ تاکہ اس مقام کے لوگوں کو خدائے پاک اور شریعتِ غرا کی جانب بلاؤ اور راہِ راست دکھاؤ۔ حضرت فرید الدین گنج شکر نے اس ملک کا ایک حصہ مجھ کو دیا ہے۔ وہ میں نے تم کو بخشا۔"

صاحبزادے نے ارشادِ عالی کے مطابق سکونت اختیار کی۔

کوٹ قبولہ کے سادات نے نکاح کرنے کے لئے زور دیا تو آپ نے منجملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی پیش کی کہ لڑکی کے ساتھ دنیاوی مال و اسباب کی قسم سے کوئی چیز نہیں ہونی چاہیئے۔ شادی کا وقت آیا تو اس بزرگوار جماعت نے پوشیدہ طور پر اپنی لڑکی کو بہت سا روپیہ دیا تاکہ ضرورت کے وقت وہ کام میں لا سکے اور اس خاتون نے اپنے والدین کی نصیحت کے موافق اس روپیہ کو زمین کے اندر دفن کر دیا۔

شاہزادے صاحب گھر کے اندر تشریف لائے اور فرمایا:

"جس نجاست کی بدبو میرے مشام کو پراگندہ بنا رہی ہے اسے اس مقام سے دور کرو۔"

ان لوگوں نے مجبور ہو کر وہ سب روپیہ وہاں سے نکال دیا جس کے بعد وہ بدبو بھی ناپید ہو گئی۔

صاحبزادہ صاحب کئی بار حضورِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے تھے اور کشف کے ذریعے سے حضرت غوث اعظمؓ کی زیارت اور ان کی بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ شجاعت اور سخاوت میں حضرت مرتضویؓ کی یادگار تھے۔ بہت سے خرقِ عادات آپ سے ظہور میں آئے۔ آپ کی وفات کوٹ قبولہ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد وہیں موجود ہے۔

حضرت کے سب سے چھوٹے صاحبزادے کا نام شاہ نور تھا۔ ایک دن یہ صاحبزادے بچوں کی طرح کسی دیوار پر چڑھ کر اس سے فرمانے لگے:

"میرے گھوڑے چل!"

دیوار حرکت کر کے قدم باز گھوڑے کی طرح چلنے لگی۔

حضرت نے اس حالت کی اطلاع پاکر اس نور دیدہ سے فرمایا،
"چونکہ تم نے درویشی کا راز فاش کر دیا تم اس دنیا سے رحلت کر جاؤ"
وہ جاں بحق واصل ہو گئے۔ حضرت کے مزار کے متصل آپ کا مزار ہے۔

ذکر حضرت شاہ سکندرؒ

ایک دن استاد کسی ضرورت کے پیش آجانے سے مکتب کے باہر گئے تھے۔
مدرسہ کے لڑکوں نے موقع پاکر کھیل کود میں معروف ہونے کو غنیمت سمجھا۔
حضرت شاہ سکندرؒ بتقاضائے عمر کھیل میں مشغول ہو گئے۔ اسی اثناء میں استاد
صاحب بھی واپس آگئے اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت شاہ سکندرؒ کی خاطر داری
کے لیے فرشتے ان کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ استاد کو سخت حیرت
ہوئی اور آخرکار انہوں نے تعلیم کے طور پر ارشاد کیا:
"صاحبزادے! آپ کو کھیل کود کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ آپ کو
چاہیئے کمالات ظاہری و باطنی کی تحصیل میں مساعی جمیلہ کو استعمال فرمائیں۔"
آپ اس بات کو سن کر چپ ہو گئے اور پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ دوبارہ
کسی ضرورت سے استاد صاحب مکتب سے باہر نکلے تو راہ میں ایک
خوفناک شیر نے انہیں آگھیرا۔ معلم صاحب دل تو تھے ہی۔ اس کا باعث
یاد کر کے عاجزی اور فروتنی کرنے لگے۔ اور شیر کے چنگل سے چھٹکارا
پاکر تمام قصہ حضرت کی خدمت میں گزارش کیا اور اس کے ساتھ ہی عرض
کی کہ سیدی صاحبزادے کا معاملہ ہمارے سمجھانے سے باہر ہے۔
مجھے خوف ہے مبادا مجھ سے ان کی شان میں گستاخی کا صدور ہو جائے۔
اور اس کی شامت میں مجھ کو مبتلا ہونا پڑے۔ اگر بندے کو اس معلمی

کی خدمت سے معاف فرمائیں تو حضور کا کرم ہو گا۔
حضرت نے فرمایا:
"اگرچہ اس بچے کے معلم خداوند پاک اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں لیکن یہ خدمت بظاہر تمہارے حوالے کی گئی ہے تمہیں واجب
ہے اس پر سختی نہ کرو۔"
حضرت شاہ سکندرؒ بچپن ہی کے زمانے میں ایک دن اپنے جدِ امجد کے
حضور میں حاضر ہوئے اور ان کی کلاہ (ٹوپی) اٹھا کر اپنے سر پر پہن
لی۔ حضرت نے اس بات کو ملاحظہ فرما کر ارشاد کیا:
"میرے فرزند! مجھے تمنا تھی کہ چند روز تمہارے دیدار سے مسرت
حاصل کرتا لیکن جب کہ تم نے اس معاملہ میں عجلت کر دی تو اسی وقت
خلافت قادریہ کا خلعت تمہارے قدِ زیبا پر پہنا کر تمہیں مبارکباد
دیتا ہوں۔"
چنانچہ اسی وقت سے ارشاد و ہدایت کی مسند نے حضرت شاہ سکندرؒ کے
وجود باوجود سے رونق حاصل کی اور نیابت غوث پاکؓ کی میراث جو کہ ان
کے جدِ بزرگوار کا خاصہ تھا ان کے قبضۂ تصرف میں آگئی اور اکناف عالم میں
ان کی شخصیت کا ڈنکا بجنے لگا۔
ایک بار حضرت (شاہ سکندرؒ) شکار کے لیے نکلے تھے حضرت شیخ احمد فاروقی
(مجدد الف ثانی سرہندی) با اصرار آپ کو اپنے مکان پر لے گئے۔ حضرت
نے فرمایا:
"اے شیخ احمد! ہمارے شکاری کتے راستے کی گرمی سے بیتاب ہو
رہے ہیں۔ ان کو نہلا دو۔"

عرض کیا:

"بہت خوب!"

اور امتثالِ امر کر دیا۔

حضرت نے خوش ہو کر فرمایا:

"شیخ احمد! تم نے ہمارے کتوں کو گرد اور گرمی سے پاک کیا ہے، ہم تمہارے دل کو وہم غیریت سے مبرّا کیے دیتے ہیں!"

ایک روز حضرت شاہ سکندرؒ سرہند میں تشریف لائے اور حضرت شیخ احمد سے ارشاد کیا کہ:

"کسی شخص عالم کو ہمارے سامنے کر دو۔ قصیدہ بردہ کے بعض الفاظ کی صحت اس سے کروں گا۔"

انہوں نے شیخ محمد طاہر کو حاضرِ خدمت کیا۔

وہ آپ کے ہمراہ رکاب قریۂ کیتھل میں وارد ہوئے اور قصیدہ لکھ کر پیش کیا۔

حضرت نے قصیدہ اپنے دستِ مبارک میں لے کر پہلے شعر کو غلط اور خلافِ قاعدہ پڑھنا شروع کیا۔

شیخ محمد طاہر نے روکا اور قاعدہ نحو کی عرض کیا۔

آپ اس قاعدے کو سن کر جلال میں آ گئے اور فرمایا:

"شیخ! تو قصیدہ کو صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتا۔"

شیخ طاہر پر بے ہوشی کی حالت طاری ہوئی اور تین روز بے ہوش رہے۔

تیسرے روز آپ نے دستِ شفقت ان کے سر پر پھیرا اور قطبیت

لاہور کی عطا فرمائی۔

واضح ہو یہ روایات منقولہ حضرات کیتھل کی مرسلہ عبارات ہیں جو کہ نسباً اولادِ امجاد حضرات موصوف الصدر سے کیتھل میں موجود ہیں۔ اپنی خاندانی کتابوں سے نقل کر کے بھیجے ہیں۔

(متبرک حالات ص٢٢١ تا ص٢٢٦)

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

باب پنجم

مکاشفات

(۱) (از مؤلف)

دار العلوم ندوۃ العلماء کے آخری درجہ فضیلت میں تصوف کی کتاب "طبقات" داخل تھی۔ ہم لوگوں کو اس کا درس حضرت مولانا حفیظ اللہ صاحب اعظمی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ دیتے تھے جو معقولات کے بے نظیر عالم تھے۔ حضرت مولانا ابوالحسنات عبد الحئی فرنگی محل کے ممتاز تلامذہ تھے۔ نواب کلب علی خاں والیٔ رام پور کے دربار میں مرکزِ معقولات خیر آباد کے مسند نشین علامہ پر فائق ہو کر مدرسۂ عالیہ رام پور کے پرنسپل ہو گئے تھے۔ اساتذہ درس نظامی کے درمیان ان کا یہ خصوصی امتیاز مشہور و معروف تھا۔ انہوں نے فن ہیئت کی کتاب "تصریح الافلاک" کا بے مثال حاشیہ لکھا ہے۔ مسلکاً اہلِ حدیث تھے۔

اثنائے درس میں ہم لوگوں سے مولانا ممدوح نے فرمایا:

"میں کسی صوفی کا قائل نہیں ہوا۔ صرف مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کا قائل ہوا ہوں۔ وہ بھی اس طرح کہ جب میں مولانا عبد الحئی فرنگی محل سے آخری کتابیں پڑھ رہا تھا۔ مولانا گنج مراد آبادی کی بہمہ وجوہ اتباع سنت

میں بڑی شہرت تھی۔ میرا اور میرے ایک رفیق کا یہ اعتقاد تھا کہ پیری
مریدی کرنے والا متبع سنت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہم دونوں نے مولانا
گنج مرادآبادی سے بحث کرنے کے لئے گنج مرادآباد کا سفر کیا۔ مئی
کا مہینہ تھا۔ شدید گرمی تھی۔ ظہر کی نماز ہم دونوں نے گنج مرادآباد سے
چار میل پہلے قصبہ بانگر مئو کی لب سڑک مسجد میں پڑھی۔ پھر وہیں آرام
کیا۔ مسجد کی ایک جانب باغ میں چماروں کی بارات مقیم تھی۔ ایک مرد زنانہ
لباس میں اور ایک مرد یورپین ڈریس میں ڈھولکی بجا کر رقص کر رہے
تھے۔ ہم دونوں مسجد کی فصیل سے دیر تک اس منظر کو دیکھتے رہے۔
عصر کی نماز کے بعد ایسے وقت وہاں سے روانہ ہوئے کہ بعد مغرب گنج
مرادآباد پہنچے۔

حضرت کی مسجد میں داخل ہونے لگے تو حضرت کے حجرہ سے آواز آئی:
"نکالو ان بے ہودوں کو۔ الف ب آتی نہیں۔ بحث کرنے چلے ہیں۔ کیا
بعد مغرب کسی کا مہمان ہونا بھی سنت ہے؟ کیا مسجد میں کھڑے ہو کر
سراپا لغو رقص کا نظارہ کرنا بھی سنت ہے؟"
ہم دونوں اس مکاشفہ کو دیکھ کر سہم گئے۔ ہم دونوں نے معافی مانگی
اور توبہ کی۔

(ضیاء البدر ص ۲۲)

(۲) (از مؤلف)

ایک دن میں نے حضرت پیر و مرشد سید بدر علی شاہ سے عرض کیا:
"میرے والد ماجد حضرت مولانا فضل رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ پہلی
دو بیویوں سے کوئی اولاد زندہ نہیں بچتی تھی۔ ان کے ایک لڑکے عبدالرحمٰن

نامی نے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا تھا لیکن والد صاحب
مرحوم نے ان سے کہا:
"تم حافظ قرآن ہوتے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی۔"
چنانچہ انہوں نے صرف ایک سال میں پورا قرآن مجید یاد کر کے سنا دیا۔ جس
دن انہوں نے سنایا۔ اسی دن اللہ کی مرضی اچانک ان کا انتقال ہو گیا۔
ان کے غم میں وہ تیسری شادی کرنے سے انکار کرتے تھے۔
میری دادی مرحومہ نے حضرت مولانا ممدوح سے شکایت کی کیونکہ وہ
ان کے اکلوتے لڑکے تھے۔ والد ماجد حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر
ہوئے تو ان سے مولانا نے فرمایا:
"تم ماں کا کہنا نہیں مانتے۔"
انہوں نے عرض کیا:
"ماں کے حکم سے کیونکر باہر ہو سکتا ہوں؟"
فرمایا:
"ان کے کہنے سے شادی کیوں نہیں کرتے؟"
میرے والد نے عرض کیا:
"شادی تو میں نہ کروں گا۔"
حضرت مولانا کو جلال آگیا اور فرمایا:
"تم نے حکم قطعی لگا دیا۔ انشاء اللہ بھی نہیں کہا۔ سنو! تمہاری شادی دریاباد
میں مولوی حافظ سید محمود علی صاحب کی لڑکی سے ہوگی اور اس سے کئی
اولادیں ہوں گی جن میں سے دو لڑکے زندہ رہیں گے۔ بڑے کا نام
غفور احمد اور چھوٹے کا نام غفار احمد میں نے رکھا۔ چھوٹا عالم دین ہوگا

اور بڑا مجذوب درویش "۔

اس پر والد مرحوم نے سوال کیا،

"حضرت! اجمیر کیا ہو گا؟"

حضرت مولانا خاموش ہو گئے۔

یہ واقعہ بیان کر کے میں نے عرض کیا:

"حضرت! واللہ اعلم بالصواب"

آپ نے فرمایا:

"بالکل صحیح ہے۔ تعجب کی کیا بات؟ ان کے غلاموں نے اس قسم کی باتیں کی ہیں۔ کیا تم نے جمیل کے لڑکے عبدالباری کا قصہ نہیں سنا؟"

میں نے عرض کیا،

"سنا ہے تقریباً ۴۰ سال کی عمر میں رائے بریلی میں جمیل بھائی کے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے تھے۔ دونوں انتقال کر گئے۔ جمیل بھائی اپنی عمر کے پیش نظر بے حد غمگین تھے۔ حضرت قبلہ بدر علی شاہ تشریف فرما تھے۔ آپ نے جمیل بھائی سے فرمایا،

"مولوی ملال نہ کرو۔ تمہارے لڑکا ہو گا۔ میں نے اس کا نام عبدالباری رکھا"۔

چنانچہ اس حادثہ کے تیرہ مہینے کے بعد عبدالباری کی ولادت ہوئی۔

(ضیاء الہدیٰ ص ۱۱۵)

(۳) مولانا سید تجمل حسین صاحب محدث ساکن دسنہ ضلع پٹنہ فرماتے ہیں۔

میرے لئے کھانا ڈلیا میں آیا تو مجھ کو نفاست کے خلاف معلوم ہوا۔ حضرت قبلہ کو کشف باطنی سے علم ہو گیا تو مجھ کو طلب فرما کر فرمایا:

"امام شافعیؒ کے نزدیک چینی کے برتنوں میں کھانا کھانا مکروہ ہے"؟

(کمالات رحمانی ص ۲۳)

(۴) مولانا محمد احسن بہاری نے بیان کیا،

ایک دن تہجد کے وقت میں حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ لوگ بزرگان دین کا ذکر فرما رہے تھے۔ مجھ کو خیال ہوا کہ یہ وقت نماز تہجد کا ہے۔ لوگ آپ کو ستاتے ہیں"۔

فوراً حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا:

"بزرگان دین کا ذکر بھی تہجد سے کم نہیں ہے"؟

آپ کو کشف سے میرا خیال معلوم ہو گیا تھا۔

(کمالات رحمانی ص ۲۳)

(۵) حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی جن کی نظیر ہندوستان میں نہیں ملتی۔ حضرت قبلہ کی خدمت میں آئے۔ آپ بہت خوش ہوئے، اور فرمایا:

"تم ہماری چارپائی پر بیٹھو۔ تم نے ہدایہ کا حاشیہ لکھا ہے۔ بھلا یہ تو بتاؤ تم نے راستہ میں قصر کی نماز کیوں نہیں پڑھی"؟

مولانا کو بڑا تعجب ہوا کہ ہمارے اور خدا کے سوا کوئی نہیں تھا جو اس کو جانتا ہو کہ ہم نے کے رکعت پڑھی ہے۔ بے شک حضرت قبلہ کو کشف ہوا ہے۔

مولانا نے عرض کیا:

"ہم لکھنؤ سے سندیلہ کا ارادہ کر کے چلے۔ پھر سندیلہ سے ارادہ آپ کی خدمت میں حاضری کا کر لیا۔ دونوں سفر الگ الگ ہوئے اور قصر لازم نہیں ہوا"۔

حضرت قبلہ نے فرمایا:
"تم تو بڑے تخمص ہو بخشیؒ ہدایہ مجھ کو پڑھے ہوئے ساٹھ ستر (۶۰،۷۰)
برس ہوئے، مگر مجھ کو یاد ہے۔ دو سفر جوڑنے سے اگر قابل قصر ہو
تو قصر کرنا چاہیے۔"

مولانا عبدالحی صاحب فرماتے تھے۔ فرنگی محل آکر مسئلہ دیکھا تو فتویٰ حضرت
قبلہ کے ارشاد کے مطابق ملا۔

(کمالات رحمانی ص۴۴)

(۶) حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد علی محدث سہارنپوری آپ کی خدمت میں آئے۔
آپ بہت خوش ہوئے۔ وہ بھی حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی
کے شاگرد تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں بخاری شریف پیش کی جس
کو انہوں نے بڑے اہتمام سے چھپوایا تھا۔
حضرت قبلہ نے فوراً دیکھتے ہی ایک ایک ورق الٹ کر غلطیاں بتائیں
چنانچہ مولانا احمد علی صاحب نے سہارنپور پہنچ کر اغلاط نامہ شائع
کیا۔

(کمالات رحمانی ص۴۹)

(۷) حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیریؒ نے فرمایا:
ایک مرتبہ میں حضرت قبلہ کے پاس حاضر تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا:
"کعبہ یہاں حاضر ہے۔"

(کمالات رحمانی ص۵۶)

(۸) مولوی لطف اللہ صاحب، جو مولوی محمد شاہ صاحب محدث رام پوری
کے ہمراہ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی حکیم عظمت حسین

سے بحث شروع ہوئی کہ انسان کو عاشق خدا کہنا منع ہے۔ دونوں لڑتے
ہوئے حضرت قبلہ کی خدمت میں آئے۔ حضرت کو کشف باطنی سے تمام
بحث کا حال معلوم ہو گیا تھا۔
آپ نے دونوں کو دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا:

عاشقاں را روزِ محشر با قیامت کار نیست
کارِ عاشق جز تماشائے جمالِ یار نیست

(کمالاتِ رحمانی ص۶۸)

(۹) حضرت قبلہ نے مولوی عظمت حسین صاحب اور دیگر اہلِ مجلس سے فرمایا:
"ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت شاہ محمد آفاق صاحبؒ فاقہ کی بہت تکلیف پیش آئی۔
ہم اس زمانے میں پڑھتے تھے اور میں شاہ محمد آفاقؒ کی خدمت میں حاضر
ہوا کرتا تھا۔ کئی فاقے ہو چکے تھے اور دیگر اہلِ خانقاہ کو بھی فاقہ تھا۔
ہم کو خبر ہو گئی۔ کسی طرح کا کچھ سامان کر کے آپ کی خدمت میں لے گئے۔
آپ بہت خوش ہوئے۔
معلوم ہوا چھ روز یا چھ وقت سے فاقہ ہے۔ بھنگن روز پاخانہ
جھانک کر چلی جاتی تھی اور گھبراتی تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ۶-۶ روز
پاخانہ ہی کسی کو نہیں ہوا۔
مصنف کمالات رحمانی فرماتے ہیں کہ:
حضرت قبلہ نے یہ واقعہ میرے سامنے فرما کر یہ بھی فرمایا تھا کہ
اعلیٰ حضرت نے خادم سے فرمایا:
"یہ پیٹ کہتی ہے کہ اگر ہم کو پیسے پر گھس دو تو سونا ہو جائے۔"
فرمایا:

"پیسے پر لگیں دو اور ناچ لے آؤ مگر دیکھو خبردار! پھر نہ چھونا۔"

(کمالات رحمانی ص۶۹)

(۱۰) جس سال حضرت قبلہ کا وصال ہوا۔ میں (تجمل حسین) رمضان شریف میں گنج مراد آباد حاضر ہوا۔

۲۷ کی شب کو آپ نے فرمایا:

"آج کی رات بہت مبارک ہے۔ دعا قبول ہوتی ہے۔"

ہم لوگوں نے سمجھا آج کی رات شب قدر ہے۔ آخر رات میں میں استنجاء کے لئے باہر نکلا۔ ترشح ہونے لگا۔ مجھے یقین ہوگیا آج شب قدر ہے۔ حضرت قبلہ نے پہلے سے شب قدر ہونے کی خبر دی تھی۔

صبح حضرت قبلہ نے فرمایا:

"الحمد للہ! اس زمانے میں ایسے لوگ ہیں، جن سے رمضان شریف ملنے کو آتے ہیں۔"

میں نے اپنے استاد مولانا عبدالوسیع صاحب سعدی پوری دربھنگوی سے اس واقعہ کو بیان کیا۔

وہ فرمانے لگے:

"آپ نے یہ خبر دی ہے کہ یہ میرا آخری سال ہے۔ رمضان شریف بھی رخصت ہونے کو آئے۔"

چنانچہ اسی سال آپ کا انتقال ہوگیا۔

(کمالات رحمانی ص۱۲۲)

(۱۱) مولانا محمد فاروق صاحب فرماتے ہیں:

جب ہم مراد آباد پہنچے تو مسجد میں بیٹھے تھے اور حضرت قبلہ بہت دور پہ بیٹھے، ہماری باتوں کو سننا ان کو نا ممکن تھا۔

ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ مسجد میں تو ہم حاضر ہیں۔ اذان کا جواب ہم پر واجب نہیں۔

حضرت مسجد کے اندر سے صحن مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا:

"اذان کا جواب اگر واجب نہ تھا تو کیا مستحب بھی نہ تھا؟"

اور اذان کی فضیلت بہت دیر تک بیان فرما کر نماز کی تکبیر شروع کرائی۔

(کمالات رحمانی ص۱۲۷)

(۱۲) چونکہ کشف سے حضرت قبلہ کو معلوم ہوا کہ تجمل حسین مرید تو ہم سے ہوئے مگر وظائف کی تعلیم دوسرے مشائخ سے لیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ارشاد ہوا کہ:

"تم ایک صوفی کے کہنے سے (اللہ الصمد پانچ سو مرتبہ) پڑھتے ہو۔ یہ حدیث میں نہیں آیا ہے (قل ھو اللہ احد اللہ الصمد) البتہ آیا ہے۔"

پھر ہم نے بہت سی دعاؤں کی خصوصاً پنج سورہ کی اجازت مانگی۔

آپ نے فرمایا:

"ہم تم کو پڑھنے سے منع نہیں کرتے۔ ذکر اس کا ہے کہ حدیث میں نہیں ہے۔ آخر پنج سورہ تو قرآن ہے۔"

(کمالات رحمانی ص۱۲۷)

(۱۳) اب میرا (تجمل حسین) کا بیعت کا جو عزم ہوا تو مجھ کو عقیدت اور غلامی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیو بند سے تھی۔ میرے

دل میں خیال آیا:

"معلوم نہیں حضرت قبلہ کا مولانا محمد قاسم کے متعلق کیا خیال ہے؟ اگر ان کو بھی صحیح سمجھتے ہوں تو انہیں مرید ہو جاؤں"

آپ کو کشف سے معلوم ہوا۔

آپ نے حضرت مولانا قاسم کی تعریف کی۔ اس کم سنی میں ان کو ولایت ہو گئی اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کی بھی تعریف کی۔ ان کے دل میں ایک نور الٰہی ہے جس کو ولایت کہتے ہیں"

حضرت مولانا مونگیری نے بھی اس روایت کی تصدیق کی ہے۔ المختصر جیسے جیسے ہم کو خطرات (دل کے خیالات) ہونے گئے، جواب دیئے گئے۔ یہ بھی فرمایا:

"حاجی شاہ امداد اللہ پہلے ہمارے پیر بھائی مولوی شاہ نصیر الدین کے مرید تھے"

اور یہ بھی فرمایا کہ:

"بعض بات کہنے کی نہیں ہے۔ مولانا نصیر الدین دہلوی نے مجھ سے بھی توجہ لی ہے"

یہ بھی فرمایا:

"ابھی ابھی حاجی امداد اللہ مجھ سے توجہ لے کر گئے ہیں۔

(کمالات رحمانی ص ۱۳۶)

(۱۴) ارشاد ہوا:

باخانہ سے جب آوے تو مٹی سے ہاتھ دھووے"

فقیر کو (مولانا تجمل حسین کو) اس مسئلہ میں تردد ہوا کہ وضع ہندوانہ ہے۔

آپ کو کشف سے ہمارے دل کے خیال پر اطلاع ہو گئی۔

آپ نے مسجد میں پوچھا:

"تم حدیث پڑھے ہوئے ہو۔ بھلا بتاؤ حدیث میں کہیں آیا ہے یا نہیں کہ جب پاخانہ سے آوے تو مٹی سے ہاتھ دھووے"

عرض کیا:

"جی نہیں"

آپ نے نسائی (حدیث کی کتاب) ہم کو دی۔ اس میں بالکل نکل آیا۔ ہم نادم ہوئے۔

(کمالات رحمانی ص ۱۵۶)

(۱۵) ایک بار میاں خدا بخش عطار کو جو مرد صالح ہیں۔ مولانا مونگیری نے گنج مراد اپنے مرشد کے پاس ایک خط اور ایک کتاب دے کر روانہ فرمایا اور یہ فرمایا:

"بہت جلد ریل سے اتر کر پیادہ پا چلے جاؤ"

مگر راہ میں عطار صاحب کی مقدس صورت دیکھ کر کسی نے گھوڑے پر چڑھا لیا۔ گھوڑا جو بگڑا تو کانٹے پر گرا دیا۔

جب یہ پہنچے تو حضرت قبلہ نے فرمایا:

"تم تھکے ۔۔۔ آئے پھر سوار ہو"

اور فرمایا:

"بڑے کا کہنا جب کوئی نہیں مانتا ہے تب گھوڑا کانٹے پر ڈال دیتا ہے"

(کمالات رحمانی ص ۱۴۷)

(۱۶) ہمارے حضرت نے حضرت شاہ غلام علیؒ صاحب کو بھی دیکھا ہے اور شاہ
احمد سعید صاحب اور ہمارے حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی
سے حدیث پڑھنے میں ہم سبق تھے۔ ان کے بھائی شاہ عبدالغنی صاحب،
حضرت شاہ آفاقؒ کے داماد تھے۔ دونوں حضرت شاہ آفاقؒ صاحب کی خدمت
میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ نماز کے وقت حضرت شاہ آفاقؒ ہمارے حضرت
کے پیچھے اقتداء فرمایا کرتے تھے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب ہمارے حضرت سترہ ۱۷ برس کی عمر میں دہلی گئے
تھے اور حضرت شاہ آفاقؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ ان کو اندرون
خانہ لے گئے تھے اور اپنی بیٹی صاحبہ اور داماد سے فرمایا تھا:
"ان کو نذر دو۔"

حضرت شاہ آفاقؒ جملہ کمالات باطن میں بے مثال تھے۔ آپ کو کشف سے
معلوم ہو گیا تھا کہ ان کا یہ رتبہ ہو گا۔

(نور احمدی ص۲۵-۲۶)

(۱۷) ۱۸۵۷ء میں شاہ غلام رسول صاحب نے فرمایا:
"اب انگریزوں کا یہاں سے قدم اٹھا۔"
ہمارے حضرت نے کہا:
"آپ اور غور کریں، بلکہ جم گیا۔"
یہ کہہ کر حضرت وہاں سے چلے آئے۔
شاہ صاحب نے مزید غور و خوض کیا تو ہمارے حضرت کا مشاہدہ صحیح معلوم
ہوا۔
اسی وقت آدمی بھیج کر بلایا اور فرمایا:

"بے شک تمہارا مکاشفہ صحیح ہے۔"
اور فرمایا کرتے تھے کہ:
"یہ ایک آفتاب ہے جو مشرق سے مغرب تک چمکے گا۔"

(نور احمدی ص۲۹)

(۱۸) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا:
"محمد شاہ بادشاہ دہلی نے انتقال کے وقت کہا:
"مجھ سے کوئی ایسا عمل نہیں ہوا جس سے مغفرت کی امید ہو۔ مجھ کو سلطان جی
کے دائرہ میں دفن کرنا تاکہ ان کی وجہ سے بخش دیا جاؤں۔"
ایک صاحب کشف بزرگ نے دیکھا،
محمد شاہ پر عذاب کے فرشتے نازل ہوئے اور سلطان جی شامل رہے ہیں
اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں:
"یہ شخص یہاں میری وجہ سے آیا ہے اس پر تو اپنی رحمت نازل کر۔"
پھر دیکھا،
رحمت کے فرشتے آ گئے اور محمد شاہ بخش دیا گیا۔

(حسن معاملہ ص۹۶)

(۱۹) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا:
جب حضرت شاہ عبدالقادر پسر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا
انتقال ہوا تو ایک صاحب کشف بزرگ نے کہا کہ جو کوئی ان کے آس
پاس پانچ کوس تک دفن ہو گا وہ بخشش دیا جائے گا۔"

(حسن معاملہ ص۹۸)

(۲۰) حضرت پیر و مرشد نے فرمایا:

حضرت شاہ غلام علیؒ صاحب جب دفن ہوئے۔ منکر نکیر آئے۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

"ایک توجہ تو لیتے جاؤ۔"

اور توجہ فرمائی:

وہ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیتے ہوئے چلے گئے۔

(حسن معاملہ ص ۹۸)

(۲۱) حضرت پیرو مرشد نے فرمایا:

حضرت شاہ آفاقؒ کے (دوسری جگہ تصحیح ہے حضرت شاہ ضیاء اللہ کے) ایک مرید کی طبیعت میں مذاق بہت تھے۔ وہ کہتے تھے میں قبر میں منکر نکیر سے بھی مذاق کروں گا۔

جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت قبلہ اور حضرت خلیفہ اعظم علی شاہ صاحب وغیرہ ان کے مزار کے گرد مراقب ہوئے۔ منکر نکیر آئے۔ انہوں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا:

"تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟"

کہا:

"ہم فرشتے ہیں۔ آسمان سے آئے ہیں۔"

کہا:

"آسمان یہاں سے کتنی دور ہے؟"

انہوں نے کہا:

"پانچ سو برس کی راہ ہے۔"

آپ نے کہا:

"پھر کیا پوچھتے ہو؟"

انہوں نے سوال کیا۔

کہا تم کو شرم نہیں آتی تم پانچ سو برس کی راہ طے کر کے آئے اور خدا کو نہ بھولے۔ میں ایک گز زمین طے کر کے آیا ہوں، خدا کو بھول گیا؟

بس وہ چلے گئے۔

(حسن معاملہ ص ۹۹)

(۲۲) حضرت نے فرمایا:

ہم نے غدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، تشریف لائے اور فرمایا:

"تم کچھ فکر نہ کرو۔"

بس اطمینان ہو گیا۔

(حسن معاملہ ص ۹۹)

(۲۳) حضرت نے فرمایا:

میں ایک مرید کو توجہ دے رہا تھا۔ ایک درویش بھی آ کر مراقب ہو گئے اسی وقت ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضوری ہو گئی وہ بہت معتقد ہوئے۔

(حسن معاملہ ص ۹۹)

(۲۴) حضرت نے فرمایا:

یہاں ایسے ایسے مجذوب جن کے جذب کو شاہ غلام رسول مانتے تھے، آئے ان کا جذب جاتا رہا۔ انہوں نے وضو کر کے میرے پیچھے نماز

پڑھی۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، فرماتے ہیں:

"تمہاری نسبت کے آگے ان کی کیا حقیقت ہے؟"

(حسنِ معاملہ صـــ۱۰۱ـــ)

(۲۵) حضرت شاہ محمد آفاق رحؒ، ابو سعید رحؒ کو اپنا بیٹا فرماتے تھے۔ جب ٹونک میں ان کا انتقال ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔

لوگوں نے پوچھا:

فرمایا:

"سُن لوگے!"

پھر معلوم ہوا اسی وقت ان کا انتقال ہوا تھا۔

(وادیٔ الفت صـــ۱۸۳ـــ)

(۲۶) ایک عورت حضرت قبلہ کی مرید تھی۔ اس کا انتقال ہوگیا۔ آپ کو ایک بزرگ نے مکاشفہ میں خبر دی کہ اس نے قبر میں سوال کے وقت کہا کہ:

"میں ان کی مرید ہوں۔"

اس پر وہ بخش دی گئی۔

(عرصۂ ظہور صـــ۱۸۷ـــ)

(۲۷) حضرت قبلہ نے فرمایا:

میں نے دیکھا کہ میں حضرت امام اعظم رضؓ کے پاس بیٹھا ہوں۔ پھر کر دیکھا تو امام شافعی میرے پیچھے بیٹھے تھے۔

میں نے کہا:

"حضرت! یہاں بیٹھیے!"

فرمایا:

"نہیں، بیٹھو رہو۔"

پھر جب میں وہاں سے چلا تو امام شافعی مجھ کو گھر تک پہنچا گئے۔

(صحیفۂ راز صـــ۱۹۷ـــ)

(۲۸) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ کا مطبوعہ ملفوظ ہے:

"اس زمانہ میں وہ بزرگ جن کو چوبیس (۲۴) گھنٹے کشف رہتا ہے، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی ہیں۔"

(از مؤلف)

(۲۹) راقم الحروف (تجمل حسین) ایک بار مرادآباد شریف میں حاضر ہوا تو حضرت قبلہ کو حقہ پیا اور رنباکو خمیرہ خوشبو دار پیتے دیکھا۔

مجھ کو رنج ہوا کہ اتنا بڑا محدث متقی حقہ نوش فرمائے۔

آپ کو کشف باطنی سے معلوم ہوا کہ مجھ کو خلاف طبع ہوا۔ وہاں بہت سے مولوی تھے مگر حضرت قبلہ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"ایک بڑے بزرگ نے اجازت دی ہے۔ اس لئے کہ میں مریض ہوں۔ معذور نہیں بلکہ معتذر ہوں۔"

میں نے وطن آکر مولانا عبدالحیٔ صاحب فرنگی محلی کے رسالہ کو جو حقہ کے مسئلہ میں ہے، دیکھا تو حضرت قبلہ کے حقہ کے لئے شرط جواز میں اعلیٰ درجہ کی باتیں پائی گئیں۔

(کمالات رحمانی صـــ۴۳ـــ)

(۳۰) ایک مرتبہ قرآن شریف کا ترجمہ ہو رہا تھا۔ متقیوں کا ذکر آیا، حضرت قبلہ نے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرمایا کہ خدا نے تقوے کے سبب ایسا مرتبہ دیا تھا کہ آپ کے جلسۂ درس میں ایک باغیرت طالب علم

کو پاخانے کی حاجت ہوئی تو آپ نے کشف سے دریافت کر کے ایک

بے غیرت طالب علم کو فرمایا :

" جاؤ ! پاخانے پھر آؤ ۔"

اس کے پیٹ کا پاخانہ اس کے پیٹ میں چلا گیا ۔

(کمالات رحمانی ص۸۴)

(۳۱) حضرت قبلہ نے احمد میاں کی والدہ کا ذکر فرمایا کہ :

ہم اور وہ بیٹھے تھے ۔ ہم نے آنکھوں سے بیداری میں پیغمبر علیہ السلام

کو دیکھا ، وہ خوف سے کوٹھری کے اندر گھس گئیں ۔

راقم الحروف (تجمل حسین) کے دل میں کچھ وسوسہ آیا ۔ آپ کو مکاشفہ کے

سے معلوم ہوا ۔

بڑے جلال میں آ کر فرمایا :

بعض بات کہنے کی نہیں ہوتی ہے ، کسی سے کہنا نہیں ۔ (اس طرح کا جملہ

اکثر فرما دیتے تھے) ۔ پھر کیف فرمایا :

" درود کی کثرت وہ چیز ہے کہ جنابت کی حالت میں ہم نے حضرت

پیغمبر علیہ السلام کی زیارت کی ہے ۔"

(کمالات رحمانی ص۸۵)

(۳۲) راقم الحروف (تجمل حسین) ایک بار حاضر ہوا ۔

ارشاد ہوا :

" تم ہمارے لئے آم نہیں لائے ۔"

عرض کیا :

" اس کی فصل اس وقت نہیں ہے ۔"

ارشاد ہوا :

" کیوں اسٹیشن پر کوئی تم کو آم ملا نہ تھا ۔ میاں ! آم کھانے سے قبض رفع

ہو جاتی ہے ۔"

عرض کیا :

" حضرت یاد آیا ۔ ملا تھا ۔ مگر ایک آم کا آٹھ آنہ مانگتا تھا ۔"

آپ نے فرمایا :

" خیر تم نے نہیں لیا ۔ ہم تم کو آم کھلا دیں گے ۔ دو ٹوکرا آم چلا آتا

ہے ۔"

واقعی آیا اور ہم نے خوب کھایا ۔

(کمالات رحمانی ص۹۹)

(۳۳) مولانا عبد السلام صاحب مونگیری اور حاجی تراب صاحب رئیس

مونگیر اور ایک اہل حدیث گنج مراد آباد کے لئے روانہ ہوئے ۔

اہل حدیث کی انگلی ۔۔ ریل میں پس گئی اور اس سے خون بہنے لگا ۔

مگر انہوں نے جدید وضو نہیں کیا ۔

حاجی تراب نے ان سے کہا :

" سیلان خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔"

انہوں نے جنگ صحابہ رض کی مثال دی ۔

آخر یہ طے ہوا کہ مولانا فضل رحمان اگر صاحب کشف ہیں تو ذکر کیے

بغیر مسئلہ کا فیصلہ کر دیں ۔

جب یہ حضرات حضرت قبلہ کے پاس پہنچے تو ان بزرگ کی نسبت

دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا :

"معلوم ہوا تم بزرگ ہو۔ چلو مسجد میں ٹھہرو اور وہ تین چیزیں جو ہمارے لئے لائے ہو، کہاں ہیں؟"

انہوں نے کہا:

"صابون تھا اور تھا کو اور تھان جو صندوق میں ریل سے آتا ہے بینڈیلہ سے بھیجیں گے۔"

پھر حاجی تراب صاحب کو مخاطب کر کے کہا:

"بھلا ایک مسئلہ تو بتاؤ، اگر کسی کا ہاتھ پس جائے اور خون بہہ جائے تو وضو باقی رہے گا یا نہیں؟"

حاجی تراب پر ایک بھوت سوار ہو گیا اور ان اہل حدیث سے لڑنے لگے:

"حضرت یہ غیر مقلد ہے، اس نے وضو نہیں کیا۔"

آپ نے اس غیر مقلد کو سمجھایا کہ جنگ کے مسئلہ میں عذر ہے۔ جنگ میں وضو اور نماز کا طور اور ہی ہے۔ اور عذر کی حالت میں سب معاف ہے۔ جنگ کی حالت میں صفوں کو کاٹ کر وضو کی مہلت کس طرح ملے گی۔

پھر آپ نے مولانا عبدالسلام کو درویشی کا طریقہ بتلایا۔

(کمالات رحمانی ص۱۰۰)

(۳۴) ایک بار درس حدیث شریف ہو رہا تھا۔ آپ نے بہت شور کر کے فرمایا:

"واجد علی شاہ بخشا گیا۔"

ہم نے عرض کیا:

"حضرت! اس کے مرنے کی خبر آئی نہیں اور پھر فسق و فجور کے علاوہ رافضی

ہونے کے بڑا عیاش تھا۔"

آپ نے فرمایا:

"مجلس تبرا میں شریک نہیں ہوتے تھے اور اس کو صحابہؓ سے محبت تھی۔"

جب ہم آپ سے رخصت ہو کر لکھنؤ پہنچے تو معلوم ہوا کلکتہ سے تار آیا ہے، واجد علی شاہ کا انتقال ہوا۔ یہ آپ کا کشف تھا۔

(کمالات رحمانی ص۱۰۱)

(۳۵) ہمارے گھر کی عورتیں ہمیشہ کہتی تھیں اپنی غربت کا تذکرہ حضرت قبلہ سے کرنا چاہیے، مگر حضرت کی صحبت کا اثر یہ تھا کہ دنیا ہم (تجمل حسین) بھول جاتے تھے۔

ایک بار ہمارے (تجمل حسین کے) گھر میں رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں کہ:

"بیس روپیہ کی مدرسی اور بیس ۲۰ روپے میں مرادآباد کا سفر کرنا ہوتا ہے۔ یہ سخت پریشانی کی بات ہے۔ اس دیار میں کوئی پیر تم کو نہیں ملتے تھے۔"

ہم کو یہ جہالت کی گفتگو پسند نہیں ہوئی۔ جب حضرت قبلہ کے یہاں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

"حجرہ میں چلو تم سے باتیں کریں۔"

حضور نے فرمایا:

"تم سے کچھ عورتوں نے بھی کہنے کو کہا تھا؟"

ہم نے عرض کیا:

"دنیا کی خواہش ہم نے آپ سے نہیں کی ہے۔ اب عورتوں نے گستاخانہ یہ کہا ہے اتنی دور تم نے مرشد کیا ہے کہ ایک مہینہ کا پورا مشاہرہ خرچ ہو جاتا ہے۔"

آپ خفا ہوئے اور بڑے جلال سے فرمایا:

"پھر تم کیوں آتے ہو؟"

ہم نے عرض کیا:

"بہتر! خدا کی تلاش کہیں اور کر لیں گے"

اور اٹھ کر چار قدم چلے۔ پھر حضرت قبلہ کی عادت تھی کہ اوپر جی سے کچھ سخت کہہ دیتے تھے پھر مشفقانہ لفظ فرماتے:

"اچھا خیر ادھر آؤ! گندھی کی دکان پر جانے سے کچھ نہ کچھ خوشبو آ ہی جاتی ہے کبھی کبھی آ جایا کرو اور آج کے روز سے جب تک تم مونگیر میں ہو تمہارا خرچ نہیں ہو گا۔"

واقعی یہی ہوا جس پر سنگین مقدمہ ہوتا تھا وہ دعا کرانے کو بیس[۲۰] روپیہ دیکر گنج مراد آباد بھیجتا تھا۔

پھر حضرت قبلہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"مریضوں کو دم کیا کرو اور جو کچھ کوئی دے لے لیا کرو۔"

خدا کی شان دیکھئے آمدنی قریب پچاس[۵۰] روپے کے ہو گئی۔

(کمالات رحمانی ص ۱۰۳)

(۳۶) اب سنیئے!

حضرت نے فرما دیا تھا تمہارا (تجمل حسین کا) کبھی خرچ نہ ہو گا۔ اہل مقدمہ بھیجنے لگے۔ مگر ایک مقدمہ ایسا پیش آیا کہ ڈپٹی عزیز الدین کے سررشتہ دار خاص محال کا دو ہزار روپیہ کھا گئے۔ جب ضلع کے کلکٹر کو معلوم ہوا تو وہ فوجداری سپرد کرنے کو آمادہ ہوا۔ ڈپٹی صاحب ایک بزرگ خاندان کے تھے۔ روپوش ہو گئے۔

تب شاہ ارادت حسین نے پچیس[۲۵] روپے دے کر ہم کو (تجمل حسین کو) روانہ کیا کہ دعا کرا دیجئے۔

حضرت قبلہ نے فرمایا: "وہ خود بنگال چلا جائے"

واقعی وہی ہوا۔ اس انگریز نے بلا کر قصور معاف کیا اور کہا:

"ہم حیران ہیں یکایک ہم کو ڈھاکہ جانے کا حکم کیوں ہوا؟" (کمالات رحمانی ص ۱۰۴)

۳۷۔ مولانا مونگیری فرماتے ہیں:

میرے ہمراہ مولانا عبد الغنی قائم گنجی اور مولانا احمد حسن کانپوری جو نصف ہندوستان کے استاد تھے۔ گنج مراد آباد گئے۔ پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی وہ دونوں خانقاہ کے اندر خوف سے نہیں گئے، دکان ہی رہ گیا۔ میں اندر گیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے۔ آپ نے مکاشفہ سے معلوم کر کے فرمایا۔

"تمہارے ساتھ جو لوگ تھے کہاں رہے؟"

وہ بلائے گئے، آپ نے مولانا احمد حسن سے فرمایا:

"ابھی شاہ امداد اللہ مجھ سے توجہ لے کر گئے ہیں" (کمالات رحمانی ص ۱۰۶)

۳۸۔ ایک بار لکھنؤ میں عید کے چاند ہونے میں اختلاف تھا حضرت قبلہ نے فرمایا:

"رمضان تو ہم سے رخصت ہو کر گیا ہے"

لکھنؤ کے نواب کو بڑا رنج ہوا کہ میری اجازت کے بغیر لوگوں کا روزہ کھلوا دیا۔ آپ کی سزا کی فکر میں ہوا۔ آخر چاروں سمت فوج کے سوار ۲۸ کوس تک دوڑائے معلوم ہوا ٹھیک چاند ہوا ہے۔

(کمالات رحمانی ص ۱۱۹)

۳۹۔ کلکشم کے رئیس اور حکیم تحریر فرماتے ہیں: ایک دن میں طالب ہی دل میں کہتا تھا اگر حضرت قبلہ کچھ اپنا الش عنایت فرماتے تو کیا اچھا ہوتا۔ میں عبد القادر کے مکان میں ٹھہرا تھا۔ یکایک ایک خادم صاحب آئے ہاتھ میں لکھنؤ کا کٹورہ جس میں حضرت قبلہ کی الش کی کھچڑی تھی۔ خادم صاحب نے فرمایا "لیجئے! حضرت قبلہ نے آپ کو کھانا کے لیے دیا ہے۔" میں تو یہی چاہتا تھا سب چٹ کر گیا۔ (کمالات رحمانی ص ۱۸۰)

۴۰۔ کلکشم کے رئیس حکیم نے تحریر کیا: حضرت قبلہ پلنگڑی پر خواب استراحت فرما رہے تھے میں سامنے بیٹھ کر پنکھا جھل رہا تھا۔ دل میں کہہ رہا تھا: "اگر حضرت قبلہ سے ہمیشہ رکھنے کے لیے کچھ تبرک مل جاتا تو بہتر ہوتا۔"

اچانک حضرت نے آنکھیں کھول دیں کلاہ مبارک سر اقدس سے دست مبارک میں لیکر فرمایا:

"اس کو تم سر پر رکھو دیکھو کیسا معلوم ہوتا ہے؟" میں نے بڑی تکریم کے ساتھ سر پر رکھ لیا۔ پھر دل میں کہنے لگا "اگر کرتہ بھی ہوتا تو خوب ہوتا!"

پھر اسی وقت ایک کرتہ بھی عنایت فرمایا پھر زنانہ خانہ سے منگا کر ایک پاجامہ بھی عنایت فرمایا۔

(کمالاتِ رحمانی صہ ۱۸)

(۴) پھر میں (مولانا محمد علی مونگیری) خان صاحب کے مکان پر حاضر ہوا۔
حضرت قبلہ نے دریافت فرمایا: "تم کس کی صحبت میں بیٹھے ہو؟"
میں نے عرض کیا:
"شاہ کرامت علی صاحب کی خدمت میں کچھ عرصہ تک حاضر ہوا ہوں"، آپ نے حسب معمول سر جھکا لیا اور تھوڑے تامل کے بعد فرمایا:
"بڑے شخص تھے"۔ (تذکرہ صہ ۹۹)

باب ششم

بشارات

(۱) خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤالدین محمد نقشبند کے طریقہ نقشبندیہ جاری ہوا۔ آپ کو حضرت عبدالخالق غجدوانی سے بھی بطریق اویسیت فیض پہنچا ہے۔ آپ کے ملفوظات میں ہے۔
مرا آں کرامت کردہ اند کہ بواسطہ من بلا برگردد، التجا بجا بکن حاجت روا بینی (در بہشت نروم تا یاران خورد ایں ایں مرام کینہ یاران من تا پنجاہ قدم شفاعت کند۔ سی سال است کہ آنچہ بہاؤالدین می گوید خدای کند۔

(شہرہ آفاق صہ ۱)

(ترجمہ) مجھ کو یہ کرامت دی گئی ہے کہ میرے واسطہ سے بلا دفع ہوتی ہے مجھ سے التجا کرو حاجت پوری ہوتے دیکھو گے۔ میں جب تک اپنے سلسلہ کے مریدوں کو ساتھ نہ لے لوں گا۔ بہشت میں نہیں جاؤں گا۔ میرا ادنیٰ مرید پچاس قدم تک سفارش کرے گا۔ ۳۰ سال ہوئے جو کچھ بھی بہاؤالدین کہتا ہے۔ خدا کر دیتا ہے۔"

(شہرہ آفاق صہ ۱)

(۲) حضرت مجدد الف ثانیؒ سے طریقہ مجددیہ کا ظہور ہوا۔ منجملہ آپ کے ملہمات کے یہ الہام ہے کہ
"غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ بِوَاسِطَۃٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ"
(ترجمہ) "میں نے تم کو بخش دیا اور قیامت کے دن تک ان سب کو بخش دیا ہے جنہوں نے بالواسطہ یا بلا واسطہ تمہارا وسیلہ میری طرف اختیار کیا"۔

(شہرہ آفاق صہ ۲)

(۳) مولانا سید محمد علی مونگیری نے فرمایا: ایک بار میں تردد میں تھا کہ انجام دیکھئے کیا ہو؟
حضرت نے مجھ سے فرمایا: "کیا تردد ہے؟ میں نے بیان کیا آپ نے فرمایا:" ایک بار مجھ کو بھی یہی تردد تھا، سو میں نے آنحضرت صلی اللہ کو دیکھا، فرماتے ہیں:
"تم کیا بلکہ جو تم سے محبت رکھے گا، اس کا بھی انجام بخیر ہوگا"۔ (اسرار محبت صہ ۲۱)

(۴) حضرت قبلہ سے حضرت پیرو مرشد نے نقل فرمایا:
جو کوئی اس مسجد میں قدم رکھے گا اس کی عاقبت بخیر ہوگی"۔ (اسرار محبت صہ ۲۱)

(۵) ایک بار معاملاتِ اخروی میں حضرت کے ساتھ سواری اور علم نمایاں ہوا اور بے شمار خلق آپ کے جلو میں رواں تھی۔ کسی نے کہا یہ گروہ رحمانی ہے۔
آواز آئی:
"جانے دو"۔ (وادی الفت صہ ۱۸۳)

(۶) حضرت قبلہ نے فرمایا:
میں نے حضرت مجددؒ کو دیکھا فرماتے ہیں: "تمہارے سبب سے ہزاروں بخشے جائیں گے"۔
(زوائد فوائد صہ ۲۱۲)

(۷) حضرت قبلہ نے فرمایا:
میں نے حضرت مصباح العاشقین کو دیکھا کہ حضرت مجددؒ سے فرماتے ہیں:
"تم نے ہمارا لڑکا چھین لیا ہے"۔ حضرت مجددؒ نے فرمایا: "اپنا اپنا مقسوم ہے"۔
(زوائد فوائد صہ ۲۱۲)

(۸) ۲۲، ربیع الاول کو وفات سے چند گھنٹے پہلے تین ۳ بجے دن کو دونوں ہاتھ اٹھا کر نہایت خشوع و خضوع سے حضرت قبلہ نے دعا مانگی۔
اے اللہ پاک!
آپ میرے جملہ مریدین و معتقدین، دوست، احباب، اعزہ اقارب کو دنیا میں خوش و خرم کھاتا کھلاتے رہیئے گا اور سب کا خاتمہ بخیر کیجئے گا۔ آمین، آمین، آمین
پھر چارپائی کے چاروں طرف دم فرمایا۔

"یہ بہشت، یہ بہشت، یہ بہشت"

پھر فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔"

سب لوگ درود شریف پڑھنے لگے۔

(تحفۂ عشاق فضل رحمانی)

(۹) مولانا نور محمد صاحب مدرس مدرسہ عربیہ فتح پور (پھوہ) فرماتے تھے: ایک بار مجھ کو اس کا تردد ہوا کہ حضرت کا مرتبہ عند اللہ بڑا عالیشان ہے تو آپ اعلیٰ درجہ کی بہشت میں رہیں گے وہاں ہماری گزر کیسے ہوگی؟

میں نے حضرت قبلہ سے ذکر کیا۔

میری خواہش ہے کہ آپ جس مقام پر بہشت میں رہیں وہاں یہ غلام بھی رہے۔

حضور نے تھوڑی دیر کے بعد یہ فرمایا کہ:

حضرت مولانا شاہ محمد آفاق رح کی دعا کے بعد رب العالمین کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ تمہارے (صوفیہ یعنی سلسلہ) کے جتنے مریدین ہوں گے، وہ سب بخشے جائیں گے۔"

(کمالات رحمانی ص ۶۲)

(۱۰) جس سال حضرت نے وصال فرمایا، عید کی نماز صحرا میں پڑھی۔ آپ میانے پر عیدگاہ تشریف لے گئے تھے، کہاروں کو ہٹا کر مریدوں نے کاندھا لگایا۔ ہر شخص چاہتا تھا میں سعادت سے مشرف ہو جاؤں۔ حضرت قبلہ نے سلام پھیر کر ہندی کا یہ شعر پڑھا۔

میں پیا کی پیا موری بھئی

پیا کو دیکھ لوبھا رہی

پھر آپ نے خطبہ پڑھا۔ لوٹتے وقت جب سواری مولانا عبدالکریم صاحب کی مسجد کے پاس پہنچی تب پوچھا: "مولوی عبدالکریم ہیں؟"

وہ حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے، آپ نے ان سے ارشاد فرمایا

"کوئی مجھ کو کچھ سمجھے یا نہ سمجھے۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مجھ پر فضل و کرم فرمائے گا تو میں کہوں گا جتنے ہمارے مرید ہیں سب کو بخش دیجئے اور اپنا دیدار دکھلا دیجئے۔

یہ سن کر سب نے زور سے "آمین" کہا اور بعضوں نے زور سے نعرہ لگایا، حاضرین پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ آپ کی معمولی باتوں میں وہ لطف تھا جو اوروں کی رنگین بیانی میں نہیں تھا۔ اس تقریر کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب رونے لگے اور حاضرین بھی رونے لگے۔

(کمالات رحمانی ص ۱۲۰)

فہرست مضامین انعامات الرحمٰن

مراجع انعاماتِ رحمٰن

۱۔ ارشادِ رحمانی از حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ خلیفہ حضرت قبلہ رح

۲۔ کمالاتِ رحمانی از حضرت مولانا سید تجمل حسین صاحب (علامہ سید سلیمان ندوی کے عم محترم) خلیفہ حضرت قبلہ رح

۳۔ فضلِ رحمانی از حضرت مولانا سید تجمل حسین صاحب (علامہ سید سلیمان ندوی کے عم محترم) خلیفہ حضرت قبلہ رح

۴۔ الدر الحسین از حضرت مولانا حسام الدین صاحب نقشی خلیفہ حضرت قبلہ رح

۵۔ ہدیہ عشاق فضلِ رحمانی از حضرت مولانا سید عبد الغفار صاحب ساکن آسیون ضلع اناؤ خلیفہ حضرت قبلہ رح

۶۔ استفادہ از حضرت مولانا حکیم سید عبد الحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ خلیفہ حضرت قبلہ رح

۷۔ تواریخ نامہ (مجموعۂ تاریخہائے وفات حضرت قبلہ رح)

۸۔ سفرِ سعادت از حضرت مولانا نواب سید علی حسن خاں صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ در رسالہ معارف اعظم گڑھ

۹۔ ذیل المرادفی السفر الی گنج مرادآباد از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی منقول از ارواح ثلاثہ

۱۰۔ ارواح ثلاثہ (تذکرہ مشائخ دارالعلوم دیوبند)

۱۱۔ درۃ المعارف (حضرت مولانا شاہ غلام علی صاحب، خانقاہ مجددیہ ترکمان گیٹ (دہلی)

۱۲۔ مقالات شروانی از حضرت مولانا نواب حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی صدر الصدور امور مذہبیہ ریاست حیدرآباد دکن۔

۱۳۔ تذکرہ اویس زماں مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی از حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

۱۴۔ ضیاء الہدیٰ (تذکرہ حضرت مولانا شاہ سید بدر علی صاحب خلیفہ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ) از سید عبد الغفار ندوی قادری مجددی بانی مدرسہ عربیہ بدریہ قصبہ نگرام۔ ضلع لکھنؤ۔

۱۵۔ مجموعۂ رسائل تصوف از حضرت مولانا نواب سید نور الحسن خاں صاحب خلیفہ حضرت قبلہ رح

اسمائے رسائل: ۱۔ فتحِ عرفان، ۲۔ اسرار محبت، ۳۔ نسخۂ حکمت، ۴۔ شہرۂ آفاق، ۵۔ نورِ احمدی، ۶۔ حسنِ معاملہ، ۷۔ نقدِ وقت، ۸۔ نکاتِ سلوک، ۹۔ لمحۂ نور، ۱۰۔ واردِ الفت، ۱۱۔ حبیبِ یارانہ، ۱۲۔ زوائد فوائد، ۱۳۔ فیض و برکت، ۱۴۔ برکاتِ رحمانی، ۱۵۔ تذکرہ، ۱۶۔ دعوت اہل اللہ، ۱۷۔ صحائف قدسیہ، ۱۸۔ تکملہ، ۱۹۔ افاداتِ سلیمانی، ۲۰۔ گنجینۂ فقر، ۲۱۔ مطلع قرب، ۲۲۔ نغمۂ شہود، ۲۳، ۲۴۔ جواہر قدس، ۲۵۔ غنیمت بارہ، ۲۶۔ شمس صمد، ۲۷۔ بزم نشاط، ۲۸۔ حرم ظہور، ۲۹۔ جمالِ رحمانی، ۳۲۔ ساقی جذب، ۳۳۔ منفرد حالات۔

نوٹ: علی الترتیب ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱ پر جن رسائل کے نام تھے اصل مسودہ کے چھوٹ جانے کی وجہ سے دستیاب نہیں ہو سکے۔